مولینا نور بخش توکّلی

کتاب البرزخ

ایصالِ ثواب، سماعِ موتےٰ، بزرگانِ دین سے استمداد اور
ایسے ہی دیگر مسائل پر ایک منفرد اور فاضلانہ تالیف

الکتاب

Marfat.com

مولینا نور بخش توکلی

کتاب البرزخ

ایصالِ ثواب، سماعِ موتیٰ، بزرگانِ دین سے استمداد اور
ایسے ہی دیگر مسائل پر ایک منفرد اور فاضلانہ تالیف

Marfat.com

الکتاب
گنج بخش روڈ ○ لاہور

١٤٠٠ ہجری

تعداد — ٥٠٠

٢٠/٠٠

بختیار پرنٹرز - لاہور

Marfat.com

سخنِ مدیر

علامہ نور بخش توکلی ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے[1] ۔ ضلع لدھیانہ کے ایک موضع ،چک قاضیاں، کو آپ کا مولد ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کی ۔ اس کے بعد علی گڑھ چلے گئے اور وہاں سے بڑے امتیاز کے ساتھ عربی میں ایم ۔ اے کیا ۔ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے درس و تدریس کو اپنے کیریر کے طور پر منتخب کیا اور اپنی حیاتِ مستعار میں مختلف تعلیمی اداروں کے ساتھ وابستہ رہے ۔ سب سے پہلے ۱۸۹۳ء میں آپ کا تقرر بطور ہیڈ ماسٹر ہندو محمڈن سکول چھاؤنی انبالہ میں ہوا ۔ ۱۸۹۶ء میں آپ میونسپل بورڈ کالج، امرتسر میں بطور مدرس مقرر ہوئے ۔ ان دنوں امرتسر میں مولینا غلام رسول قاسمی (م ۱۹۰۲ء) فقہ، حدیث، تفسیر اور معقولات پڑھانے میں بڑی شہرت رکھتے تھے ۔ مولانا نور بخش نے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان سے علومِ دینیہ کی تکمیل کی ۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ لاہور چلے آئے اور دار العلوم نعمانیہ کے ناظم تعلیم کی ذمہ داریاں سنبھالیں ۔ علاوہ ازیں آپ انجمن نعمانیہ کے ماہوار رسالہ کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ۔ انجمن کے لیے آپ کی تمام تر خدمات اعزازی تھیں ۔ یہی نہیں، آپ نے اپنی بیشتر تصانیف سے ہونیوالی آمدنی انجمن کے دینی مفادات کے لیے وقف کر دی تھی ۔

انجمن نعمانیہ سے وابستگی کے زمانہ میں ہی آپ کو گورنمنٹ کالج، لاہور میں لیکچررشپ تفویض ہوئی، اپنی اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر یہاں بھی آپ اپنے ساتھی اساتذہ میں ممتاز رہے ۔

علامہ نور بخش میں غیرتِ دینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔ زندگی کے ہر دور میں آپ جہاں کہیں بھی رہے دینِ متین کی تبلیغ سے کبھی غافل نہ رہے ۔ درحقیقت یہ آپ کا مقصدِ حیات بن چکا تھا اور آپ کے تمام تر مشاغل کا محور یہی تھا ۔ مبداءِ فیاض سے انہیں تحریر و تقریر کی جو بھی صلاحیتیں عطا ہوئی تھیں وہ انہوں نے خدمتِ دین کے لیے وقف کر رکھی تھیں ۔ علامہ مرحوم کی زندگی بڑی مصروف اور کار آمد زندگی تھی، وہ ایک

---

[1] علامہ توکلی کے حالات زندگی لکھنے کے لیے (۱) تذکرہ علمائے اہلسنّت و جماعت لاہور از علامہ اقبال احمد فاروقی، اور (۲) تذکرہ اکابر اہلسنّت از مولانا عبد الحکیم شرف سے استفادہ کیا گیا ہے ۔

Marfat.com

عملی انسان تھے اور ان کی پوری زندگی سراسر عمل سے عبارت ہے ۔ جس راہ پر انہوں نے عنفوانِ شباب میں قدم رکھا تھا ۔ اپنی آخری سانسوں تک وہ اسی پر گامزن رہے ۔

جلب زر یا جاہ طلبی کبھی ان کا مطمع نظر نہیں رہا ۔ ان کی ذات میں عالمانہ وقار کے ساتھ ساتھ درویشانہ استغنا ، کا یہ امتزاج دراصل فیضانِ نظر کا نتیجہ تھا ۔ علامہ مرحوم کو اوائل عمر ہی سے فقراء کے ساتھ ایک دِل بستگی تھی ۔ جن دنوں وہ انبالہ میں ہیڈ ماسٹر تھے ، انہیں سائیں توکل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا ۔ شاہ صاحب کی ذات گرامی اس زمانے میں مرجع خلائق تھی اور انبالہ میں ان کا آستانہ مرکزِ رشد و ہدایت تھا ۔ علامہ نور بخش ، شاہ صاحب کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے ۔ اور بالآخر خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے ۔ آپ اسی نسبت سے توکلی کہلاتے ہیں ۔ سائیں توکل شاہ صاحب کی وفات کے بعد آپ مولینا مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں فیضیاب ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا ۔ چنانچہ علامہ مرحوم کی شخصیت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ پیرِ طریقت بھی تھے اور آپ نے بے شمار بندگانِ خدا کی روحانی تربیت فرمائی ۔

کالج سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ اپنے وطنِ مالوف "چک قاضیاں" چلے گئے اور وہاں "مدرسہ اسلامیہ توکلیہ" قائم کیا ۔ قیامِ پاکستان کے بعد انہوں نے لائلپور میں سکونت اختیار کی ۔ یہاں آکر بھی ان کے علمی مشاغل جاری رہے ۔ زندگی کے آخری ایام میں وہ قرآن مجید کی تفسیر لکھ رہے تھے ۔ ابھی چار سو صفحات لکھ سکے تھے کہ پیغام اجل آگیا ۔ وہ اپنے مکان کی سیڑھیاں اتر رہے تھے کہ پھسل کر گر پڑے ۔ اس حادثہ میں انہیں شدید چوٹیں لگیں جن کی وجہ سے کچھ عرصہ صاحبِ فراش رہ کر ۴ / مارچ ۱۹۴۸ء کو مالک حقیقی سے جا ملے ۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو نور شاہ ولیؒ کے مزار کے پہلو میں دفن کر دیا گیا ۔ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

علامہ مرحوم کے تصنیفی سرمایہ کا معتدبہ حصہ ان مضامین پر مشتمل ہے جو مختلف جرائد ، بالخصوص انجمن نعمانیہ کے ماہنامہ میں شائع ہوئے ۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کو جمع کرنے کی نہ خود انہوں نے کوشش کی ، نہ ان کے بعد کسی نے ادھر توجہ دی ۔ اور اب تو شاید اس متاع گم گشتہ کا ملنا بھی ایک امر محال ہے ۔ ان مضامین کے علاوہ جو کتابیں لکھی ہیں ان کی تعداد دو درجن کے لگ بھگ ہے ۔ علامہ نے اپنی تحریروں میں بڑا سادہ طرز بیان اختیار کیا ہے ۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اختصار کے ساتھ بات کہہ دی جائے ۔ وہ عبارت آرائی اور رنگ آمیزی سے قطعاً دامن کشاں رہتے ہیں ۔ دراصل ادیبانہ رعنائیوں کے فقدان کی تلافی ان کی ژرف نگاہی وسعت مطالعہ اور موضوع کے ساتھ ان کے مخلصانہ برتاؤ سے ہو جاتی ہے ۔ علامہ موصوف کی تقریباً تمام

Marfat.com

تحریریں مسلک اہل سنت وجماعت کی تائید اور اس کے معترضین و مخالفین کے رد میں ہیں۔ لیکن کیا مجال کہ کسی جگہ ان کا قلم ناشائستگی کی طرف مائل ہو۔ ان کو اپنی قوت استدلال پر اس قدر اعتماد ہے کہ وہ ایسے کمتر حربوں کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ وسعتِ مطالعہ کا یہ عالم ہے کہ بے تکان حوالے دیتے چلے جاتے ہیں یہی وہ خصوصیات ہیں جو ان کی تحریر کو باوجود سادگی کے ایک عالمانہ وقار اور متانت بخشتی ہیں۔ لیکن علامہ نوربخش کی جس کتاب نے ان کے نام کو زندہ کر دیا ہے وہ ہے سیرتِ رسولِ عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) یوں تو اُردو میں سیرت کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ لیکن مسلک اہلسنّت وجماعت کے مطابق لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے۔ علامہ نے حسبِ معمول بڑا سادہ اور عام فہم طرز بیان اختیار کیا ہے۔ اس کے باوجود اثر آفرینی میں وہ کسی بڑے سے بڑے شیوہ بیان اور صاحب طرز نثر نگار سے پیچھے نہیں رہے۔

درحقیقت یہ ساری خیر وبرکت صاحبِ سیرت علیہ التحیۃ والسّلام کے نام پاک کی ہے اور ثمرہ ہے اس والہانہ محبت کا جو مصنف کو رسولِ عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات اقدس سے ہے۔ یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ یہ اردو کی مقبول ترین کتابوں میں سے ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۸ء میں آیا تھا۔ جب سے اب تک یہ متبرک کتاب برابر چھپ رہی ہے۔ اور ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہے۔ [1]

پیشِ نظر کتاب "کتاب البرزخ" اہلِ سُنّت وجماعت کے نقطۂ نظر سے اپنے موضوع پر غالباً سب سے عمدہ کتاب ہے اور علامہ مرحوم کے طرزِ تحریر کی جملہ خصوصیات کی حامل ہے، یہاں مندرجات کی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ اس کام کو مولانا عبدالحکیم شرف قادری مدظلّہٗ نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ قارئین! اگلے صفحات میں ان کا لکھا ہوا تعارف ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے اس کتاب کے ہر باب کے مندرجات کا اجمالی خاکہ دیا ہے۔

یہ کتاب عرصہ سے ناپید تھی۔ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلّہٗ کی تحریک اسکی اشاعت کا موجب ہوئی ہے۔ مولانا عبدالحکیم شرف نے ازراہ کرم اپنے کتب خانہ سے اس کا نسخہ عنایت فرمایا، جس سے یہ اشاعت ممکن ہوئی ہے۔ اور مزید مہربانی یہ فرمائی کہ اس کا تعارف بھی لکھا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر دے۔ آمین!

---

[1] "الکتاب" کو اس گنجینۂ خیر وبرکت کے شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہو چکا ہے۔

Marfat.com

تعارف

از مولینا محمد عبدالحکیم شرف قادری

حضرت علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے دور کے محقق اہل قلم میں ہوتا ہے، وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، ان کی تمام تصانیف اس دعویٰ پر شاہد ہیں، ان کی تحقیقات وسیع مطالعہ اور گہرے غور و فکر کی مظہر ہیں اور لطف یہ کہ عبارت اتنی آسان ہے کہ عام اردو خوان بھی مطالب سمجھ سکتا ہے۔ پیشِ نظر کتاب "کتاب البرزخ" دس ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب : رُوح کی حقیقت

علامہ توکلی فرماتے ہیں کہ بعض علماء اسلام نے روح کی حقیقت کے بارے میں توقف کیا ہے، جن علماء نے اس کے متعلق گفتگو کی ہے ان کے مختلف اقوال ہیں، جمہور اہل سُنت کے نزدیک رُوح ایک جسم لطیف ہے، اس پر شیخ الاسلام تقی الدین سبکی اور علامہ ابن قیم کی تصریحات پیش کی ہیں اور پھر اس دعوے پر چھ آیتوں سے استدلال کیا ہے، امام غزالی اور امام ابو منصور ماتریدی کے نزدیک روح جوہر مجرد ہے۔

دوسرا باب : موت کے بعد رُوح باقی رہتی ہے

حضرت علامہ توکلی فرماتے ہیں کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے، فنا نہیں ہوتی، اس دعوے کی دلیل کے طور پر دس آئتیں اور چار حدیثیں پیش کی ہیں، شرح الصدور سے علامہ سیوطی کی تصریح بھی نقل کی ہے، اس ضمن میں دو اعتراضوں کا جواب بھی دیا ہے۔

تیسرا باب : قبر میں روح بدن میں ڈالی جاتی ہے

اس باب میں ابوداؤد شریف کی حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں تصریح ہے کہ صاحب قبر لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، پھر اس سے تین سوال پوچھے جاتے ہیں، اور کافر کے متعلق فرمایا

Marfat.com

وَتُعَادُ رُوحُہٗ فِی جَسَدِہٖ۔

اس کی رُوح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔

اس حدیث کے تحت حضرت ملّا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روح میّت کے تمام بدن کی طرف لوٹتی ہے، لہٰذا بعض کا یہ قول قابلِ التفات نہیں کہ روح جسم کے بعض حصّے کی طرف لوٹتی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

وَاِعَادَۃُ الرُّوْحِ اِلَی الْعَبْدِ فِیْ قَبْرِہٖ حَقٌّ

قبر میں بندے کی طرف روح کا لوٹانا حق ہے۔

پھر اس عقیدے پر دو اعتراض نقل کر کے ان کا جواب دیا، بعد ازاں قبر میں ثواب یا عذاب کے منکرین معتزلہ کے شکوک وشبہات کا جواب دیا ہے۔

چوتھا باب: برزخ کا عذاب اور نعمتیں قرآن پاک سے ثابت ہیں

اس سلسلے میں دس آیتیں پیش کی ہیں۔

پانچواں باب: قبر کا ثواب وعذاب کس پر وارد ہوتا ہے

اس باب میں امام علامہ تاج الدین سبکی، ابن قیم، علامہ قاسم بن قطلو اور دیگر حضرات کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ثواب وعقاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔

چھٹا باب: برزخ میں روح کا مقام

اس باب میں بتایا ہے کہ بعض روحیں اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں، بعض کی روحیں جنت کی بیرونی دیوار میں، گنہگاروں کی روحیں زمین وآسمان کے درمیان اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین کے نیچے سجّین میں ہوتی ہیں لیکن ان کا تعلق اجسام سے برقرار رہتا ہے۔

ساتواں باب: اصحاب قبور کا کلام کرنا اور سُننا

اس باب میں احادیث مبارکہ اور اہل علم کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ اہل قبور کو زیارت کرنے

Marfat.com

ذاتوں کا علم ہوتا ہے، ان کا سلام وکلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ صفحہ ۹۰ پر یہ سوال اٹھایا ہے، کہ سلام وکلام صرف روح سنتی ہے یا بدن یا دونوں، ابن قیم اور ابن حزم کے حوالے سے یہ جواب دیا کہ روح سنتی ہے اور روح کی سننے کی قوت پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

صفحہ ۹۳ پر مخالفین کا مشہور اعتراض نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سماع موتی کا انکار کیا ہے۔ اور اس کا تفصیلی جواب دیا ہے اسی ضمن میں آیات مبارکہ "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى اور وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ" کا صحیح مطلب بیان کیا ہے۔

صفحہ ۱۰۴ پر کتب فقہ کی بعض عبارات کی وضاحت کی ہے جس سے مخالفین استدلال کرتے ہیں اس مسئلے کی نہایت مفصل بحث حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کی تصنیف لطیف "جلاء الصدور" میں ملاحظہ فرمائیں۔

آٹھواں باب۔ عالم برزخ میں روح کی سیر اور دیگر کوائف

اس باب میں احادیث مبارکہ اور اہل علم کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ ارواح کے مختلف مقامات ہیں کافروں کی روحیں تنگی اور عذاب میں ہیں اور مومنوں کی روحوں کو آزادی ہے جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں لیکن ان کا تعلق جسم سے برقرار رہتا ہے۔

نواں باب: اہلِ قبور سے استمداد

حضرت علامہ توکلی فرماتے ہیں اہل قبور سے استمداد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی برگزیدہ ہستی کے توسل سے دعا مانگی جائے یا اس بزرگ سے عرض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، یہ بلاشبہ مستحسن ہے اسے کسی طرح بھی شرک نہیں کہا جا سکتا۔ اس مسئلے پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔

دسواں باب، مسائل متفرقہ

اس باب میں سوال وجواب کی صورت میں دس ضروری مسائل بیان کئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ کیا نماز روزہ وغیرہ اعمال صالحہ کا ثواب اموات کو پہنچتا ہے؟

۲۔ کیا میت کا تیجہ، ساتواں، چہلم وغیرہ کرنا جائز ہے؟

Marfat.com

۳ ۔ جمعرات کو ایصال ثواب اور فاتحہ خوانی کی کیا وجہ ہے؟
۴ ۔ میت کی طرف سے اسقاط کا طریقہ اور حکم کیا ہے؟
۵ ۔ کیا بزرگانِ دین کے لئے جانور نامزد کرنا جائز ہے؟
۶ ۔ کیا بزرگانِ دین کا عرس کرنا جائز ہے؟
۷ ۔ کیا اولیاء کرام کے مزارات پر گنبد بنانا، غلاف ڈالنا اور چراغ جلانا جائز ہے؟
۸ ۔ کیا کفن کو آب زمزم میں تر کرنا، غلاف کعبہ کو کفن میں شامل کرنا اور کفن پر کلمہ طیبہ یا عہد نامہ لکھنا جائز ہے؟
۹ ۔ کیا والدین، بزرگانِ دین کے مزارات، مقامات مقدسہ اور بزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے؟
۱۰ ۔ کیا بزرگانِ دین کے مزارات پر پھول رکھنے جائز ہیں؟

ان سوالات کے تفصیلی جوابات مسلک اہلِ سنت کے مطابق دیئے ہیں، آخر میں مولوی محمد فاضل ضلع فیصل آباد کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے جس میں عام اہلِ قبور کے سلام و کلام سُننے کا انکار کیا ہے اور اس کا مسکت جواب دیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب عالم برزخ سے تعلق رکھنے والے اکثر و بیشتر سوالات کا مدلل جواب مہیا کرتی ہے۔ اور شکوک و شبہات کو ختم کر کے حقیقت کے چہرے کو بے نقاب کرتی ہے۔

حضرت علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں جہاں دیگر علماء کے حوالے دیئے ہیں اور قرآن و حدیث سے استدلال کیا ہے وہاں ابن قیم جوزی کی عبارات بھی کثرت سے نقل کی ہیں اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے۔

> اسے مقبولِ عام بنانے کے لئے ایک اور طریق بھی اختیار کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے علاوہ علامہ ابن قیم جوزی کی تصنیف مسمیٰ بہ کتاب الروح سے بہت کچھ اخذ کیا گیا ہے اور اس کی تائید میں علامہ سیوطی وغیرہ علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں تاکہ یہ کتاب ہر فریق کے نزدیک مستند ہو، مگر بایں ہمہ کسی صورت میں طریقِ اہلسنت وجماعت کو ہاتھ سے نہیں دیا گیا۔ (کتاب البرزخ صفحہ ۱۲)

کتاب البرزخ ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء میں انجمن نعمانیہ لاہور کی طرف سے خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں چھپی تھی، ایک عرصہ سے نایاب تھی اور اہل علم شدت سے اس کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔

Marfat.com

حکیم اہلِ سنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ صدر مرکزی مجلس رضا لاہور اور سرپرست سنی رائٹرز گلڈ کے مشورے سے جناب سلیم اسماعیل صاحب نے اپنے ادارہ "الکتاب" کی طرف سے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ بلاشبہ یہ دونوں حضرات اہلِ علم کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ مولائے کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبد الحکیم شرف قادری

رکن مجلس عاملہ

پاکستان سنی رائٹرز گلڈ

لاہور

۹ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

۲۲ فروری ۱۹۸۰ء

Marfat.com

کتابُ البرزخ

مولینا نور بخش توکّلی ایم۔اے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا ومولٰنا ووسیلتنا فی الدارین محمد وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

اما بعد فقیر توکلی برادرانِ اسلام کی خدمت میں گزارش پرداز ہے۔ کہ سماع موتٰے کے ثبوت میں علمائے کرام نے کئی رسالے تصنیف فرمائے ہیں جزاھم اللہ خیر الجزاء۔ مگر اِن دنوں میں انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے دفتر میں بعض بیرونی تحریریں اس قسم کی موصول ہوئی ہیں کہ جن پر مکرمنا مولوی مفتی حکیم سلیم اللہ خاں صاحب صدر انجمن نے ارشاد فرمایا کہ اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالی جائے۔ علاوہ ازیں مخدومنا مولوی حاجی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب دبیر انجمن نے بھی خواہش ظاہر فرمائی کہ اس مسئلے کو بغور دیکھا جائے۔ لہٰذا یہ چند اوراق باوجود تفرقۂ اوقات لکھے جاتے ہیں جن میں مسئلہ مذکور کے علاوہ دیگر مسائل ضروریہ بھی درج کئے گئے ہیں۔ اور طرز تحریر ایسا آسان رکھا گیا ہے کہ معمولی لیاقت کے اُردو خواں اصحاب بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اور اسے مقبول عام بنانے کے لئے ایک اور طریق بھی اختیار کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے علاوہ علامہ ابن قیم جوزی کی تصنیف مسمّٰے بہ الکتاب الروح سے بہت کچھ اخذ کیا گیا ہے۔ اور اس کی تائید میں علامہ سیوطی وغیرہ علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں تاکہ یہ کتاب ہر فریق کے نزدیک مستند ہو۔ مگر بایںہمہ کسی صورت میں طریق اہل سنت و جماعت کو ہاتھ سے نہیں دیا گیا۔ اخیر میں ناظرین سے استدعا ہے کہ کتاب ہٰذا کے مطالعہ کے بعد جناب صدر و دبیر صاحبان کے حق میں جو الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق ہیں اور نیز اس فقیر سراپا تقصیر کے حق میں دُعائے حسن خاتمہ فرمائیں۔

Marfat.com

پہلا باب

روح کی حقیقت

حقیقت روح کے بارے میں بعض نے توقف کیا ہے۔ اور جنہوں نے اس میں کلام کیا ہے۔ اُن کے مختلف قول ہیں۔ مگر جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے، کہ روح ایک لطیف جسم ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی (متوفی ٧٥٦ھ) لکھتے ہیں:

من الناس من توقف فیه وهو اسلم وحمل على ذلك قوله تعالٰى قل الروح من امر ربی وانه لم یأمر ان یبینه لهم ومنهم من قال انها جسم وهؤلاء تنوعوا انواعا امثلها قول من قال انها اجسام لطیفة مشتبكة بالاجسام الكثیفة اجرى الله العادة بالحیاة مع مقامها وهو مذهب جمهور اهل السنة

بعض لوگوں نے اس میں توقف کیا ہے اور وہ اسلم طریقہ ہے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول (قل الروح من امر ربی) کو اس پر محمول کیا ہے اور اس پر کہ اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقت روح بیان فرمانے کا امر نہیں کیا۔ اور بعض لوگ قائل ہیں کہ روح ایک جسم ہے۔ پھر ان کے کئی قول ہیں۔ سب سے اچھا قول ان کا ہے جو کہتے ہیں کہ روحیں لطیف جسم ہیں جو کثیف جسموں سے ملی ہوتی ہیں۔ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ جب تک روح جسم میں رہتی ہے انسان زندہ رہتا ہے اور یہی جمہور اہل سنت کا مذہب ہے۔

لہ اس قول سے پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حقیقت روح میں کلام کرنے سے منع فرمایا ہے مگر اس سے تو منع نہیں کیا کہ بطریق اجمال خبر روح میں کلام کیا جائے۔ کیونکہ یہ تو اس علم قلیل سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اور تم نہیں دیئے گئے علم روح سے مگر تھوڑا)۔ لہٰذا جب ہم کہتے ہیں کہ روح ایک جسم ہے۔ تو ہم اس کو امر اللہ سے خارج نہیں کرتے۔ تفصیل کے لئے دیکھو حاشیہ شیخ زین الدین قاسم حنفی بر مسایرہ علامہ ابن الہمام ۱۲۔

Marfat.com

والی ذٰلک یشیر قول الاشعری والباقلانی وامام الحرمین وغیرھم ویوافقھم قول کثیر من قدماء الفلاسفۃ (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام۔ باب تاسع۔ فصل خامس)	اور اسی کی طرف اشعری و باقلانی و امام الحرمین وغیرہ کا قول اشارہ کرتا ہے اور بہت سے فلاسفہ متقدمین کا قول انہی کے موافق ہے۔

اور علامہ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) نے روح کی جسمانیت کے بارے میں چھٹا قول یوں لکھا ہے۔

انہ جسم مخالف بالماھیۃ لھذا الجسم المحسوس وھو جسم نورانی علوی خفیف حی متحرک ینفذ فی جوھر الاعضاء ویسری فیھا سریان الماء فی الورد وسریان الدھن فی الزیتون والنار فی الفحم فما دامت ھذہ الاعضاء صالحۃ لقبول الاثار الفائضۃ	روح ایک جسم ہے جو ماہیت میں اس جسم محسوس کے مخالف ہے، اور وہ ایک جسم ہے نورانی علوی ہلکا زندہ متحرک جو جوہر اعضا میں نفوذ کرتا ہے اور اُن میں سرایت کرتا ہے جیسے پانی گلاب کے پھول میں اور تیل زیتون میں اور آگ کوئلے میں پس جب تک یہ اعضا اُن آثار کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو اُن کو

ملے حدیث براء بن عازب میں ہے جسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ قال فتخرج تسیل کما تسیل القطرۃ من السقاء (مشکوۃ۔ کتاب الجنائز۔ باب ما یقال عند من حضرہ الموت۔ فصل ثالث) یعنی فرمایا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ پس نکلتی ہے روح مومن کی اس حال میں کہ رواں ہوتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشک سے رواں ہوتا ہے۔ ، قاری مرقات میں اس کے تحت میں لکھتے ہیں۔ وھذا یؤید ما علیہ اکثر اھل السنۃ ممن تکلم علی الروح انھا جسم لطیف سار فی البدن کسریان ماء الورد فی الورد۔ یعنی یہ قول تائید کرتا ہے اُس قول کی جس پر اکثر اہل سنت ہیں جنہوں نے روح پر کلام کیا ہے کہ روح ایک لطیف جسم ہے جو بدن میں یوں سرایت کرنے والا ہے جیسے آب گل گلِ گلاب میں ۱۲ ✣

Marfat.com

علیہا من ھذا الجسم اللطیف بقی ذلك
الجسم اللطیف مشابکا لھذہ الاعضاء
وافادھا ھذہ الاثار من الحس و
والحرکۃ الارادیۃ واذا فسدت ھذہ
الاعضاء بسبب استیلاء الاخلاط
الغلیظۃ علیہا وخرجت عن قبول
تلك الاثار فارق الروح البدن وانفصل
الی عالم الارواح وھذا القول ھو الصواب
فی المسئلۃ وھو الذی لا یصح غیرہ و
کل الاقوال سواہ باطلۃ وعلیہ دل
الکتاب والسنۃ واجماع الصحابۃ ودلۃ
العقل والفطرۃ (کتاب الروح ۔ مطبوعہ
دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن صفحہ ۲۸۵)

اس لطیف جسم سے پہنچتے ہیں وہ لطیف جسم
ان اعضا سے باہم ملا ہوا رہتا ہے اور
ان کو یہ آثار یعنی حس و حرکت ارادیہ دیتا
ہے۔ اور جب یہ اعضا اخلاط غلیظہ کے
غلبہ کے سبب بگڑ جاتے ہیں اور ان آثار کے
قبول کرنے کی صلاحیت سے خارج ہو جاتے ہیں
تو روح بدن سے الگ ہو جاتی ہے! اور عالم
ارواح میں پہنچ جاتی ہے۔ اور اس مسئلے میں
یہی قول درست ہے۔ اور اس کے سوا کوئی
دوسرا قول صحیح نہیں اور اس کے سوا سب
قول باطل ہیں۔ اور اسی پر قرآن و حدیث
اور اجماع صحابہ اور عقل و فطرت کی
دلیلیں دلالت کرتی ہیں ٭

اکثر متکلمین بھی روح کی جسمانیت کے قائل ہیں۔ مگر اہل سنت کی ایک جماعت مثلاً امام غزالی اور امام ابو منصور ماتریدی وغیرہ روح کو جوہر مجرد کہتے ہیں (دیکھو کتاب مسایرہ مع مسامرہ۔ صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۶) چونکہ اہل سنت و جماعت اور متکلمین کی کثرت روح کی جسمانیت کی طرف ہے۔ اس لئے اب اُس کے جسم ہونے پر چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

آیہ ۱

وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ
الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْہِمْ ۚ
اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَکُمْ ؕ (انعام ۔ ع)

اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت
کی بیہوشی میں۔ اور فرشتے ہاتھ کھول
رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان ۔

اس آیت میں روح کے جسم ہونے پر دو دلیلیں ہیں۔ ایک ارواح کو لینے کے لئے فرشتوں کا ہاتھ پھیلانا۔ دوسرے ارواح کا نکالنے سے متصف ہونا اور یہ دونوں اجسام کے اوصاف ہیں تفسیر مدارک میں ہے۔ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم أی یبسطون الیھم ایدیھم یقولون ھاتوا ارواحکم اخرجوھا الینا من اجسادکم وھذہ عبارۃ عن التشدید فی الازھاق من غیر تنفیس وامھال یعنی فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی روحوں کو لاؤ اور اُن کو اپنے جسموں سے ہماری طرف نکال دو۔ اور اس سے مراد مبالغہ ہے نکالنے میں بغیر آسائش و مہلت کے انتہا۔

آیہ ۲-۳

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ○ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ○ (انعام۔ ع ۸)

اور وہی ہے کہ تم کو پھیر لیتا ہے رات کو۔ اور جانتا ہے جو کما چکے دن کو پھر تم کو اُٹھاتا ہے اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو ٹھہرا دیا۔ پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ پھر جتا دے گا تم کو جو کرتے تھے اور اسی کا حکم غالب ہے اپنے بندوں پر۔ اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہانتک کہ جب پہنچے تم کو کسی کو موت۔ اسکو بھر لیویں ہمارے بھیجے لوگ اور وہ قصور نہیں کرتے۔

ان دو آیتوں میں تین دلیلیں ہیں۔ (۱) رات کے وقت روح کا قبض کیا جانا۔ (۲) پھر دن کے وقت بدن میں آجانا۔ (۳) اور موت کے وقت فرشتوں کا روح کو قبض کرنا۔

آیہ ۴

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا۔ اور جو نہیں مریں اپنی نیند میں

Marfat.com

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (زمر - ع ۵)	پس رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھیرایا - اور بھیجتا ہے دوسروں کو ٹھہرے وعدے تک - البتہ اس میں پتے ہیں اُن لوگوں کو جو دھیان کریں -

اس آیت میں قبض کئے جانے کے علاوہ دو اور دلیلیں ہیں - (۱) روح کا رکھ چھوڑنا - (۲) روح کا چھوڑ دینا -

آیہ ۵ - ۶

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (سورہ شمس)	اور (قسم) جی کی اور جیسا اس کو ٹھیک بنایا - پھر سمجھ دی اس کو فجور و تقوے کی

یہاں دو دلیلیں ہیں - ایک تو روح کو فجور و تقوے کی سمجھ دینا - اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالے نے روح کو ٹھیک بنایا ہے جیسا کہ اس نے بدن کو ٹھیک بنایا ہے - چنانچہ بدن کی نسبت فرمایا - اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ یعنی جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو ٹھیک کیا -

دلائل مذکورۂ بالا کے علاوہ اور بہت سی دلیلیں باب آئندہ میں مذکور ہوتی ہیں - جن سے موت کے بعد روح کا بقا بھی ثابت ہو گا -

دوسرا باب

موت کے بعد رُوح باقی رہتی ہے

جب انسان مر جاتا ہے - تو اُس کی روح نیست و نابود نہیں ہوتی - بلکہ باقی رہتی ہے - ذیل میں چند دلیلیں پیش کی جاتی ہیں -

Marfat.com

آیہ ۱ - ۲

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (آل عمران - ع ۱۷)

اور تو مُردے نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں - بلکہ زندے ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے - خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے - اور خوشوقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی نہیں پہنچے اُن میں پیچھے سے اِس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ اُن کو غم ہے -

ان آیتوں میں خبر دی گئی ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوئے - اُن کی روحیں زندہ اور مقرب الٰہی ہیں - اور ان کی روحوں کو دوسروں کی روحوں کی طرح صرف بقاء ہی نہیں بلکہ ان کو زندوں کی طرح رِزق بھی ملتا ہے - اور وہ خوش ہوتی ہیں کہ ہمارے بھائی جو دنیا میں ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں اور ابھی شہید نہیں ہوئے ہیں اُنہیں بھی وہی اجر ملے گا جو ہم کو ملا ہے - یہ حال اُن بزرگوں کی روحوں کا ہے جنہوں نے جہاد اصغر کیا ہے - پس اولیاء اللہ جنہوں نے جہاد اکبر کیا ہے اُن کا حال اسی پر قیاس کر لیجیے کہ کیا ہو گا -

---

ف ۱ حدیث مسلم میں ہے - ولا تحسبنّ الذین قتلوا الآیہ کی تفسیر صحابہ کرام نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی حضور نے فرمایا - ارواحھم فی اجواف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت ثم تاوی الیٰ تلک القنادیل الحدیث یعنی شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے اندر ہیں - ان پرندوں کے لیے عرش سے لٹکی ہوئی قندیلیں ہیں وہ بہشت کی جس جگہ چاہیں چرتے ہیں - پھر ان قندیلوں میں آ رہتے ہیں -

(مشکوٰۃ - کتاب الجہاد فصل اوّل)

Marfat.com

علامہ سیوطی لکھتے ہیں -

وقال ابو حیان فی تفسیرہ عند هذه الآیة اختلف الناس فی هذه الحیاة فقال قوم معناها بقاء ارواحهم دون اجسادهم لانا نشاهد فسادها و فناءها وذهب آخرون الی ان الشهید حی الجسد والروح ولا یقدح فی ذلك عدم شعورنا به فنحن نراهم علی صفة الاموات وهم احیاء کما قال الله تعالیٰ وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب. وکما یری النائم علی هیئته وهو یری فی منامه ما یتنعم به او یتألم قلت ولذلك قال الله تعالیٰ احیاء ولکن لا تشعرون فنبه بقوله ذلك خطابا للمؤمنین علی انهم لا یدرکون هذه الحیاة بالمشاهدة والحس وبهذا یتمیز الشهید عن غیره ولو کان المراد حیاة الروح فقط لم یحصل له تمیز عن غیره لمشارکة سائر الاموات له فی ذلك ولعلم المؤمنین باسرهم حیاة کل الارواح فلم یکن لقوله ولکن لا تشعرون معنی وقد یکشف الله لبعض اولیائه فیشاهد ذلك -
(شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور - باب زیارة القبور وعلم الموتیٰ بزوارهم)

ابو حیان (متوفی ۷۴۵ھ) نے اپنی تفسیر (البحر المحیط) میں اس آیت پر لکھا ہے، کہ لوگوں نے اس حیات میں اختلاف کیا ہے - ایک جماعت نے کہا کہ اس کے معنے ان کی روحوں کا باقی رہنا ہے نہ کہ ان کے جسموں کا کیونکہ جسموں کا بگڑنا اور فنا ہو جانا ہم مشاہدہ کرتے ہیں - اور دوسرے لوگ اس امر کی طرف گئے ہیں کہ شہید کا جسم و روح دونوں زندہ ہوتے ہیں اور ہمارا اس کو محسوس نہ کرنا اس میں قادح نہیں - پس ہم ان کو مردوں کے حال میں دیکھتے ہیں حالانکہ وہ زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور تو دیکھتا ہے پہاڑ - جانتا ہے وہ جم رہے ہیں اور وہ چلیں گے جیسے چلے بادل" اور جیسا کہ سونے والا اپنی حالت میں نظر آتا ہے حالانکہ وہ خواب میں کوئی شے دیکھ رہا ہے جس سے وہ آسائش پاتا ہے یا دکھ پاتا ہے - میں کہتا ہوں کہ اسی سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں" - پس اس قول سے مومنوں کو خطاب کرکے اس بات پر آگاہ کیا کہ اس حیات کو تم مشاہدے اور حس سے نہیں پاتے اور اسی سے شہید و غیر شہید میں امتیاز ہو جاتا ہے - اگر اس سے مراد فقط روح کی حیات ہو - تو شہید اور غیر شہید میں کوئی تمیز نہیں رہتی - کیونکہ باقی مردے اس بات میں شہید کے مشارک ہیں - اور سب مومن جانتے ہیں کہ تمام روحیں زندہ ہیں - پس اس قول (لیکن تم کو خبر نہیں) کے کچھ معنے نہ ہونگے - اور اللہ کبھی اپنے بعض اولیاء پر کشف کر دیتا ہے - پس وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں -

تکملہ بل احیآء ولکن لا تشعرون (سورہ بقرہ - ع ۱۹)

Marfat.com

شہداء کے جسموں کی حیات کے آثار کئی دفعہ مشاہدے میں آچکے ہیں۔ چنانچہ امام ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ) شہدائے اُحد کی نسبت لکھتے ہیں۔

وحدثنی محمد بن عبید عن ابن عیینة عن ابی الزبیر عن جابر قال لما اراد معاویة ان یجری العین التی حفرھا (قال سفیان تسمی عین ابی زیاد بالمدینة) نادوا بالمدینة من کان له قتیل فلیأت قتیله قال جابر فاتیناھم فاخرجناھم رطابا یتثنون واصابت المسحاة رجل رجل منھم فانفطرت دما

اور حدیث کی مجھ کو محمد بن عبید نے ابن عیینہ سے ابن عیینہ نے ابوالزبیر سے۔ ابوالزبیر نے جابر سے۔ کہا جابر نے کہ جب حضرت معاویہ رضؓ نے ارادہ کیا کہ جاری کرے اس چشمہ کو جو اُس نے کھودا تھا (کہا سفیانؒ نے کہ مدینہ میں اس چشمہ کو عین ابی زیاد کہتے ہیں) تو مدینہ منورہ میں منادی کردی کہ جس کا کوئی قتیل ہو۔ وہ اپنے قتیل کے پاس آئے۔ کہا جابر نے کہ ہم شہیدوں کے پاس آئے پس ہم نے ان کو (قبروں سے) نکالا اس حال میں کہ وہ تروتازہ تھے اور اُن کے اعضا مُڑ سکتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص کے پاؤں پر جو بیلچہ لگا۔ تو اس سے خون ٹپکا۔

ا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام اُحد کے دن شہید ہو گئے تھے۔ اور حضرت عمرو بن الجموح بن زید بن حرام کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے تھے۔ پھر حضرت جابر نے ان کو نکال کر پاس ہی علیحدہ قبر میں دفن کیا۔ چنانچہ بخاری شریف (کتاب الجنائز۔ باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة) میں حضرت جابر کے الفاظ یہ ہیں۔ ثم لم تطب نفسی ان اترکه مع الآخر فاستخرجته بعد ستة اشھر فاذا ھو کیوم وضعته ھنیة غیر اذنه۔ یعنی پھر میرا جی خوش نہ ہوا کہ میں اپنے والد کو دوسرے کے ساتھ رہنے دوں۔ اس لئے میں نے ان کو چھ مہینے کے بعد نکالا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ قریباً ایسے ہی ہیں جیسا کہ دفن کرنے کے وقت تھے سوائے کان کے انتہے۔ پھر جنگ اُحد سے چالیس سال کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چشمہ جاری کیا تو ہر دو ایسے نکلے کہ گویا کل دفن ہوئے تھے۔ پھر جنگ احد سے چھیالیس برس کے بعد جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے۔ ایک رَو کی وجہ سے ہر دو کو نکال کر دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ مگر اس دفعہ بھی اُن میں کوئی تغیر نہ آیا تھا گویا کہ کل شہید ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک زخمی تھا اور اُس نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا تھا پس اُس کا ہاتھ زخم پر سے ہٹا کر چھوڑ دیا گیا۔ مگر وہ پھر اپنی جگہ پر آگیا۔ (زرقانی جزو ثانی ص ۱۱۵، ۱۱۶۔ نیز دیکھو طبقات ابن سعد۔ جزو ثالث۔ قسم ثانی فی البدریین من الانصار ص ۵)

Marfat.com

فقال ابو سعید الخدری[1] لاینکر بعدها منکر ابدا (کتاب تاویل مختلف الحدیث مطبوعہ مصر۔ ص ۱۸۸)	پس حضرت ابو سعید خدری[1] نے فرمایا۔ کہ اس کے بعد کبھی کوئی منکر انکار نہ کرے گا۔

یہ واقعہ جو امام ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے غزوہ احد کے چالیس سال بعد وقوع میں آیا۔ اگر اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل مقصود ہو تو تذکرۂ قرطبیہ اور وفاء الوفا للسمہودی وغیرہ کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں جو حیات شہداء سے اکمل واتم ہے کسی اہل ایمان کو کلام نہیں ہو سکتا سنن ابی داؤد[2] میں بروایت اوس بن اوس یہ حدیث موجود ہے۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخۃ و فیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ فان صلاتکم معروضۃ علیّ فقالوا یا رسول اللہ کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے۔ اور اسی دن انہوں نے وفات پائی۔ اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن صعقہ (بیہوشی) ہوگا۔ پس اس دن تم مجھ پر درود زیادہ بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہو گئے ہوں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے مٹی پر نبیوں کے جسم حرام کر دئے ہیں انتہے۔ غرض موت کے بعد روح تو ہر انسان کی باقی رہتی ہے۔ مگر انبیائے کرام اور شہیدوں کے جسم بھی باقی رہتے ہیں۔ اور دوسرے انسانوں کے جسم عموماً تمام بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ صرف

[1] حضرت ابو سعید خدری کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالٰے عنہما بھی جنگ احد میں شہید ہوئے تھے ۱۲

[2] سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب تفریع ابواب الجمعۃ ۱۲

Marfat.com

ایک ہڈی باقی رہجاتی ہے جسے عجب الذنب کہتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیحین سے ثابت ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت[1] میں یہ الفاظ ہیں۔ کل ابن آدم یاکلہ التراب الا عجب الذنب منہ خلق وفیہ یرکب۔ یعنی آدمی کے تمام جسم کو مٹی کھا جاتی ہے سوائے عجب الذنب کے کہ جس سے آدمی پیدا کیا گیا ہے۔ اور جس سے ترکیب و پیوند دیگر قیامت کو اٹھایا جائے گا۔ انتہے۔

آیہ ۳ و ۴

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۙ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ۝ (سورۂ یٰس ع۲)۔

حکم ہوا کہ چلا جا بہشت میں۔ بولا کسی طرح میری قوم معلوم کریں کہ بخشا مجھ کو میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں۔

ان آیتوں میں حضرت حبیب نجار کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بزرگ شہر انطاکیہ میں رہا کرتے تھے جہاں حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے تین یار بھیجے۔ مگر اہل انطاکیہ ایمان نہ لائے۔ حضرت حبیب نجار نے جو مشرف بایمان تھے اپنی قوم سے کہا کہ ان کی راہ پر چلو مگر انہوں نے بجائے اس کے کہ روبراہ ہوتے حضرت حبیب کو شہید کر دیا۔ شہادت کے بعد ان کو جناب باری سے حکم ہوا کہ بہشت میں جاؤ۔ وہ بولے کاش میری قوم کو میری نجات اور میری عزت کا حال معلوم ہو جائے۔ پس ظاہر ہوا کہ شہید خواہ کسی امت کا ہو جام شہادت چکھنے کے بعد نعمت بہشت سے متمتع ہوتا ہے۔

آیہ ۔ ۵ ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا

بے شک جنہوں نے جھٹلائیں ہماری آیتیں اور ان کے سامنے تکبر کیا۔ نہ کھلیں گے ان کے لئے دروازے آسمان کے اور نہ

[1] مشکوٰۃ شریف۔ باب النفخ فی الصور۔ فصل اوّل

Marfat.com

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ ۝ (اعراف - عٓ)	داخل ہوں گے جنت میں جب تک داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکے میں۔ اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں گنہگاروں کو۔

اس آیت میں مذکور ہے کہ کافر کی روح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے جیسا کہ خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرما دی چنانچہ تفسیر اتقان (مطبوعہ مصر - جزء ثانی - صفحہ ۱۹۴) میں ہے - اخرج احمد وابو داؤد والحاکم وغیرھم عن البراء بن عازب ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذکر العبد الکافر اذا قبضت روحہ قال فیصعدون بھا فلا یمرون علی ملاء من الملائکۃ الا قالوا ما ھذا الروح الخبیث حتی ینتھی بھا الی السماء الدنیا فیستفتح فلا یفتح لہ ثم قرأ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تفتح لھم ابواب السماء فیقول اللہ اکتبوا کتابہ فی سجین فی الارض السفلی فتطرح روحہ ثم قرأ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق - ترجمہ - امام احمد وابو داؤد و حاکم وغیرہ نے بروایت براء بن عازب نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کافر بندے کا ذکر کیا کہ جب وقت اس کی روح قبض کی جاتی ہے - آپ نے فرمایا کہ فرشتے اُس روح کو لیکر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں - فرشتوں کی جس جماعت سے وہ گزرتے ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ کیسی خبیث روح ہے یہانتک کہ اُسے پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں - پھر کہا جاتا ہے کہ دروازہ کھولو - مگر اس کے لئے دروازہ نہیں کھلتا - پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور شاہد یہ آیت پڑھی - لا تفتح لھم ابواب السماء - پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس کا نامہ سجین میں لکھو جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے - پھر اس کی روح سخت پھینکی جاتی ہے - پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور

Marfat.com

شاہد یہہ آیت پڑھی۔ ومن یشرک[1] باللہ الآیۃ۔

آیہ ۶۔۷۔۸۔۹

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ (سورہ فجر)

اے جی چین پکڑے پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر داخل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میرے بہشت میں۔

روح سے یہہ خطاب خواہ موت کے وقت سمجھا جائے یا یوم بعث میں۔ اس سے روح کا جسم ہونا اور موت کے بعد باقی رہنا اظہر من الشمس ہے۔

آیہ ۱۰

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ (سورہ بقرہ ع ۳۵)

اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے رب دکھا مجھ کو کیونکر جلاوے گا تو مردے۔ فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا۔ کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو۔ فرمایا تو پکڑ چار جانور اڑتے۔ پھر ان کو ملا اپنے ساتھ پھر ڈال ہر پہاڑ پر اُن کا ایک ایک ٹکڑا۔ پھر اُن کو پکار آویں تیرے پاس دوڑتے۔ اور جان لے کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اس آیت کے تحت میں تفسیر درمنثور میں ہے۔ اخرج ابن المنذر عن الحسن قال اخذ دیکا وطاوسا وغرابا وحماما فقطع رؤسھن وقوائمھن و اجنحتھن ثم اتی الجبل فوضع علیہ لحما ودما وریشا ثم فرقہ علی

---

[1] وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ ۝ (سورہ حج ع ۴) ترجمہ اور جس نے شریک بنایا اللہ کا سو جیسے گر پڑا آسمان سے پھر اُچکتے ہیں اس کو اڑتے جانور یا لے ڈالا اُس کو ہوا نے کسی دور مکان میں ۱۲ *

Marfat.com

اربعة اجبال ثم نادی ایتها العظام المتمزقة واللحوم المتفرقة والعروق المتقطعة اجتمعن یرد الله فیکن ارواحکن فوثب العظم الی العظم وطارت الریشة الی الریشة وجری الدم الی الدم حتی رجع الی کل طائر دمه ولحمه وریشه ثم اوحی الله الی ابراهیم انک سالتنی کیف احی الموتی وانی خلقت الارض وجعلت فیها اربعة ارواح الشمال والصبا والجنوب والدبور حتی اذا کان یوم القیامة نفخ نافخ فی الصور فیجتمع من فی الارض من القتلی والموتی کما اجتمعت اربعة اطیار من اربعة اجبال ثم قرا ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدة - ترجمہ ابن منذر (متوفی ۳۱۸ھ) نے روایت کی کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایک مرغ ایک مور ایک کوا اور ایک کبوتر لیا - پس اُن کے سر اور ان کے ہاتھ پاؤں اور اُن کے بازو کاٹ ڈالے - پھر آپ پہاڑ کو آئے - اور گوشت اور خون اور پر اس پر رکھ دئے - پھر ان سب کو چار پہاڑوں پر تقسیم کر دیا - پھر یوں پکارا اے پارہ شدہ ہڈیو - اور پراگندہ گوشتو اور کٹی ہوئی رگو - اکٹھے ہو جاؤ - اللہ تمہاری روحیں تم میں پھر ڈال دے گا - پس ہڈی ہڈی کی طرف بھاگی - اور پر پر کی طرف اُڑا - اور خون خون کی طرف چلا یہانتک کہ ہر پرندے کے پاس اس کا خون اور گوشت اور پر آگئے - پھر اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف وحی کی کہ تو نے مجھ سے سوال کیا کہ میں مردوں کو کس طرح زندہ کروں گا - اور میں نے زمین پیدا کی ہے - اور اس میں چار ہوائیں شمالی - غربی - جنوبی - اور شرقی بنائیں - یہانتک کہ جب قیامت کا دن ہو گا - ایک پھونکنے والا صور پھونکے گا - پس جمع ہو جائیں گے جو مقتولین اور مُردے زمین میں ہیں جیسا کہ چار پہاڑوں سے چار پرندے جمع ہو گئے پھر امام حسن بصری نے یہ آیت پڑھی - مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ [۱] انتہے - اس سے

---

[۱] ترجمہ تم سب کا بنانا اور مرے پر جلانا وہ ہے جیسا ایک جی کا - ۱۲

معلوم ہوا کہ پرندوں کی روحیں بھی مرنے کے بعد باقی رہتی ہیں۔ اس مقام پر یہ امر بھی خاص توجہ کے قابل ہے کہ حضرت ابراہیم علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کے حکم سے پرندوں کے گوشت و پوست کو پکارا۔ آج کل اگر کوئی شخص کسی ولی یا بزرگ کے مزار مبارک پر جاکر ندا کرے۔ تو بعض نادان اُسے مشرک بناتے ہیں اللہ تعالےٰ ایسے نادانوں کو سمجھ دے۔

حدیث ۱

عن ام سلمۃ قالت دخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علیٰ ابی سلمۃ و قد شق بصرہ فاغمضہ ثم قال ان الروح اذا قبض اتبعہ البصر فضج ناس من اھلہ فقال لا تدعوا علےٰ انفسکم الا بخیر فان الملائکۃ تؤمنون علیٰ ما تقولون الحدیث رواہ مسلم (مشکوٰۃ - باب ما یقال عند من حضرہ الموت)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ کے پاس آئے اس حال میں کہ اُس کی آنکھ کھلی رہ گئی تھی۔ پس آپ نے اسے بند کر دیا۔ پھر فرمایا کہ جب روح قبض کی جاتی ہے۔ تو نگاہ اُس کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور اس سبب سے آنکھ کھلی رہ جاتی ہے) پس حضرت ابو سلمہ کے اہل خانہ میں سے لوگ فریاد کرنے لگے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ اپنی ذاتوں پر بجز نیکی دُعا نہ کرو۔ کیونکہ فرشتے تمہاری دُعا پر آمین کہتے ہیں الحدیث۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ موت کے وقت روح بدن سے علیحدہ ہو جاتی ہے

حدیث ۲

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا خرجت روح المومن تلقاھا ملکان یصعدانھا قال حماد فذکر من طیب ریحھا و ذکر المسک قال و

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مومن کی روح نکلتی ہے۔ تو اسے دو فرشتے پیش آتے ہیں جو اس کو اوپر لے جاتے ہیں۔ حماد نے کہا کہ پھر ذکر فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کی خوشبو کا اور اس کی کستوری کا فرمایا

Marfat.com

يقول اهل السماء روح طيبة جاءت من قبل الارض صلى الله عليك وعلى جسد كنت تعمرينه فينطلق به الى ربه ثم يقول انطلقوا به الى اٰخر الاجل قال وان الكافر اذا خرجت روحه قال حماد وذكر من نتنها وذكر لعنا ويقول له اهل السماء روح خبيثة جاءت من قبل الارض فيقال انطلقوا به الى الاجل قال ابو هريرة فرد رسول الله صلى الله عليه وسلم ريطة كانت عليه على انفه هكذا رواه مسلم (مشکوٰة باب ما يقال عند من حضره الموت)

کہ آسمان والے کہتے ہیں۔ پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ رحمت بھیجے تجھ پر تیرا پروردگار اور اُس جسم پر جسے تو آباد رکھتی تھی۔ پس وہ رب کی طرف لیجائی جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس کو لے جاؤ آخر اجل تک۔ فرمایا حضور اقدس نے کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے۔ کہا حماد نے کہ حضور نے ذکر فرمایا اس کی بدبو کا اور اس کی لعنت کا۔ اور آسمان والے کہتے ہیں۔ خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے۔ پس کہا جاتا ہے۔ اس کو لے جاؤ آخر اجل تک۔ ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چادر کو جو آپ پر تھی اپنے ناک مبارک پر یوں رکھا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے موت کے بعد روح کا باقی رہنا محتاج بیان نہیں۔

حدیث ۳

عن ابى سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال على اعناقهم فان كانت صالحة قالت قدموني وان كانت غير صالحة قالت لاهلها يا ويلها اين تذهبون بها يسمع صوتها كل شيئ الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق رواه البخاری (مشکوٰة باب المشى بالجنازة والصلوٰة عليها)

حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس وقت میت نعش پر رکھی جاتی ہے۔ تو اُسکو لوگ اپنی گردنوں پر اُٹھاتے ہیں پس اگر میت نکوکار ہو۔ تو کہتی ہے مجھے آگے لیچلو۔ اور اگر نیکو نہ ہو۔ تو اپنے آدمیوں کو کہتی ہے۔ ہائے خرابی اس کی اسے کہاں لیجاتے ہو۔ اُس کی آواز کو انسان کے سوا ہر شے سُنتی ہے۔ اگر انسان سُنے۔ تو بے شک ہلاک ہو جائے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے میت کا نعش پر چلانا اور واویلا کرنا صاف ظاہر ہے۔

Marfat.com

حدیث ۴

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا ابو عامر ثنا
عبد الملك بن حسن الحارثي ثنا سعيد
بن عمرو بن سليم قال سمعت رجلاً
منا قال عبد الملك نسيت اسمه ولكن
اسمه معاوية او ابن معاوية يحدث
عن ابي سعيد الخدري ان النبي صلى الله
عليه وسلم قال ان الميت يعرف من يحمله
من يغسله ومن يدليه في قبره فقال
ابن عمر وهو في المجلس ممن سمعت هذا
قال من ابي سعيد فانطلق ابن عمر الى
ابي سعيد فقال يا ابا سعيد ممن سمعت
هذا قال من النبي صلى الله عليه وسلم
(مسند امام احمد بن حنبل مطبوعہ مصر۔
جزو ثالث۔ صـ۳)

حدیث کی ہم سے عبد اللہ نے کہ حدیث کی مجھ سے میرے باپ نے کہ حدیث کی ہم کو ابو عامر نے کہ حدیث کی ہم کو عبد الملک بن حسن حارثی نے کہ حدیث کی ہم سے سعید بن عمرو بن سلیم نے کہ کہا۔ میں نے ہم میں سے ایک شخص کو سنا (کہا عبد الملک نے کہ میں اس کا نام بھول گیا۔ مگر اس کا نام معاویہ یا ابن معاویہ ہے) کہ ابو سعید خدری سے حدیث کرتا تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ پہچانتا ہے اسے جو اس کو اٹھاتا ہے اور جو اسے غسل دیتا ہے اور جو اسے قبر میں اتارتا ہے۔ یہ سنکر حضرت ابن عمر نے جو اس مجلس میں تھے پوچھا کہ تو نے یہ کس سے سنا۔ انہوں نے کہا ابو سعید سے۔ پس حضرت ابن عمر حضرت ابو سعید کے پاس گئے اور پوچھا۔ اے ابو سعید تو نے یہ کس سے سنا۔ حضرت ابو سعید نے جواب دیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور ابن ابی الدنیا اور مروزی اور ابو منذر نے بھی روایت کیا ہے (شرح الصدور فی احوال الموتے والقبور۔ مطبوعہ مصر صـ۳۲)۔ اس کے شواہد بکثرت ہیں جو شرح الصدور کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ نظر بر اختصار ہم یہاں اور دلائل پیش نہیں کرتے۔

۱؎ عبد الملک کی نسبت امام احمد نے فرمایا کہ لا باس بہ۔ ابن معین نے کہا ثقہ ہے۔ ابو حاتم نے کہا شیخ ہے۔ ابن المدینی نے کہا معروف ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذیب۔ جزء سادس) ۱۲

Marfat.com

اعتراض

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط (آل عمران - ع ۱۹)

ہر جی کو چکھنی ہے موت۔ اور تم کو پورے بدلے ملیں گے دن قیامت کے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر روح کے لئے موت ہے۔

جواب

ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) نے یوں لکھا ہے۔ فان سأل سائل اتموت النفس قلنا نعم لان الله تعالےٰ نص علی ذٰلک فقال کل نفس ذائقة الموت وھذا الموت انما ھو فراقھا الجسد فقط۔ برھان ذٰلک قول الله تعالےٰ اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون۔ وقوله تعالےٰ کیف تکفرون بالله وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم۔ فصح ان الحیاة المذکورة انما ھی ضم الجسد الی النفس وھو نفخ الروح فیه وان الموت المذکور انما ھو التفریق بین الجسد والنفس فقط ولیس موت النفس مما یظنه اھل الجھل واھل الالحاد من انھا تعدم جملة بل ھی موجودة قائمة کما کانت قبل الموت وقبل الحیاة الاولی ولا انھا یذھب حسھا وعلمھا بل حسھا بعد الموت اصح ما کان وعلمھا اتم ما کان وحیاتھا التی ھی الحس والحرکة الارادیة باقیة بحسبھا ابدا اکمل ما کانت قط قال عز وجل وان الدار الاٰخرة لھی الحیوان لو کانوا یعلمون (کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل۔ جزء خامس صفحہ ۶۸) ترجمہ اگر کوئی سائل پوچھے کیا روح مرجاتی ہے؟۔ تو ہم جواب دیتے ہیں کہ ہاں۔ کیونکہ اس پر یہ نص قرآنی موجود ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط۔ اور یہ موت فقط بدن سے اُس کی جدائی ہے۔ اس کی برہان

اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے۔ اَخْرِجُوْا اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ[1]
اور یہ ارشاد الٰہی ہے۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ[2]
ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ۔ پس ثابت ہوا کہ حیات مذکورہ صرف بدن کا روح سے ملانا ہے اور
وہ روح کا اس میں پھونکا جانا ہے اور موت مذکور فقط بدن اور روح میں جدائی
کا نام ہے۔ اور روح کی موت یہ نہیں جیسا کہ جاہل اور بیدین لوگ گمان کرتے
ہیں کہ وہ بالکل معدوم ہو جاتی ہے بلکہ وہ موجود قائم ہے جیسا کہ موت
سے پہلے اور حیات اولی سے پہلے تھی۔ اور نہ روح کی موت یہ ہے کہ
اس کی حس اور اُس کا علم جاتا رہتا ہے۔ بلکہ موت کے بعد اس کا ادراک
پہلے سے زیادہ صحیح اور اس کا علم پہلے سے زیادہ کامل ہوتا ہے اور
اس کی حیات جو حس وحرکت ارادیہ ہے وہ بدستور پہلے سے
اکمل حالت میں باقی رہتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا قول ہے۔ وَاِنَّ الدَّارَ[3]
الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ انتھی۔ علامہ ابن قیم نے لکھا
ہے۔ والصواب ان یقال موت النفوس ھو مفارقتھا لاجسادھا و
خروجھا منھا فان ارید بموتھا ھذا القدر فھی ذائقۃ الموت وان
ارید انھا تعدم وتضمحل وتصیر عدما محضا فھی لاتموت بھذا الاعتبار
بل ھی باقیۃ بعد خلقھا فی نعیم او عذاب حتی یردھا اللہ فی جسدھا
(کتاب الروح۔ ص ۵۲-۵۳)۔ ترجمہ اور درست یوں ہے کہ کہا جائے کہ روحوں کی
موت اُن کا بدنوں سے جدا ہو جانا اور نکل جانا ہے۔ پس اگر روحوں کی موت
سے اتنا ہی مراد ہو۔ تو وہ موت کے چکھنے والی ہیں۔ اور اگر یہ مراد ہو کہ وہ معدوم

---

[1] ترجمہ نکالو اپنی جان۔ آج تم کو ملے گی ذلت کی مار ۱۲
[2] ترجمہ تم کس طرح منکر ہو اللہ سے اور تھے تم مردے۔ پھر اُس نے تم کو جلایا۔ پھر تم کو مارتا ہے۔ پھر تمکو جلاویگا
[3] ترجمہ اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے جینا اگر یہ سمجھ رکھتے ۱۲

ونیست اور عدم محض ہو جاتی ہیں۔ تو ایسی موت روحوں کو نہیں۔ بلکہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے آسایش میں یا عذاب میں یہانتک کہ اللہ تعالےٰ اُسے اُس کے بدن میں پھر ڈالے گا انتہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے (کل نفس ذائقۃ الموت) ای تخرج وتنفک من البدن بادنی شیئ من الموت فکنی بالذوق عن القلۃ۔ ترجمہ (ہر جی کو چکھنی ہے موت) یعنی ہر روح نکلتی ہے اور جدا ہوتی ہے بدن سے ذرا سی موت کے ساتھ۔ پس ذوق کے ساتھ قلت سے کنایہ کیا گیا انتہے۔ اور اِس قول (اور تم کو پورے بدلے ملیں گے دن قیامت کے) میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ بعضے بدلے قیامت سے پہلے ملیں گے۔ اور وہ عذاب و نعیم قبر ہے۔ اسیواسطے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ القبر[1] روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران۔

اعتراض

امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی حنفی (متوفی ۷۱۰ھ) تفسیر مدارک میں لکھتے ہیں۔ (اللہ یتوفی الانفس حین موتہا) الانفس الجمل کما ھی وتوفیہا اماتتہا وھو ان یسلب ما ھی بہ حیۃ حساسۃ دراکۃ۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ روح کی موت یہ ہے کہ جس چیز سے روح زندہ حس کرنے والی اور ادراک کرنے والی ہے وہ سلب کر لی جائے۔

جواب

تفسیر مدارک میں یہ عبارت تفسیر کشاف سے درج کر دی گئی ہے جو جاراللہ زمخشری معتزلی (متوفی ۵۳۸ھ) کی تصنیف ہے۔ اور زمخشری نے حسب

---

[1] ترجمہ: قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے ۱۲۔

عادت اللہ یتوفی الانفس الآیۃ کی تفسیر بھی معتزلہ کے مسلک پر کی ہے جو بالعموم عذاب قبر اور سوال منکر ونکیر کے منکر ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تفسیر مدارک میں یہ عبارت سہواً درج ہوئی ہے۔ جیسا کہ علامہ نسفی کی دیگر تصانیف سے ظاہر ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف کی کتاب کافی شرح وافی میں ہے۔ الروح لا یموت لکنہ زال عن قالب فلان (حاشیہ شلبی علیٰ تبیین الحقائق للزیلعی) یعنی روح نہیں مرتی بلکہ بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔ علامہ نسفی کا کیا ذکر تمام مسلمانوں کا اس امر پہ اتفاق ہے کہ روح باقی رہتی ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی لکھتے ہیں۔ والنفس باقیۃ بعد موت البدن عالمۃ باتفاق المسلمین (شفاء السقام۔ باب تاسع۔ فصل خامس) یعنی مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بدن کی موت کے بعد روح باقی رہتی ہے اور متصف بعلم ہوتی ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔ ذهب اهل الملل من المسلمین وغیرهم الی ان الروح تبقی بعد موت البدن (شرح الصدور۔ صفحہ ۱۲۸) یعنی اہل مذاہب مسلمان و غیر مسلمان اس بات کی طرف گئے ہیں کہ بدن کی موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی تحریر فرماتے ہیں۔ اعلم ان العلماء اختلفوا فی فناء النفس عند القیامۃ واتفقوا علی بقائها بعد موت جسدها (کتاب الدرر والیواقیت مصری جزء ثانی۔ صفحہ ۱۲۱)۔ ترجمہ جان لے کہ علماء نے قیامت کے نزدیک روح کے فناء ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ اور بدن کی موت کے بعد اس کے باقی رہنے پر اتفاق کیا ہے۔ انتہیٰ۔

تیسرا باب

قبر میں روح بدن میں ڈالی جاتی ہے

سنن ابی داؤد میں ہے۔ حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ نا جریر ح و نا ھناد

Marfat.com

ابن السری قال نا ابو معاویة وهذا لفظ هناد عن الاعمش عن المنهال
عن زاذان عن البراء بن عازب قال خرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم
فی جنازة رجل من الانصار فانتهینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول الله
صلی الله علیه وسلم وجلسنا حوله کأنما علی رؤسنا الطیر وفی یده عود
ینکت به فی الارض فرفع راسه فقال استعیذوا بالله من عذاب القبر
مرتین او ثلاثا زاد فی حدیث جریر ههنا وقال انه لیسمع خفق نعالهم
اذا ولوا مدبرین حین یقال له یا هذا من ربک ومادینک ومن نبیک
قال هناد قال ویاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربک فیقول
ربی الله فیقولان له مادینک فیقول دینی الاسلام فیقولان له ما هذا
الرجل الذی بعث فیکم قال فیقول هو رسول الله صلی الله علیه وسلم فیقولان
وما یدریک فیقول قرأت کتاب الله فامنت وصدقت زاد فی حدیث جریر
فذلک قول الله تعالیٰ یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا
وفی الآخرة الآیة ثم اتفقا قال فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی
فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة وافتحوا له بابا الی الجنة قال فیاتیه
من روحها وطیبها قال ویفتح له فیها مد بصره قال وان الکافر فذکر
موته قال وتعاد روحه فی جسده ویاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان
من ربک فیقول هاه هاه لا ادری فیقولان له مادینک فیقول هاه هاه
لا ادری فیقولان ما هذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول هاه هاه لا ادری
فینادی مناد من السماء ان کذب فافرشوه من النار والبسوه من النار
وافتحوا له بابا الی النار قال فیاتیه من حرها وسمومها قال ویضیق علیه
قبره حتی تختلف فیه اضلاعه زاد فی حدیث جریر قال ثم یقیض له اعمی
ابکم معه مرزبة من حدید لو ضرب بها جبل لصار ترابا قال فیضربه بها
ضربة یسمعها ما بین المشرق والمغرب الا الثقلین فیصیر ترابا قال ثم یعاد فیه

Marfat.com

الروح (باب المسألة فی القبر و عذاب القبر)

ترجمہ

حدیث کی ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے کہ خبر دی ہم کو جریر نے۔ (اسناد دیگر) اور خبر دی ہم کو ہناد بن السری نے۔ کہا خبر دی ہم کو ابو معاویہ نے۔ اور یہ لفظ ہے ہناد کا اعمش سے اور اعمش کا منہال سے اور منہال کا زاذان سے اور زاذان کا براء بن عازب سے۔ کہا براء بن عازب نے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار میں سے ایک شخص کے جنازے میں نکلے۔ پس آخر ہم قبر تک پہنچے اور وہ دفن نہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ اور ہم آپ کے گرد (ادب سے ایسے چپ چاپ) بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے۔ اور آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ جس سے آپ زمین کریدتے تھے۔ پس آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ قبر کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔ یہ آپ نے دو یا تین دفعہ فرمایا۔ حدیث جریر میں راوی نے یہ زیادہ کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مُردہ بے شک جنازے کے ساتھیوں کی آواز سنتا ہے جب اسے دفن کر کے لوٹتے ہیں جس وقت اسے کہا جاتا ہے۔ اے فلاں تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ اور تیرا نبی کون ہے۔ ہناد نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ پس اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجے گئے۔ وہ کہتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ تجھے کیونکر معلوم ہوا۔ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ پس میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کو سچا جانا۔ حدیث جریر میں راوی نے یہ زیادہ کیا ہے۔ پس اس کا شاہد اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے۔ یثبت اللہ[1]

---

[1] ترجمہ مضبوط کرتا ہے وہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ (سورۃ ابراہیم ع)

Marfat.com

الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الاٰخرة الآیة۔ پھر دونوں کا اتفاق ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ پس اس کے لئے بہشت سے ایک فرش بچھا دو۔ اور بہشت سے ایک لباس پہنا دو۔ اور اس کے لئے بہشت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ فرمایا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اُسے بہشت کی راحت و خوشبو آتی ہے اور اس کے لئے قبر میں اس کی حد نگاہ تک کشادگی کر دی جاتی ہے۔ فرمایا حضور اقدس نے کہ رہا کافر۔ سو آپ نے اس کی موت کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ اس کی روح اس کے بدن میں پھر ڈالی جاتی ہے۔ اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اور اُسے بٹھلاتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اسے کہتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ یہہ شخص کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پس آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ یہہ جھوٹ بولا۔ پس اس کے لئے دوزخ سے ایک فرش بچھا دو۔ اور دوزخ سے ایک لباس پہنا دو۔ اور اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے دوزخ کی گرمی اور ہوا آتی ہے۔ اور فرمایا کہ اس پر قبر تنگ کی جاتی ہے یہانتک کہ اس میں اس کی پسلیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ حدیث جریر میں راوی نے یہہ زیادہ کیا ہے کہ فرمایا حضورؐ اقدس نے۔ پھر اس پر مقرر کیا جاتا ہے ایک اندھا گونگا فرشتہ جس کے پاس لوہے کی ایک ایسی گرز ہوتی ہے کہ اگر اُسے پہاڑ پر مارے۔ تو پہاڑ مٹی ہو جائے۔ پس وہ اس گرز سے ایک ضرب لگاتا ہے کہ جسے انس و جن کے سوا مشرق و مغرب کے درمیان تمام موجودات سنتی ہے۔ پس وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ حضور اقدس نے فرمایا کہ اس میں پھر روح ڈالی جاتی ہے۔ انتہے۔

مشکوٰة شریف میں یہہ حدیث بروایت امام احمد منقول ہے۔ جس پر مرقات میں یوں لکھا ہے۔ قال میرک وھو حدیث حسن وقال السیوطی ودواہ

ابو داؤد فی سننہ والحاکم فی مستدرکہ وابن ابی شیبۃ فی مصنفہ و البیہقی فی کتاب عذاب القبر والطیالسی وعبد فی مسندیہما وھناد بن السّری فی الزھد وابن جریر وابن ابی حاتم وغیرہ من طرق صحیحۃ۔

یعنی کہا میرک نے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور کہا سیوطی نے کہ اس حدیث کو روایت کیا ہے صحیح طریقوں سے ابو داؤد نے اپنی سنن میں۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں۔ بیہقی نے کتاب عذاب القبر میں۔ طیالسی اور عبد بن حمید نے اپنی اپنی مسند میں۔ ھناد بن سری نے زہد میں اور ابن جریر وابن ابی حاتم وغیرہ نے انتہٰی۔ امام الدنیا رئیس المجتہدین سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد مرتضےٰ حسینی تحریر فرماتے ہیں۔ ابو حنیفۃ عن علقمۃ بن مرثد عن سعد بن عبیدۃ عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلم قال اذا وضع المومن فی قبرہ اتاہ الملک فاجلسہ فیقول من ربّک فیقول ربی اللہ قال من نبیّک قال محمّد قال وما دینک فیقول الاسلام دینی قال فیفسح لہ فی قبرہ ویری مقعدہ من الجنّۃ واذا کان کافرًا اجلسہ الملک فیقول من ربّک قال ھاہ کالمضلّ شیئًا فیقول من نبیّک فیقول ھاہ کالمضلّ شیئًا فیقول ما دینک فیقول ھاہ کالمضلّ شیئًا فیضیق علیہ قبرہ ویری مقعدہ من النّار فیضربہ ضربۃ یسمعہ کل شیئ الا الثقلین الجن والانس ثم قرأ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یثبت اللہ الّذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدّنیا وفی الاٰخرۃ ویضلّ اللہ الظّٰلمین ویفعل اللہ ماشاء۔ قال لحارثی ھٰکذا رواہ عامر بن الفرات عن ابی حنیفۃ وھو اصح الاسانید وقد اختلف فیہ فرواہ الاعمش وشعبۃ عن علقمۃ عن سعد بن عبیدۃ عن البراء بن عازب وعامر بن الفرات ثقۃ حفظ الحدیث علی وجہہ و

Marfat.com

ساق الاسناد علی السواء وعلم من روایة الجماعة ان الرجل المبهم فی روایة الامام هو البراء واللہ اعلم۔ واخرجہ احمد فی حدیث طویل وفیہ زیادۃ ونقص وکذا الطیالسی وابن ابی شیبۃ وابن منیع ورواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ باختصار وفی المتفق علیہ من حدیث البراء ان المسلم اذا سئل فی قبرہ شہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فی قبرہ فذلک قولہ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت (عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفہ۔ مطبوعہ مصر۔ باب سوال القبر وعذابہ)۔ ترجمہ۔ امام ابوحنیفہ نے روایت کی علقمہ بن مرثد سے۔ علقمہ نے سعد بن عبیدہ سے۔ سعد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جب مومن قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ تو فرشتہ اس کے پاس آتا ہے۔ اور اُسے بٹھاکر پوچھتا ہے تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔ وہ پوچھتا ہے۔ تیرا نبی کون ہے وہ کہتا ہے۔ محمدؐ۔ وہ پوچھتا ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ پس اس کے لئے قبر میں کشادگی کردی جاتی ہے۔ اور وہ بہشت میں اپنی جگہ دیکھتا ہے۔ اگر مردہ کافر ہو۔ تو فرشتہ اُسے بٹھاکر پوچھتا ہے۔ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے جیساکہ وہ شخص جس کی کوئی شے گم ہوجائے پھر وہ پوچھتا ہے۔ تیرا نبی کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے جیساکہ وہ شخص جس کی کوئی شے گم ہوجائے۔ پھر وہ پوچھتا ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے جیساکہ وہ شخص جس کی کوئی شے گم ہوجائے۔ پس اس پر اس کی قبر تنگ ہوجاتی ہے۔ اور وہ دوزخ میں اپنی جگہ دیکھتا ہے۔ اور فرشتہ اس کو ایسی مار مارتا ہے کہ جسے جن وانس کے سوا ہر شے سنتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (بطور شاہد) یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت

Marfat.com

فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ ویضل اللہ الظٰلمین ویفعل اللہ ما یشاء۔ حارثی[1] نے کہا کہ اس حدیث کو عامر بن فرات نے امام ابوحنیفہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور یہہ سب اسنادوں سے زیادہ صحیح اسناد ہے۔ اور اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اس کو امام اعمش و شعبہ نے علقمہ سے اور علقمہ نے سعد بن عبیدہ سے اور سعد نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے واللہ اعلم۔ اور امام احمد نے اسے ایک لمبی حدیث میں روایت کیا ہے اور اس میں کمی بیشی ہے۔ اور اسی طرح طیالسی و ابن ابی شیبہ و ابن منیع نے روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے اسے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔ اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث براء میں ہے کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی قبر میں شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یہی معنے ہیں اللہ تعالےٰ کے اس قول کے۔ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت۔ انتہی۔

سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورۂ بالا میں بنابر اختصار اعادۂ روح کا ذکر نہیں۔ لہٰذا اس سے یہہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ امام صاحب اعادۂ روح کے قائل نہیں۔ فقہ اکبر میں یہہ صاف لکھا ہے۔ واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق۔ یعنی قبر میں بندے کی طرف روح کا لوٹایا جانا حق ہے۔ حدیث زیر بحث میں الفاظ (فتعاد روحہ فی جسدہ) کے تحت میں ملا علی

---

[1] عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث بن الخلیل الحارثی السبذموتی ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور شوال ۳۴۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ بخارا کے ایک گاؤں سبذمون میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کو سبذمونی کہتے ہیں۔ آپ اُستاد کے لقب سے مشہور ہیں۔ ابو عبد اللہ بن مندہ نے آپ سے اکثر حدیثیں روایت کی ہیں۔ آپ نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک مسند تصنیف فرمائی۔ اور امام صاحب کے مناقب میں کتاب کشف الآثار فی مناقب ابی حنیفہ لکھی۔ دیکھو الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ ۱۲

القاری حنفی نے مرقات میں یوں لکھا ہے۔ ظاہر الحدیث ان عود الرّوح الی جمیع اجزاء بدنہ فلا التفات الی قول البعض بان العود انّما یکون الی البعض ولا الی قول ابن حجر الی نصفہ فانّہ لا یصح ان یقال من قبل العقل بل یحتاج الی صحۃ النقل۔ یعنی ظاہر حدیث یہ ہے کہ روح کا لوٹنا بدن کے تمام اجزاء کی طرف ہوتا ہے۔ لہذا بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ روح کا اعادہ بعض اجزاء کی طرف ہوتا ہے۔ ان کا قول قابل توجہ نہیں اور نہ ابن حجر کا قول کہ اعادہ نصف بدن تک ہوتا ہے قابل التفات ہے۔ کیونکہ اپنی عقل سے کہنا درست نہیں بلکہ صحیح نقل کی ضرورت ہے انتہے۔ امام نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) شرح مسلم (باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ واثبات عذاب القبر) میں یوں لکھتے ہیں۔ ثمّ المعذّب عند اھل السنۃ الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الرّوح الیہ او الی جزء منہ یعنی پھر معذب اہل سنت کے نزدیک جسم بعینہ ہے یا اس کا بعض بعد ازاں کہ روح اس کی طرف یا اس کے ایک جزء کی طرف لوٹائی جائے۔ انتہے۔ ابن حزم ظاہری جس کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں صرف روح کو سوال ہوتا ہے۔ یوں اعتراض کرتا ہے

پہلا اعتراض

جس کا یہ ظن ہے کہ مردہ قبر میں قیامت سے پہلے زندہ کیا جاتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ کیونکہ آیات ذیل اس کو جھٹلاتی ہیں۔

(۱) قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ (مومن ۔ ع ۲)	بولے اے رب ہمارے۔ تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور زندگی دے چکا ہم کو دو بار۔ اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے۔ پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی راہ۔

Marfat.com

(۲) کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (بقرہ - ۳)

تم کس طرح منکر ہو اللہ سے اور تھے تم مُردے - پھر اس نے تم کو جلایا - پھر تم کو مارتا ہے - پھر جِلا دے گا - پھر اُسی پاس اُلٹے جاؤ گے -

(۳) اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (زمر - ۵)

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا - اور جو نہیں مریں اپنی نیند میں پس رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھیرایا - اور بھیجتا ہے دوسروں کو ایک ٹھیرے وعدے تک - البتہ اس میں پتے ہیں ان کو جو دھیان کریں -

پہلی دو آیتوں سے ظاہر ہے کہ انسان کے لئے دو دفعہ حیات اور دو دفعہ موت ہے - کیونکہ جب باپ کی پشت اور ماں کے رحم میں نطفہ ہوتا ہے - تو مردہ ہوتا ہے - پھر نفخ روح سے زندہ ہو جاتا ہے - پھر حیات دنیوی کے بعد مر جاتا ہے - پھر قیامت کو زندہ کیا جائے گا - لہذا اگر قبر میں پھر زندہ کیا جائے - تو ہر ایک کے لئے تین بار حیات اور تین بار موت ہو جائے گی اور یہ خلاف قرآن ہے - مگر جسے اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کے لئے بطور معجزہ زندہ کیا وہ مستثنےٰ ہے - چنانچہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ (کیا تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے - پھر کہا اللہ نے اُن کو مر جاؤ - پیچھے ان کو جِلا دیا) - اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ (یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر - بولا کہاں

Marfat.com

جلاوے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے۔ پھر مار رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس۔ پھر اٹھایا اس کو)۔ اسی طرح تیسری آیت سے ظاہر ہے کہ موت کے بعد اللہ تعالےٰ روح کو روک لیتا ہے۔ پس نص قرآن سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے روحیں اپنے بدنوں کی طرف نہ لوٹائی جائیں گی۔ (کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل۔ جزء رابع۔ صـ ۶۶)۔

جواب

علامہ ابن قیم نے اس اعتراض کا یوں جواب دیا ہے کہ ابن حزم کے اس قول (جس کا یہ ظن الخ) میں اجمال ہے۔ اگر اس سے اس کی مراد ویسی حیات ہو جو دُنیا میں ہوتی ہے کہ جس میں روح بدن کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ اور اُس بدن میں تدبیر و تصرف کرتی ہے۔ اور بدن اس کے ساتھ کھانے پینے پہننے کا محتاج ہوتا ہے۔ تو یہ خطا ہے۔ اور نص کی طرح حس و عقل بھی اس کی تکذیب کرتی ہے۔ اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اعادۂ روح سے حیات دنیوی کے مغائر ایک حیات حاصل ہو جاتی ہے جس سے قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے اور اس کا امتحان ہوتا ہے۔ تو یہ حق ہے۔ اور اس کا نہ ماننا خطا ہے۔ اور اسی پر نص صحیح صریح دلالت کرتی ہے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ ثُمَّ تعاد روحہ فی جسدہٖ (پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے)۔ پہلی دو آیتیں بدن میں اس روح کے عارضی اعادہ کی نافی نہیں جیسا کہ بنی اسرائیل کا مقتول[1] جس کو اللہ تعالےٰ

[1] بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا۔ اس کا قاتل معلوم نہ تھا۔ اُس کے وارث ہر کسی پر دعوے کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اس طرح اس مردے کو زندہ کیا۔ اُس نے بتایا کہ ان وارثوں ہی نے مجھے مارا تھا۔ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا الآیات (بقرہ۔ ع ۹) میں اسی قصے کی طرف اشارہ ہے ۱۲ +

Marfat.com

نے قتل کے بعد زندہ کیا پھر مار دیا اس کی عارضی حیات سوال کے لئے معتد بہا نہ سمجھی گئی۔ کیونکہ وہ ایک لحظ کے لئے زندہ کیا گیا کہ کہا فلاں شخص نے مجھے قتل کیا پھر مر گیا۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول مذکور حیات مستقرہ پر دلالت نہیں کرتا۔ صرف بدن کی طرف اعادہ روح اور اس کے ساتھ تعلق پر دلالت کرتا ہے۔ اور بدن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے خواہ بدن بوسیدہ و پراگندہ ہو جائے۔ اس میں راز یہہ ہے کہ روح کو بدن سے پانچ قسم کا تعلق ہے اور ہر قسم کے احکام مختلف ہیں۔ اول روح کا تعلق بدن سے ماں کے پیٹ میں جنین ہونے کی حالت میں۔ دوم روح کا تعلق بدن سے پیدایش کے بعد۔ سوم روح کا تعلق بدن سے سونے کی حالت میں کہ ایک طرح سے اُسے بدن سے تعلق ہوتا ہے اور ایک طرح سے جدائی ہوتی ہے۔ چہارم روح کا تعلق بدن سے برزخ میں۔ کیونکہ اگرچہ روح اس سے جدا ہوتی ہے۔ مگر ایسا فراق کلی نہیں ہوتا کہ اُسے بدن کی طرف بالکل التفات نہ رہے۔ اور وہ جو احادیث و آثار میں آیا ہے کہ جب مسلمان اپنے مردہ دینی بھائی کی قبر پر گذرے اور اُسے سلام کہے۔ تو اللہ تعالےٰ اُس کی روح اس کی طرف لوٹا دیتا ہے یہانتک کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ وہ ایک خاص اعادہ ہے جو قیامت سے پہلے بدن کی حیات کا موجب نہیں۔ پنجم روح کا تعلق بدن سے قیامت کے دن۔ یہہ تعلق سب تعلقات سے اکمل ہے اور پہلے انواع تعلق کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ کیونکہ یہہ ایسا تعلق ہے کہ جس کے ساتھ بدن نہ موت کو قبول کرے گا اور نہ فساد کو۔ تیسری آیت میں جو یہہ مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ اس روح کو روک لیتا ہے جس پر موت کا حکم ہو چکا۔ سو یہہ اس امر کا نافی نہیں کہ روح اپنے مردہ بدن کی طرف کسی وقت میں عارضی طور پر اس طرح لوٹائی جائے کہ ایسی حیات کا موجب نہ ہو جو دنیا میں ہوتی ہے۔ جس طرح سونے والے کی حیات حالانکہ وہ زندہ ہوتا ہے جاگنے

۱ دیکھو شرح الصدور فی احوال الموتے والقبور للسیوطی۔ صفحہ ۱۲

Marfat.com

والے کی حیات سے مغائر ہوتی ہے (کیونکہ نیند موت کی بہن ہے) اور سونے والے پر حیات کے اطلاق کی نافی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اعادۂ روح کے وقت میت کی حیات زندہ کی حیات سے مغائر ہوتی ہے۔ اور یہ ایسی حیات ہوتی ہے کہ میت پر موت کے اطلاق کی نافی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ایک حالت موت و حیات کے بین بین ہے جیساکہ نیند ان دونوں کے بین بین ہے۔ اس تقریر پر غور کرنے سے بہت سے اشکال دور ہو سکتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۶۷-۶۹)

شیخ الاسلام تقی الدین سبکی یوں تحریر فرماتے ہیں۔ وقولہ تعالٰی۔ واحییتنا اثنتین ای حیاۃ المسألۃ فی القبر وحیاۃ الحشر لانھما حیاتان عرفوا اللہ بھما والحیاۃ الاولی فی الدنیا لم یعرفوا اللہ بھا (شفاء السقام۔ باب تاسع۔ فصل ثالث)۔ ترجمہ اللہ تعالٰی کا قول (اور تو زندگی دے چکا ہم کو دوبار) یعنی قبر میں سوال کی زندگی اور حشر کی زندگی کیونکہ یہ دو زندگیاں وہ ہیں کہ جن سے اُن کفار نے اللہ کو پہچانا۔ اور دنیا میں پہلی زندگی جس سے اُنہوں نے اللہ کو نہ پہچانا انتہے۔ شیخ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ انسان کی حیات چھ بار ہے۔ (۱) یوم الست[۱] میں جب کہ وہ پشت آدمؑ سے چیونٹیوں کی مانند نکالے گئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ دو دفعہ ہوا۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ ارواح بلا اجسام تھیں۔ مگر اہل سنت کے نزدیک حق یہ ہے کہ وہ اجسام سے مرکب تھیں۔ بعض گروہ نے اس سے انکار کیا ہے۔ اور بیضاوی وغیرہ سے تعجب ہے کہ وہ ان کے موافق ہے حالانکہ بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ اس سے انکار کرنا دین

---

[۱] وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا (اعراف ۲۲ع) ترجمہ اور جب وقت نکالا تیرے رب نے آدم کے بیٹوں کی پیٹھ سے ان کی اولاد اور اقرار کروایا ان سے ان کی جان پر۔ کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا۔ بولے البتہ ہم قائل ہیں۔

میں الحاد ہے۔ (۲) حیات دنیوی جسے ہر ایک جانتا ہے۔ (۳) قبر میں منکر و نکیر کے سوال کے لئے زندہ کرنا۔ (۴) احیاء ابراہیمی جس وقت کہ حضرت ابراہیم علےٰ نبینا و علیہ الصّلاۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے وقت پکار کر کہا[1] الا ان ربکم قد بنی لکم بیتا فحجوہ الحدیث (دیکھو تمہارے رب نے تمہارے واسطے ایک گھر بنا دیا۔ پس تم اس کا حج کرو)۔ (۵) احیاء محمدی۔ امام قشیری (متوفی ۴۶۵ھ) نے کتاب تحبیر فی علم التذکیر میں (اسمائے حسنےٰ میں سے) وہاب کے ذکر میں لکھا ہے کہ حضرت موسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصّلاۃ والسّلام نے عرض کی۔ یارب میں توراۃ میں ایک امت دیکھتا ہوں کہ جن کی انجیلیں ان کے سینوں میں ہیں۔ وہ کون ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وہ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے پھر اللہ تعالےٰ اس اُمت محمدیہ کے خصال جمیلہ بیان کرنے لگا یہاں تک کہ حضرت موسےٰ ان کی ملاقات کے مشتاق ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تو ان کو نہ ملے گا۔ لیکن اگر چاہے۔ تو میں تجھ کو ان کی آواز سنا دیتا ہوں۔ پس خدا پاک نے امت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام کو پکارا حالانکہ وہ اپنے آباء و اجداد کی پشتوں میں تھے۔ وہ بولے۔ لبیک یا ربّنا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تمہارے سوال کرنے سے پہلے میں نے تم کو عطا کر دیا۔ اور بخشش مانگنے سے پہلے تم کو بخش دیا۔ امام قشیری نے اسے ذکر کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے۔ (۶) احیاء ابدی یعنی ہمیشہ کی زندگی جب کہ موت ذبح کی جائے گی اور کہا جائے گا اے اہل بہشت تمہارے واسطے ہمیشگی بغیر موت کے ہے۔ اور اے اہل دوزخ تمہارے

---

[1] وَاَذِّن فِی النَّاسِ بِالحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ (حج - ۳) ترجمہ اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آویں تیری طرف پاؤں چلتے اور سوار ہو کر دُبلے دُبلے اونٹوں پر چلے آتے راہوں دور سے انتہے۔ اس آیت کے متعلق موضح القرآن میں ہے کہ ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے پکارا کہ لوگو تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کو آؤ۔ باپ کی پشت میں لبیک کہا جن کی قسمت میں حج ہے ایک بار دو بار یا زیادہ

Marfat.com

واسطے ہمیشگی بغیر موت کے ہے۔ یہہ حیاتیں اور موتیں آیہ (ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین) کے مخالف نہیں۔ کیونکہ یہہ قول کفار ہے۔ اگر ہم اس کی صحت کو تسلیم کرلیں۔ تو اس میں حصر نہیں کہ حیات و موت بس دو ہی بار ہوگی۔ لہذا دو سے زیادہ جائز ہوئیں۔ اور اگر ہم حصر کو بھی تسلیم کرلیں۔ تو حیات و موت کا دو بار ہونا باعتبار قول مشہور ہے جسے سب جانتے ہیں (فتاوے حدیثیہ۔ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۱-۹۲)۔

دوسرا اعتراض

ابن حزم کا دوسرا اعتراض حدیث براء بن عازب پر ہے جو سنن ابی داؤد میں ہے۔ اور وہ اعتراض بدیں الفاظ ہے۔ ولم یأت قط عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی خبر یصح ان ارواح الموتی ترد الی اجسادھم عند المسئلة ولو صح ذلك عنه علیه السلام لقلنا به فاذا لا یصح فلا یحل لاحد ان یقوله وانما انفرد بھذہ الزیادة من رد الارواح المنھال بن عمرو وحدہ ولیس بالقوی ترکه شعبة وغیرہ وسائر الاخبار الثابتة علی خلاف ذلك وھذا الذی قلنا ھو الذی صح ایضا عن الصحابة رضی اللہ عنھم۔ (کتاب الفصل۔ جزء رابع۔ صفحہ ۶۲)۔ ترجمہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث میں یہہ نہیں آیا کہ مردوں کی روحیں بدنوں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں گر یہہ امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا۔ تو ہم اس کے قائل ہوتے۔ چونکہ یہہ ثابت نہیں۔ اس لئے کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس کا قائل ہو۔ قبر میں سوال کے وقت رد ارواح کا ذکر فقط منہال بن عمرو نے کیا ہے اور وہ قوی نہیں۔ شعبہ وغیرہ نے اُسے ترک کردیا ہے اور باقی تمام احادیث ثابتہ اس کے خلاف ہیں اور جو ہم نے کہا یہی صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

جواب

علامہ ابن قیم نے اس اعتراض کا یوں جواب دیا ہے کہ ابن حزم نے جو یہہ کہا کہ

Marfat.com

یہہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ صرف منہال بن عمرو ہی نے اسے روایت کیاہے اور وہ قوی نہیں۔ سواس کا یہہ قول ہرزہ سرائی ہے۔ کیونکہ یہہ حدیث صحیح ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اور زاذان کے علاوہ اسے براء بن عازب سے ایک جماعت نے روایت کیاہے جن میں عدی بن ثابت اور محمد بن عقبہ اور مجاہد ہیں۔ چنانچہ حافظ ابوعبداللہ بن مندہ (متوفی ۳۹۵ھ) نے کتاب الروح والنفس میں بروایت عدی بسند متصل (اخبرنا محمد بن یعقوب بن یوسف ثنا محمد بن اسحٰق الصّفار انا ابوالنضر ھاشم بن القاسم حدثنا عیسی بن المسیب عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب) نقل کیاہے۔ کہ ملک الموت مومن کی روح کو قبض کرنے کے بعد عرش تک لیجاتاہے۔ وہاں اس کا نام علیین میں لکھا جاتاہے۔ اور خدا حکم دیتاہے کہ میرے بندے کواس کے خوابگاہ میں لے جاؤ کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کیاہے کہ میں نے ان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر مٹی میں ان کو پہنچاؤں گا اور مٹی ہی میں سے ایک اور دفعہ ان کو نکالوں گا۔ اس کے بعد یہہ الفاظ ہیں۔ فیرد الی مضجعۃ فیاتیہ منکر و نکیر یثیران الارض بانیابھما ویفحصان الارض باشعارھما فیجلسانہ ثم یقال لہ یا ھذا من ربّك الحدیث (پس وہ اپنے خوابگاہ کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ پھر منکر اور نکیر اپنے دانتوں سے زمین کو چیرتے ہوئے اور اپنے بالوں سے زمین کو کھودتے ہوئے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھا جاتاہے اے فلان تیرا رب کون ہے۔ الحدیث)۔ اس حدیث کو امام احمد اور محمود بن غیلان وغیرہ نے ابوالنضر سے روایت کیاہے۔ اُس روایت میں یہہ الفاظ ہیں۔ ان الارواح تعاد الی القبور وان الملکین یجلسان المیت ویستنطقانہ (روحیں قبروں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں۔ اور دو فرشتے مُردے کو بٹھاتے ہیں اور اُسے بلاتے ہیں)۔ پھر ابن مندہ نے اس حدیث کو محمد بن سلمہ کے طریق سے اس نے خصیف جزری سے اُس نے مجاہد سے اُس نے

براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ روایت مجاہد میں مومن کی روح کے ذکر کے بعد کافر کی نسبت یہہ الفاظ ہیں۔ اذا وضع الکافر فی قبرہ اتاہ منکر ونکیر فیجلسانہ فیقولان لہ من ربك فیقول لا ادری فیقولان لہ لا دریت فیضربانہ ضربہ فیصیر رمادا ثم یعاد فیجلس الحدیث (جب کافر قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو منکر اور نکیر اس کے پاس آتے ہیں۔ اور اُسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میں نہیں جانتا۔ پس وہ اُسے کہتے ہیں تو نے نہ جانا اور اُسے ایسی مار مارتے ہیں کہ وہ خاکستر ہو جاتا ہے۔ پھر اسے درست کر کے بٹھایا جاتا ہے الحدیث)۔ غرض یہہ حدیث ثابت ومشہور ومستفیض ہے۔ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اور آئمہ حدیث میں سے کوئی ایسا معلوم نہیں ہوتا جس نے اس میں طعن کیا ہو۔ بلکہ اس کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اسے قبول کیا ہے۔ اور عذاب ونعیم قبر۔ سوال منکر ونکیر۔ قبض ارواح۔ اور ارواح کے اللہ کے سامنے پہنچنے اور پھر قبر میں واپس آنے کے بارے میں اس کو اصول دین میں سے ایک اصل قرار دیا ہے۔ خلاصہ کلام یہہ کہ زاذان کے علاوہ اس حدیث کو عدی بن ثابت اور مجاہد بن جبر اور محمد بن عقبہ وغیرہم نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ اور امام دار قطنی نے ایک علیحدہ رسالے میں اس حدیث کے طریقوں کو جمع کیا ہے۔ زاذان ثقات میں سے ہے جس نے اکابر صحابہ حضرت عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں اور صحیح مسلم کے راویوں میں سے ہے۔ یحیے بن معین نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ حمید بن ہلال سے جب زاذان کی نسبت پوچھا گیا۔ تو جواب دیا کہ ثقہ ہے۔ ایسے راویوں کی نسبت سوال نہ کرنا چاہیئے۔ ابن عدی نے کہا کہ زاذان جب ثقہ سے روایت کرے۔ تو اس کی حدیثیں لا باس بہا ہیں۔ منہال بن عمرو کی نسبت جو ابن حزم نے کہا کہ اس زیادت (فتعاد روحہ فی جسدہ) کو اُسی نے روایت کیا ہے اور اُسے ضعیف بتایا۔ سو یہہ درست نہیں۔ کیونکہ منہال ثقات عدول میں سے ہے۔ چنانچہ ابن معین کا قول ہے کہ منہال ثقہ ہے۔ اور عجلی نے

کہا کہ وہ کوئی ثقہ ہے اور بڑی سے بڑی بات جو اس کی نسبت بیان کی گئی ہے یہ ہے کہ اس کے گھر سے گانے کی آواز سُنی گئی - مگر یہ امر اس کی روایت میں موجب قدح نہیں اور اس کی حدیث کے ترک کرنے کا باعث نہیں ہو سکتا - لہذا ابن حزم کی تضعیف لاشئی ہے کیونکہ اس نے بجز تفرد کے تضعیف کی کوئی وجہ نہیں بتائی - اور ہم نے بیان کر دیا کہ وہ زیادت مذکورہ کے ساتھ متفرد نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ اوروں نے بھی اسے روایت کیا ہے - اور وہ سب کے سب صحیح حدیثیں ہیں جن میں کوئی نقص نہیں - ابن حزم کے سوا کسی اور نے یہ جرح کی ہے کہ زاذان نے حضرت براء سے سماع نہیں کیا - مگر یہ درست نہیں - کیونکہ ابو عوانہ اسفرائینی نے اسے اپنی صحیح میں بالاسناد روایت کیا ہے اور کہا ہے عن ابی عمر زاذان الکندی قال سمعت البراء بن عازب - اور حافظ ابن مندہ نے کہا کہ یہ اسناد متصل مشہور ہے - اسے ایک جماعت نے حضرت براء سے روایت کیا ہے - اگر ہم حدیث براء سے قطع نظر بھی کریں - تو باقی احادیث صحیحہ اس میں صریح ہیں - مثلاً حدیث ابن ابی ذئب عن محمد بن عمرو بن عطاء عن سعید بن یسار عن ابی ہریرۃ جس میں روح خبیثہ کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھلنے کے بعد یوں مذکور ہے - فترسل بین السماء والارض فتصیر الی القبر فیجلس الرجل الصالح فی قبرہ غیر فزع الحدیث (پس وہ آسمان و زمین کے درمیان پھینکی جاتی ہے - پس قبر کی طرف آتی ہے - پس نیک آدمی اپنی قبر میں بے خوف بیٹھتا ہے الحدیث) - حافظ ابو نعیم نے کہا کہ اس حدیث ابی ہریرہ کے ناقلین کی عدالت پر اتفاق ہے - چنانچہ امام بخاری و امام مسلم دونوں ابن ابی ذئب اور محمد بن عمرو بن عطاء اور سعید بن یسار پر متفق ہیں اور یہ ان دونوں کی شرط پر ہیں - اور اس حدیث ابی ہریرہ کو بڑے بڑے متقدمین (مثلاً ابن ابی فدیک اور عبد الرحیم بن ابراہیم) نے ابن ابی ذئب سے روایت کیا ہے - حافظ ابن مندہ نے اعادۂ روح کے ثبوت میں ایک اور حدیث باسناد متصل (ثنا محمد بن الحسین

بن الحسن ثنا محمد بن یزید النیسا بوری ثنا حماد بن قیراط ثنا محمد بن الفضل
عن یزید بن عبد الرحمٰن الصائغ البلخی عن الضحاک بن مزاحم عن ابن
عباس) نقل کی ہے جس میں یہہ الفاظ ہیں۔ فید خلون ذٰلک الروح بین
جسدہ واکفانہ (پس فرشتے اس روح کو اس کے بدن اور کفن کے درمیان
داخل کرتے ہیں -ابن تیمیہ نے کہا کہ احادیث صحیحہ متواترہ اس امر پر دلالت کرتی
ہیں کہ منکر و نکیر کے سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اور روح
کے بغیر بدن سے سوال ایک گروہ کا قول ہے -جس کو جمہور تسلیم نہیں کرتے۔ اس
گروہ کے مقابلے میں دوسرا گروہ کہتا ہے کہ سوال تو روح سے ہوتا ہے نہ کہ
بدن سے۔ ابن مرہ و ابن حزم وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔ مگر یہہ دونوں گروہ
غلطی پر ہیں۔ اور احادیث صحیحہ ان کی تردید کر رہی ہیں۔ اور اگر سوال فقط
روح سے ہوتا۔ تو قبر کو روح سے کوئی اختصاص نہ ہوتا۔ (تفصیل کے لیئے
دیکھو کتاب الروح صفحہ ۷۲ تا ۸۰)۔ حدیث زیر بحث کی نسبت شیخ الاسلام
تقی الدین سبکی لکھتے ہیں کہ اس کو ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اپنی مسندوں
میں روایت کیا ہے جن میں امام احمد اور عبد بن حمید اور علی بن معبد (کتاب
الطاعۃ والمعصیۃ میں) وغیرہ ہیں۔ اور ان سب کے اسناد کے راوی ثقہ ہیں۔
ابن حزم نے اس حدیث میں منہال بن عمرو کے سبب کلام کیا ہے۔ اور یہہ کلام
بے سود ہے۔ کیونکہ منہال بن عمرو صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہے۔ اور کئی
آئمہ نے اسے ثقہ کہا ہے جن میں سے یحییٰ بن معین ہیں۔ اور اس میں کلام اس
جہت سے ہے کہ امام شعبہ نے اسے ترک کر دیا ہے۔ اور عبد الرحمن بن مہدی نے
کہا کہ شعبہ کے ترک کی وجہ یہہ ہے کہ شعبہ نے اس کے گھر سے راگ کے ساتھ
قرأت کی آواز سنی۔ جب یہہ سبب معلوم ہو گیا۔ تو شعبہ کا اس کو ترک کرنا مضر
نہیں۔ کیونکہ عالموں کی ایک جماعت اس کی اباحت کی قائل ہے۔ اور اس قسم
کی جس چیز میں اختلاف ہو اس سے روایت و شہادت رد نہیں ہو سکتی بالخصوص

Marfat.com

جبکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ آواز منہال کی تھی۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے گھر میں کسی اور کی آواز ہو اور اسے اس کا علم نہ ہو۔ حاصل کلام یہ کہ اس قدح کی کوئی وجہ نہیں۔ اور منہال بن عمرو کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ وہ ان راویوں میں سے ہیں جن کی حدیث سے احتجاج ہوسکتا ہے۔ اور منہال بن عمرو کے سبب اعادۂ روح کے انکار و تضعیف کے کوئی معنی نہیں جبکہ باقی احادیث متفق علیہا سماع و کلام اور قعود وغیرہ پر دلالت کرتی ہیں جو مستلزم حیات وعود روح ہیں۔ امام بغوی نے شرح السنہ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردہ جوتیوں کی آواز سُنتا ہے جس وقت لوگ دفن کرکے اس سے پیٹھ پھیرتے ہیں۔ پھر وہ بٹھایا جاتا ہے۔ اور اس کا کفن اس کی گردن میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر سوال کیا جاتا ہے۔ اور قبروں میں حیات کے ثبوت پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ جوینی (متوفی ۴۷۸ھ) نے شامل فی اصول الدین میں کہا کہ سلف امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب اور قبروں میں مُردوں کا زندہ کیا جانا اور جسموں میں روحوں کا پھر ڈالا جانا ثابت ہے (شفاء السقام۔ باب تاسع۔ فصل ثالث)۔

منکرین کے اعتراضات

عذاب قبر

عذاب و نعیم قبر کے منکرین کہتے ہیں کہ مومن کے لئے قبر کا ستر گز لمبا اور ستر گز چوڑا ہو جانا اور کافر کے لئے اتنا تنگ ہو جانا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ جائیں خلاف مشاہدہ ہے۔ اگر قبر کو کھود کر دیکھا جائے۔ تو مردہ پر عذاب کا کوئی نشان دیکھنے میں نہیں آتا۔ اور قبر اُتنی ہی لمبی چوڑی نظر آتی ہے جس قدر کہ پہلے کھودی گئی تھی۔ اور فرشتوں کے زمین چیر کر آنے کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا۔ میت کا تنگ لحد میں سوال کے لئے بٹھایا جانا بھی غیر معقول ہے۔ اگر دفن کرتے

Marfat.com

وقت ہم میت کے سینے پر پارہ یا رائی کا دانہ رکھ دیں۔ تو دوبارہ کھود نے پر بدستور اسی طرح پاتے ہیں۔ اگر ہم میت کو کئی دن اپنے سامنے رکھ چھوڑیں۔ تو ہم فرشتوں اور میت کا کوئی سوال وجواب نہیں سنتے۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ چار پائے تو عذاب قبر کو سن لیں اور انسان وجن نہ سنیں۔ بھلا جو شخص جل کر راکھ ہو جائے یا ڈوب کر مر جائے یا جسے درندہ کھا جائے۔ اُسے عذاب قبر کیونکر ہو سکتا ہے۔

جواب

ہم ذیل میں کتاب الروح سے چند اقتباسات درج کرتے ہیں جن سے اعتراضات بالا کا جواب معلوم ہو جائے گا۔

ان الله سبحانہ جعل الدور ثلاثا دار الدنیا و دار البرزخ و دار القرار وجعل لکل دار احکاما تختص بها ورکب هذا الانسان من بدن ونفس وجعل احکام دار الدنیا علی الابدان والارواح تبعا لها ولهذا جعل احکامه الشرعیة مرتبة علی ما یظهر من حرکات اللسان والجوارح وان اضمرت النفوس خلافه وجعل احکام البرزخ علی الارواح و الابدان تبعا لها فکما تبعت الارواح الابدان فی احکام الدنیا فتالمت بالمها والتذت براحتها وکانت هی التی باشرت اسباب النعیم والعذاب تبعت الابدان الارواح فی نعیمها وعذابها والارواح حینئذ هی التی تباشر العذاب والنعیم فالابدان هنا ظاهرة والارواح خفیة والابدان کالقبور لها والارواح هناک ظاهرة والابدان خفیة فی قبورها تجری احکام البرزخ علی الارواح فتسری الی ابدانها نعیما وعذابا کما تجری احکام الدنیا علی الابدان فتسری الی ارواحها نعیما وعذابا فاحط بهذا الموضع علما واعرفه کما ینبغی یزیل عنک کل اشکال یورد علیک من

Marfat.com

داخل وخارج وقد ارانا الله سبحانه بلطفه ورحمته وهدايته من ذلك انموذجا فی الدنیا من حال النائم فان ما ينعم به او يعذب فی نومه یجری علی روحه اصلا والبدن تبع له وقد يقوى حتى يؤثر فی البدن تاثیرا مشاهدا فیری النائم فی نومه انه ضرب فیصبح واثر الضرب فی جسمه ویری انه قد اکل اوشرب فیستیقظ وهو یجد اثر الطعام والشراب فی فیه ویذهب عنه الجوع والظمأ واعجب من ذلك انك ترى النائم یقوم فی نومه ويضرب ويبطش ويدافع کانه یقظان وهو نائم لا شعور له بشیئ من ذلك وذلك ان الحکم لما جرى على الروح استعانت بالبدن من خارجه ولو دخلت فيه لاستيقظ واحس فاذا كانت الروح تتألم وتنعم ويصل ذلك الى بدنها بطریق الاستتباع فهكذا فی البرزخ بل اعظم فان تجرد الروح هناك اكمل واقوى وهی متعلقة ببدنها لم تنقطع عنه كل الانقطاع فاذا كان يوم حشر الاجساد وقيام الناس من قبورهم صار الحكم والنعيم والعذاب على الارواح والاجساد ظاهرا باديا اصلا و متى اعطيت هذا الموضع حقه تبين لك ان ما اخبر به الرسول من عذاب القبر ونعيمه وضيقه وسعته وضمه وكونه حفرة من حفر النار او روضة من رياض الجنة مطابق للعقل وانه حق لامرية فيه وان من اشكل عليه ذلك فمن سوء فهمه وقلة علمه كما قيل

وکم من عائب قولا صحيحا - وآفته من الفهم السقيم

واعجب من ذلك انك تجد النائمين فی فراش واحد وهذا روحه فی النعيم ويستيقظ واثر النعيم على بدنه وهذا روحه فی العذاب و يستيقظ واثر العذاب على بدنه وليس عند احدهما خبر بما عند الاخر فامر البرزخ اعجب من ذلك (كتاب الروح - ط ۱۰۱-۱۰۳) -

فاذا وضع فی لحده وسوى عليه التراب لم يحجب التراب الملائكة عن الوصول

Marfat.com

الیه بل لو نقر له حجرا واودع فیه وختم علیه بالرصاص لم یمنع وصول الملائکة الیه فان هذه الاجسام الکثیفة لا تمنع خرق الارواح لها بل الجن لا یمنعها ذلک بل قد جعل الله سبحانه الحجارة والتراب للملائکة بمنزلة الهواء للطیر واتساع القبر وانفساحه للروح بالذات والبدن تبعا فیکون البدن فی لحد اضیق من ذراع وقد فسح له مد بصره تبعا لروحه واما عصرة القبر حتی تختلف بعض اجزاء الموتی فلا یرده حس ولا عقل ولا فطرة ولو قدر ان احدا نبش عن میت فوجد اضلاعه کما هی لم تختلف لم یمنع ان تکون قد عادت الی حالها بعد العصرة فلیس مع الزنادقة والملاحدة الا مجرد تکذیب الرسول (کتاب الروح صفحه ۱۰۲ تا صفحه ۱۰۴)

ان النار التی فی القبر والخضرة لیست من نار الدنیا ولا من زرع الدنیا فیشاهده من شاهد نار الدنیا وخضرها وانما هی من نار الآخرة وخضرها وهی اشد من نار الدنیا فلا یحس به اهل الدنیا فان الله سبحانه یحمی علیه ذلک التراب والحجارة التی علیه وتحته حتی یکون اعظم حرا من جمر الدنیا ولو مسها اهل الدنیا لم یحسوا بذلک بل اعجب من هذا ان الرجلین یدفنان احدهما الی جنب الآخر وهذا فی حفرة من حفر النار لا یصل حرها الی جاره وذلک فی روضة من ریاض الجنة لا یصل روحها ونعیمها الی جاره وقدرة الرب تعالیٰ اوسع واعجب من ذلک وقد ارانا الله من آیات قدرته فی هذه الدار ما هو اعجب من ذلک بکثیر ولکن النفوس مولعة بالتکذیب بما لم تحط به علما الا من وفقه الله وعصمه - فیفرش للکافر لوحان من نار فیشتعل علیه قبره بهما کما یشتعل التنور فاذا شاء الله سبحانه ان یطلع علیٰ ذلک بعض عبیده اطلعه وغیبه عن غیره اذ لو اطلع العباد کلهم لزالت کلمة التکلیف والایمان بالغیب ولما تدافن الناس کما فی الصحیحین عنه صلی الله علیه وسلم لولا ان لا تدافنوا لدعوت الله

ان يسمعكم من عذاب القبر ما اسمع ولما كانت هذه الحكمة منفية فى حق البهائم
سمعت ذلك وادركته كما حادت برسول الله صلى الله عليه وسلم بغلته
وكادت تلقيه لما مر بمن يعذب فى قبره (كتاب الروح - ص ١٠٥-١٠٦) -
ان الله سبحانه وتعالى يحدث فى هذه الدار ماهو اعجب من ذلك
فهذا جبريل كان ينزل على النبى صلى الله عليه وسلم ويتمثل له رجلا
فيكلمه بكلام يسمعه ومن الى جانب النبى صلى الله عليه وسلم لا يراه
ولا يسمعه وكذلك غيره من الانبياء واحيانا يأتيه الوحى فى مثل صلصلة
الجرس ولا يسمعه غيره من الحاضرين وهؤلاء الجن يتحدثون ويتكلمون بالاصوات
المرتفعة بيننا ونحن لا نسمعهم وقد كانت الملائكة تضرب الكفار بالسياط
وتضرب رقابهم وتصيح بهم والمسلمون معهم لا يرونهم ولا يسمعون كلامهم
والله سبحانه قد حجب بنى آدم عن كثير مما يحدثه فى الارض وهو بينهم
وقد كان جبريل يقرئ النبى صلى الله عليه وسلم ويدارسه القرآن والحاضرون
لا يسمعونه وكيف يستنكر من يعرف الله سبحانه ويقر بقدرته ان يحدث
حوادث يصرف عنها ابصار بعض خلقه حكمة منه ورحمة بهم لانهم
لا يطيقون رؤيتها وسماعها والعبد اضعف بصرا وسمعا من ان يثبت
لمشاهدة عذاب القبر وكثير ممن اشهده الله ذلك صعق وغشى عليه
ولم ينتفع بالعيش زمنا وبعضهم كشف قناع قلبه فمات فكيف ينكر
فى الحكمة الالهية اسبال غطاء يحول بين المكلفين وبين مشاهدة
ذلك حتى اذا كشف الغطاء رأوه وشاهدوه عيانا ثم ان العبد قادر على
ان يزيل الزيبق والخردل عن عين الميت وصدره ثم يرده بسرعة فكيف
يعجز عنه الملك وكيف لا يقدر عليه من هو على كل شئ قدير وكيف تعجز
قدرته عن ابقائه فى عينيه وعلى صدره لا يسقط عنه وهل قياس
امر البرزخ على ما يشاهده الناس فى الدنيا الا محض الجهل والضلال و

Marfat.com

تکذیب اصدق الصادقین وتعجیز رب العالمین وذلك غایة الجهل والظلم واذا کان احدنا یمکنه توسعة القبر عشرة اذرع ومائة ذراع واکثر طولا وعرضا وعمقا ویستر توسیعه عن الناس ویطلع علیه من یشاء فکیف یعجز رب العالمین ان یوسعه ما یشاء ویستر ذلك عن اعین بنی آدم فیراه بنو آدم ضیقا وهو اوسع شیئ واطیبه ریحا واعظمه اضاءة ونورا وهم لا یرون ذلك وسر المسئلة ان هذه التوسعة والضیق والخضرة والنار لیس من جنس المعهود فی هذا العالم والله سبحانه انما اشهد بنی آدم فی هذه الدار ما کان فیها ومنها فاما ما کان من امر الآخرة فقد اسبل علیه الغطاء لیکون الاقرار به والایمان سببا لسعادتهم فاذا کشف عنهم الغطاء صار عیانا مشاهدا فلو کان المیت بین الناس موضوعا لم یمتنع ان یاتیه الملکان ویسالانه من غیر ان یشعر الحاضرون بذلك ویجیبهما من غیر ان یسمعوا کلامه ویضربانه من غیر ان یشاهد الحاضرون ضربه وهذا الواحد منا ینام الی جنب صاحبه فیعذب فی النوم ویضرب ویالم ولیس عند المستیقظ خبر من ذلك البتة وقد سری اثر الضرب والالم الی جسده ومن اعظم الجهل استبعاد شق الملك الارض والحجر وقد جعلهما الله سبحانه له کالهواء للطیر ولا یلزم من حجبهما للاجسام الکثیفة ان تتولج فیها حجبهما للارواح اللطیفة وهل هذا الا من افسد القیاس وبهذا وامثاله کذبت الرسل صلوات الله وسلامه علیهم - (کتاب الروح ص ۱۱۳-۱۱۵) -

انه غیر ممتنع ان ترد الارواح الی المصلوب والغریق والمحرق ونحن لا نشعر بها لان ذلك الرد نوع آخر غیر المعهود فهذا المغمی علیه و المسکوت والمبهوت احیاء وارواحهم معهم ولا نشعر بحیاتهم ومن

Marfat.com

تفرقت اجزاؤه لا يمتنع على من هو على كلّ شيئ قدير ان يجعل للروح اتّصالًا بتلك الاجزاء على تباعد ما بينها وقربه ويكون فى تلك الاجزاء شعور بنوع من الالم واللّذة واذا كان الله سبحانه وتعالى قد جعل فى الجمادات شعورًا وادراكًا تسبح ربها به وتسقط الحجارة من خشيته وتسجد له الجبال والشجر وتسبحه الحصى والمياه والنبات قال تعالى وان من شيئ الا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم - ولو كان التسبيح هو مجرد دلالتها على صانعها لم يقل ولكن لا تفقهون تسبيحهم فان كل عاقل يفقه دلالتها على صانعها وقال تعالى انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشى والاشراق - والدلالة على الصّانع لا تختص بهذين الوقتين - وكذلك قوله تعالى يا جبال اوّبى معه - والدلالة لا تختص معيته وحده وكذب على الله من قال الترويب رجع الصدى فان هذا يكون لكل مصوت وقال تعالى الم تر ان الله تعالىٰ يسجد له من فى السمٰوات ومن فى الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدّواب وكثير من النّاس - والدلالة على الصانع لا تختص بكثير من النّاس وقال تعالىٰ الم تر ان الله يسبّح له من فى السمٰوات والارض والطير صافّات كل قد علم صلاته وتسبيحه - فهذه صلوة وتسبيح حقيقة يعلمها الله وان جحدها الجاهلون المكذّبون وقد اخبر تعالى عن الحجارة ان بعضها يزول من مكانه ويسقط من خشيته وقد اخبر عن الارض والسماء انّهما يأذنان له اى يستمعان كلامه وانه خاطبهما فسمعا خطابه واحسنا جوابه فقال لهما ائتيا طوعًا او كرهًا قالتا اتينا طائعين وقد كان الصّحابة يسمعون تسبيح الطعام وهو يوكل وسمعوا حنين الجذع اليابس فى المسجد فاذا كانت هذه الاجسام فيها الاحساس والشعور فالاجسام التى كانت فيها الرّوح والحياة اولى بذلك وقد اشهد الله سبحانه عباده فى هذه الدّار اعادة حياة كاملة

Marfat.com

الی بدن قد فارقته الروح فتکلم و مشی و اکل و شرب و تزوج و ولد له
کالذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لہم اللہ موتوا ثم
احیاھم او کالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا قال انی یحیی
ھذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال
لبثت یوما او بعض یوم- وکقتیل بنی اسرائیل او کالذین قالوا لموسیٰ
لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ فاماتھم اللہ ثم بعثھم من بعد موتھم و
کاصحاب الکھف وکقصۃ ابراھیم فی الطیور الاربعۃ فاذا اعاد الحیاۃ
التامۃ الی ھذہ الاجساد بعد ما بردت بالموت فکیف یمتنع علی قدرتہ
الباھرۃ ان یعید الیھا بعد موتھا حیاۃ ما غیر مستقرۃ یقتضی بھا ما
امرھا فیھا و یستنطقھا بھا و یعذبھا او ینعمھا باعمالھا وھل انکار ذلک
الا مجرد تکذیب و عناد و جحود و باللہ التوفیق (کتاب الروح- صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

ترجمہ

اللہ تعالےٰ نے تین دار (گھر) بنائے ہیں- دار الدنیا- دار البرزخ- دار القرار
اور ہر ایک دار کے لئے ایسے احکام بنائے ہیں جو اُسی سے مختص ہیں- انسان
کو اس نے بدن و روح سے مرکب بنایا- اور دار الدنیا کے احکام بدنوں پر جاری
کئے اور روحوں کو ان کے تابع بنایا- لہذا احکام شرع ظاہر حرکات لسان و
جوارح پر مرتب کئے خواہ نفوس میں ان کے خلاف مضمر ہو- اور احکام برزخ
روحوں پر جاری کئے اور بدنوں کو ان کے تابع بنایا- جس طرح احکام دُنیا
میں روحیں بدنوں کے تابع ہیں- پس بدنوں کے الم سے ان کو الم اور بدنوں کی
راحت سے ان کو راحت حاصل ہوتی ہے- اور بدن ہی اسباب نعیم و عذاب کے
مباشر ہیں اسی طرح برزخ کے نعیم و عذاب میں بدن روحوں کے تابع ہیں- اور روحیں
مباشر عذاب و نعیم ہیں- پس دنیا میں بدن ظاہر اور روحیں پوشیدہ ہیں-

Marfat.com

اور بدن ان کے لئے قبروں کی مانند ہیں۔ مگر برزخ میں روحیں ظاہر اور بدن قبر دل میں پوشیدہ ہیں۔ احکامِ برزخ روحوں پر جاری ہوتے ہیں۔ اور عذاب و نعیم ان کی وساطت سے بدنوں کی طرف سرایت کرتا ہے۔ جیساکہ دنیا کے احکام بدنوں پر جاری ہوتے ہیں۔ اور عذاب و نعیم روحوں کی طرف سرایت کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے لطف و رحمت اور ہدایت سے دُنیا میں ہمیں اس کا ایک نمونہ دکھا دیا ہے وہ کیا؟ سونے والے کا حال۔ کیونکہ خواب میں انسان کو جو نعیم یا عذاب حاصل ہوتا ہے وہ اصل میں روح پر جاری ہوتا ہے۔ اور بدن اس کے تابع ہوتا ہے اور بعض دفعہ وہ ایسا قوی ہوتا ہے کہ اس کی تاثیر بدن پر مشاہدے میں آتی ہے۔ مثلاً سونے والا خواب میں دیکھتا ہے کہ اُسے مار پڑی ہے۔ وہ صبح کو اُٹھتا ہے۔ اور ضرب کا اثر اس کے جسم پر عیاں ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ خواب میں کھاتا ہے یا پیتا ہے۔ پھر جاگ اُٹھتا ہے۔ اور کھانے پینے کا اثر اپنے مُنہ میں پاتا ہے۔ اور اس سے بھوک اور پیاس دور ہو جاتی ہے۔ اس سے عجیب یہہ ہے کہ بعض دفعہ سونے والا اپنی نیند میں اُٹھتا ہے۔ کسی کو مارتا ہے۔ کسی کو پکڑتا ہے اور کسی کو ہٹاتا ہے گویا کہ وہ جاگنے والا ہے حالانکہ وہ سونے والا ہوتا ہے۔ اُسے مار وغیرہ میں سے کسی کا شعور نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہہ ہے کہ حکم چونکہ روح پر جاری ہے۔ اس لئے روح نے خارج سے بدن سے مدد لی۔ اگر وہ بدن میں داخل ہو جاتی۔ تو وہ جاگ اُٹھتا اور ان امور کا احساس کرتا۔ پس جس طرح سونے والے کی روح تکلیف یا راحت پاتی ہے۔ اور وہ بالتبع بدن کو پہنچتی ہے اسی طرح برزخ میں ہوتا ہے۔ بلکہ برزخ میں اس سے بڑھکر ہوتا ہے۔ کیونکہ برزخ میں روح کا تجرد زیادہ کامل اور زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اور بدن سے بھی اس کا تعلق ہوتا ہے۔ کیونکہ بدن سے اس کا تعلق بالکل منقطع نہیں ہوتا۔ جب حشر اجساد کا دن ہوگا اور لوگ قبروں سے اُٹھیں گے۔ تو حکم اور عذاب و نعیم روحوں اور بدنوں پر ظاہر اور بالاصالت ہوں گے۔ اگر اس بات کو کما حقہ

سمجھ لیا جائے۔ تو ظاہر ہو جائے گا کہ قبر کا عذاب یا نعیم اور اس کا کشادہ یا تنگ ہونا اور اس کا میت کو دبانا اور اس کا آگ کا گڑھا یا بہشت کا باغ ہونا جیسا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بالکل عقل کے مطابق اور حق ہے۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ جس کو اس کا تسلیم کرنا مشکل نظر آئے۔ اس کی وجہ اس کی سمجھ کا فتور اور علم کی کمی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہیں کتنے صحیح کو غلط کہنے والے۔ ٭ سمجھ کے ہیں ناقص وہ خود ہی بچارے

اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ دو شخص ایک بستر پر سو رہے ہیں۔ ایک کی روح راحت میں ہوتی ہے وہ جاگ اٹھتا ہے۔ تو راحت کا اثر اس کے بدن پر ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی روح عذاب میں ہوتی ہے۔ وہ جاگ اٹھتا ہے تو عذاب کا اثر اس کے بدن پر ہوتا ہے۔ مگر ایک کو دوسرے کے حال سے بالکل خبر نہیں ہوتی۔ برزخ کا حال اس سے عجیب ہے۔ (کتاب الروح لابن القیم۔ صفحہ ۱۰۱-۱۰۳)۔

جب مُردہ لحد میں رکھا جاتا ہے۔ اور اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے۔ تو مٹی فرشتوں کو اس کے پاس آنے سے نہیں روک سکتی۔ بلکہ اگر پتھر کو کھود کر اس میں مردے کو رکھ دیا جائے اور رانگ سے بند کر دیا جائے۔ تو پھر بھی فرشتے اس کے پاس آنے سے نہیں رُک سکتے۔ کیونکہ یہ اجسام کثیفہ روحوں کے گزرنے کو نہیں روک سکتے۔ بلکہ جنوں کو نہیں روک سکتے۔ بلکہ اللہ پاک نے پتھر اور مٹی کو فرشتوں کے لئے ایسا بنایا ہے جیسا کہ ہوا پرندوں کے لئے ہے۔ اور قبر کا فراخ و کشادہ ہونا روح کے لئے بالذات ہے اور بدن کے لئے بالتبع ہے۔ لہذا بدن ایک ہاتھ سے تنگ لحد میں ہوتا ہے۔ حالانکہ روح کی تبعیت سے اس کے لئے قبر حد نگاہ تک کشادہ ہوتی ہے۔ رہا قبر کا دبانا یہانتک کہ مُردوں کے بعض اجزاء شکستہ ہو جائیں۔ سو یہ حس و عقل و فطرۃ کے خلاف نہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی نے ایک مُردے کی قبر کھود دی اور اُس کی پسلیوں کو بدستور پایا۔ تو یہ اس امر کا مانع نہیں کہ

Marfat.com

دبانے کے بعد اس کی پسلیاں پہلی حالت پر آگئی ہوں - ہذا بیدینوں اور ملحدوں کے پاس تکذیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی دلیل نہیں (کتاب الروح صفحات ۱۰۵-۱۰۱)-

قبر کی آگ اور سبزی دُنیا کی آگ اور سبزی نہیں کہ اسے وہ لوگ دیکھ لیں جو دُنیا کی آگ اور دنیا کی کھیتیوں کی سبزی کو دیکھ لیتے ہیں- بلکہ وہ تو آخرت کی آگ اور سبزی ہے- اور وہ آگ دنیا کی آگ سے تیز ہے - اس لئے اہل دنیا اُسے محسوس نہیں کرتے- اُسی آگ سے اللہ تعالےٰ اس مٹی اور پتھر کو جو مُردے کے نیچے اور اوپر ہوتی ہے اس کے لئے گرم کرتا ہے یہانتک کہ اس کی حرارت دنیا کی چنگاری سے تیز ہو جاتی ہے مگر اہل دنیا اگر اُسے مس کریں تو محسوس نہ کریں- بلکہ اس سے بھی عجیب یہ ہے کہ دو شخص جو پہلو بہ پہلو دفن کئے جاتے ہیں- ان میں سے ایک تو آگ کے گڑھے میں ہوتا ہے جس کی حرارت دوسرے کو نہیں پہنچتی- اور دوسرا ایک باغ بہشت میں ہوتا ہے جس کی آسائش و راحت اُس کے ہمسائے کو نہیں پہنچتی- اللہ تعالےٰ کی قدرت اس سے بھی وسیع و عجیب ہے- اس نے اس دنیا میں ہم کو اپنی قدرت کی نشانیوں میں سے وہ دکھائی ہیں جو اس سے بہت بڑھکر عجیب ہیں- مگر ان لوگوں کے سوا جنہیں خدا نے توفیق و عصمت عطا فرمائی ہے طبیعتیں اس امر کی تکذیب پر فریفتہ ہیں جو ان کے علم میں نہ ہو- کافر کے لئے آگ کی دو تختیاں بچھائی جاتی ہیں جن سے اس کی قبر اُس پر تنور کی طرح شعلہ زن ہوتی ہے- اللہ جب چاہتا ہے تو اپنے بندوں میں سے بعض کو اس پر مطلع کر دیتا ہے- اور دوسروں سے پوشیدہ رکھتا ہے- کیونکہ اگر سب کو اس پر آگاہ کر دے- تو حکمت تکلیف اور ایمان بالغیب جاتا رہے- اور لوگ دفن نہ کیا کریں جیسا کہ صحیح مسلم ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- "اگر یہ[1] بات نہ ہوتی کہ تم

---

[1] یہ حدیث صحیح مسلم میں یوں ہے- عن زید بن ثابت قال بینما النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی النجار علی بغلۃ لہ ونحن معہ اذحادت بہ فکادت

دفن نہ کیا کرو گے۔ تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تم کو بھی عذاب قبر سے وہ سنا دے جو میں سنتا ہوں"۔ چونکہ بہائم کے حق میں یہ حکمت، نہیں پائی جاتی۔ اس لئے وہ اس عذاب کو سنتے اور محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے گزرے جسے قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ تو آپ کی خچر آپ کو لیکر بھاگی اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے (کتاب الروح۔ صفحہ ۱۰۵-۱۰۶)

اللہ تعالٰے اس دُنیا میں ایسے امور پیدا کرتا ہے جو عالم برزخ سے بھی عجیب ہیں۔ دیکھئے حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک انسان کی شکل میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور آپ سے کلام کیا کرتے تھے جسے آپ سُن لیتے تھے۔ مگر آپ کے پاس بیٹھنے والے نہ اُسے دیکھتے اور نہ اس کا کلام سُنتے۔ یہی حال دیگر انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کا تھا۔ وحی کبھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پر گھنٹی کی سی آواز میں نازل ہوتی۔ مگر آپ کے سوا حاضرین میں سے کوئی نہ سنتا۔ اسی طرح جن ہمارے درمیان اونچی آواز سے باتیں کرتے ہیں۔ نہ ہم ان کو دیکھتے ہیں اور نہ ان کی باتیں سنتے ہیں۔ غزوات میں فرشتے کفار کو کوڑوں سے مارتے۔ ان کی گردنیں کاٹتے اور ان پر نعرے مارتے تھے۔ مگر صحابہ کرام باوجود ساتھ ہونے کے نہ ان کو دیکھتے اور نہ ان کا کلام سُنتے۔ اللہ تعالٰے نے انسان کو ویسے بہت سے امور سے محجوب کر دیا ہے جو وہ دُنیا میں پیدا کرتا ہے اور جو اُن کے درمیان ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھا اور سُنا جاتے۔ مگر حاضرین نہ سنتے۔ جو شخص اللہ تعالٰے کو جانتا ہے اور اُس کی

تلقیہ واذا قبر ستة او خمسة او اربعة فقال من یعرف اصحاب هذه الا قبر فقال رجل انا قال فمتی مات هؤلاء قال ماتوا فی الاشراك فقال ان هذه الامة تبتلی فی قبورها فلو لا ان لا تدافنوا لدعوت الله ان یسمعکم من عذاب القبر

(لفظ اسلم (صحیح مسلم۔ باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه واثبات عذاب القبر)

قدرت کو پہچانتا ہے۔ وہ انکار نہیں کر سکتا کہ خدا ایسے حوادث پیدا کرتا ہے جو اپنی بعض خلقت کی نظر سے بنا بر حکمت و رحمت پوشیدہ رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے دیکھنے اور سُننے کی طاقت نہیں رکھتے۔ انسان کی بصر و سمع ایسی قوی نہیں کہ عذاب قبر کے مشاہدے کے آگے ثابت رہ سکے۔ کتنے ہیں کہ جن کو اللہ تعالےٰ نے اس کا مشاہدہ کرا دیا۔ مگر وہ بیہوش ہو گئے۔ اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے۔ اور بعض کا تو دل کا پردہ پھٹ گیا اور مر گئے۔ پس اللہ تعالےٰ نے جو مکلفین اور مشاہدۂ عذاب قبر کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا ہے حتےٰ کہ اگر وہ دور کر دیا جائے تو آنکھ سے دیکھ لیں اس میں حکمت الٰہی سے کون انکار کر سکتا ہے۔ دیگر اگر جب بندہ اس بات پر قادر ہے کہ پارے یا رائی کے دانے کو میت کی آنکھ یا سینے سے اُٹھا لے اور پھر جلدی سے وہیں رکھ دے۔ تو فرشتہ ایسا کیوں نہیں کر سکتا۔ اور وہ قادر مطلق خدا کس لئے اس پر قادر نہیں۔ اور اس کی قدرت کس لئے اس سے عاجز ہے کہ پارے یا رائی کے دانے کو اس کی آنکھ میں یا سینے پر رہنے دے اور گرنے نہ دے۔ برزخ کو دُنیا پر قیاس کرنا محض جہالت اور گمراہی ہے۔ اور اس اصدق الصادقین صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا اور رب العالمین کو عاجز جاننا پرلے درجے کی نادانی اور ظلم ہے۔ جب بندے کے لئے ممکن ہے کہ قبر کو طول و عرض و عمق میں دس گز یا سو گز یا زیادہ کشادہ کر دے اور اُسے لوگوں سے پوشیدہ رکھے۔ اور جسے چاہتے بتا دے۔ تو رب العالمین اس سے کیونکر عاجز ہو سکتا ہے کہ قبر کو جس کے لئے جتنا چاہے کشادہ کر دے۔ اور اُسے بنی آدم کی نظروں سے پوشیدہ رکھے کہ انہیں تنگ دکھائی دیتی ہو۔ حالانکہ وہ نہایت ہی کشادہ اور خوشبودار اور نورانی ہو اور وہ ان امور میں سے کچھ بھی نہ دیکھیں۔ اس مسئلے میں راز یہ ہے کہ یہ کشادگی و تنگی اور نورانیت و ظلمت وہ نہیں جو ہم اِس دنیا میں دیکھتے ہیں۔ اللہ پاک نے بنی آدم کو دنیا میں وہی دکھایا ہے جو اس میں ہے اور اسی سے ہے۔ مگر جو امر آخرت سے ہے اُس پر پردہ ڈال دیا ہے تاکہ اس پر ایمان لانا ان کی سعادت کا باعث ہو۔

Marfat.com

جب وہ پردہ اُٹھا دیا جائے گا۔ تو پھر عیاں و محسوس ہو جائے گا۔ اگر مردہ لوگوں کے درمیان رکھا جائے۔ تو یہ محال نہیں کہ دو فرشتے آکر اس سے سوال کریں اور حاضرین کو معلوم نہ ہو۔ اور میت ان کو جواب دے اور حاضرین نہ سُنیں۔ اور وہ میت کو ماریں اور حاضرین کو ان کی ضرب نظر نہ آئے۔ دیکھئے ہم میں سے ایک شخص اپنے ساتھی کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اور خواب میں ضرب و الم سہتا ہے جس کا اثر اس کے بدن تک پہنچتا ہے۔ مگر جاگنے والے کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ فرشتے جو زمین اور پتھر کو چیر کر قبر میں آجاتے ہیں اسے بعید سمجھنا بڑی جہالت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور پتھر فرشتوں کے لئے ایسے بنائے ہیں جیسا کہ ہوا پرندوں کے لئے ہے۔ زمین اور پتھر اگر اجسام کثیفہ کو اپنے اندر داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ارواح لطیفہ کو بھی داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ یہ نہایت ہی فاسد قیاس ہے۔ ایسے ہی قیاسات سے منکرین اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب کرتے ہیں۔ (کتاب الروح۔ ص ۱۱۳-۱۱۵)

یہ امر محال نہیں کہ مصلوب و غریق و حریق کی طرف روحیں لوٹائی جائیں اور ہمیں ان کا علم نہ ہو۔ کیونکہ یہ غیر معہود اعادہ ایک اور ہی طرح کا ہوتا ہے۔ دیکھئے جو اشخاص بیہوش ہوں یا سکتہ کی حالت میں ہوں۔ اُن کی روحیں ان کے بدنوں میں ہوتی ہیں۔ مگر ہم کو زندہ معلوم نہیں ہوتے۔ جس مردے کے اجزاء پراگندہ ہو گئے ہوں۔ قادر مطلق خدا کے لئے محال نہیں کہ روح کو ان اجزاء سے باوجود تباعد و قرب کے اتصال بخشے۔ اور ان اجزاء میں ایک طرح کے الم و لذت کا شعور پیدا ہو جائے جب اللہ تعالیٰ نے جمادات کو شعور و ادراک عطا کیا ہے۔ کہ جس سے وہ اپنے رب کی پاکی بولتے ہیں اور پتھر اس کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور پہاڑ اور درخت اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ اور کنکریاں اور پانی اور نباتات سب اس کی پاکی بولتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ

ملہ ترجمہ۔ اور کوئی چیز نہیں جو نہیں بولتی خوبیاں اس کی۔ لیکن تم نہیں سمجھتے اُن کا بولنا۔ (بنی اسرائیل۔ ع ۵)۔ ۱۲ •

اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ ط۔ اگر تسبیح سے صرف یہی مراد ہوتی کہ سب چیزیں اپنے صانع پر دلالت کرتی ہیں۔ تو خدا یوں نہ فرماتا۔ "لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے"۔ کیونکہ ہر عاقل صانع پر ان کی دلالت کو سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ[1]۔ اور صانع پر دلالت ان دو وقتوں سے خاص نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ[2]۔ اور دلالت صرف حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کی معیت سے خاص نہیں۔ اور جس نے کہا کہ تاویب کے معنے آواز کا لوٹنا (گونج) ہے وہ اللہ پر جھوٹ بولا۔ کیونکہ پہاڑوں میں ہر بولنے والے کی آواز سے گونج پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اَلَمْ تَرَ[3] اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ط۔ اور صانع پر دلالت بہت آدمیوں سے خاص نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اَلَمْ تَرَ[4] اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ط کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ط۔ یہ صلوۃ اور تسبیح حقیقی ہے جسے اللہ جانتا ہے۔ اگرچہ جھٹلانے والے جاہل لوگ اس سے انکار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پتھروں کی نسبت خبر دی ہے کہ بعضے پتھر اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور

---

[1] ترجمہ۔ ہم نے تابع کئے پہاڑ اس کے ساتھ پاکی بولتے شام کو اور صبح کو (ص۔ ع)

[2] ترجمہ۔ اے پہاڑو رجوع سے پڑھو اس کے ساتھ (سبا۔ ع)

[3] ترجمہ کیا تونے نہ دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی (حج۔ ع۔)۔

[4] ترجمہ کیا تونے نہ دیکھا کہ اللہ کی یاد کرتے ہیں جو کوئی ہیں آسمان و زمین میں اور اڑتے جانور پر کھولے۔ ہر ایک نے جان رکھی اپنی طرح کی بندگی اور یاد (نور۔ ع)

Marfat.com

اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اس نے زمین و آسمان کی نسبت خبر دی ہے کہ وہ اس کا کلام سُنتے ہیں۔ جب خدا نے ان دونوں سے خطاب کیا۔ تو انہوں نے اُس خطاب کو سُنا اور اس کا جواب اچھا دیا۔ فَقَالَ[1] لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۚ قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طعام کی تسبیح سُنا کرتے تھے جس حال میں کہ وہ کھایا جاتا تھا۔ اور اُنہوں نے مسجد نبوی میں کھجور کے خشک تنے کی آواز سُن لی۔ پس جب اِن اجسام میں احساس و شعور ہے۔ تو ان اجسام میں بطریق اولےٰ ہونا چاہیئے جن میں روح اور حیات تھی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس دنیا میں اپنے بندوں کو اُس بدن کی طرف حیات کاملہ کا اعادہ کرکے دکھا دیا جس سے روح جدا ہو گئی تھی۔ پس اس نے کلام کیا۔ اور چلا۔ اور کھایا پیا۔ اور نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی۔ چنانچہ "وہ[2] لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے۔ پھر کہا اللہ نے اُن کو مر جاؤ۔ پھر اُن کو زندہ کر دیا" "یا[3] جیسے وہ شخص کہ گزرا ایک شہر پر اور وہ گر پڑا تھا اپنی چھتوں پر۔ بولا کہاں جلاوے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے۔ پھر مار رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس۔ پھر اُٹھایا اس کو۔ کہا تو کتنی دیر رہا۔ بولا میں رہا ایک دن یا دن سے کچھ کم" اور جیسے بنی[4] اسرائیل کا قتیل۔ یا جیسے وہ لوگ جنہوں نے حضرت موسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا "ہم[5] یقین نہ کریں گے تیرا جب تک۔

ف۱ ترجمہ پھر کہا اُس کو اور زمین کو۔ آؤ دونوں خوشی سے یا زور سے۔ وہ بولے ہم آئے خوشی سے (حم سجدہ۔ ع ۲)

ف۲ دیکھو سورۂ بقرہ۔ ع ۳۲)۔

ف۳ دیکھو سورہ بقرہ۔ ع ۳۵)۔

ف۴ دیکھو سورۂ بقرہ۔ ع ۸)۔

ف۵ دیکھو سورۂ بقرہ ع ۶)۔

Marfat.com

نہ دیکھیں اللہ کو سامنے"۔ پس اللہ نے ان کو مار دیا۔ پھر موت کے پیچھے اُن کو اُٹھایا۔
اور جیسے اصحاب کہف[1] اور جیسے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کا چار پرندوں کو زندہ کرنے کا قصہ[2]۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اِن اجسام کی طرف جبکہ وہ موت سے ٹھنڈے ہو گئے تھے کامل حیات کا اعادہ فرمایا۔ تو اُس کی قدرت کے لئے یہہ کیونکر محال ہو سکتا ہے کہ موت کے بعد بدنوں کی طرف ایک غیر مستقر حیات کا اعادہ کرے جس سے کہ وہ ان میں اپنے حکم کو پورا کرے۔ اور ان کو گویا کرے اور ان کے اعمال کے موافق عذاب یا راحت دے۔ اس سے انکار کرنا بے دلیل تکذیب و عناد و جحود ہے۔ وباللہ التوفیق

(کتاب الروح۔ صفحہ ۱۱۵-۱۱۷)۔

بیان بالا سے اس اعتراض کا جواب بھی ظاہر ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں کافر کو ننانوے سانپ کاٹیں گے۔ مگر نظر کوئی نہیں آتا۔ پس اس قسم کے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلے میں بھی ہمیں بقول امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) تصدیق کرنی چاہئے کہ سانپ قبر میں موجود ہیں اور کافر کو کاٹ رہے ہیں لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ کیونکہ یہہ آنکھ امور ملکوتیہ کے مشاہدے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ صحابۂ کرام باوجود نہ دیکھنے کے حضرت جبریل ع کے نزول پر ایمان رکھتے تھے۔ اور ان کا ایمان تھا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اس فرشتے کو دیکھتے تھے۔ اگر تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے تو تمہیں چاہیئے کہ پہلے وحی اور فرشتوں پر اصل ایمان کو درست کرو کیونکہ یہہ زیادہ ضروری ہے۔ اور اگر تم اس پر ایمان رکھتے ہو اور جائز سمجھتے ہو کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ایک شے کو دیکھ لیں جو امت کو نظر نہ آئے۔

[1] دیکھو سورۂ کہف ۱۲۔

[2] دیکھو سورۂ بقرہ۔ ع ۳۵)۔ ۱۲

تو پھر مُردے کی صورت میں اس امر کو جائز کیوں نہیں سمجھتے۔ جس طرح فرشتہ آدمیوں اور حیوانوں کے مشابہ نہیں۔ اسی طرح وہ سانپ جو قبر میں کافر کو کاٹتے ہیں اس دنیا کے سانپوں کی جنس سے نہیں۔ بلکہ وہ اَور ہی جنس ہیں اور اور ہی حس سے ان کا ادراک ہو سکتا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر جزو اول۔ صـ۱۲۲)۔

چوتھا باب

برزخ کا عذاب و نعیم قرآن سے ثابت ہے

قبر کے عذاب و نعیم کو برزخ کا عذاب و نعیم بھی کہتے ہیں۔ اور اس سے مُراد وہ ہے جو موت اور آخرت کے مابین ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (اور ان کے پیچھے برزخ ہے جس دن تک اٹھائے جاویں)۔ یہ عذاب و نعیم قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے۔

(۱) وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ (انعام۔ ع ۱۱)۔

اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان۔ آج تم کو جزا ملے گی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹ باتیں۔ اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

Marfat.com

یہ ظالموں سے موت کے وقت خطاب ہے اور فرشتے خبر دے رہے ہیں کہ آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ اگر اس سے مراد قیامت کے دن کا عذاب ہوتا۔ تو الیوم تجزون (آج تم کو جزا ملے گی) صحیح نہ ہوتا۔

(۲) فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۛ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (مومن۔ ع ۵)

پھر بچا لیا موسیٰ کو اللہ نے برے داؤں سے جو کرتے تھے۔ اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب۔ آگ ہے کہ دکھا دیتے ہیں ان کو صبح اور شام۔ اور جس دن اٹھے گی قیامت۔ داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں۔

یہاں برزخ اور قیامت ہر دو کے عذاب کا ذکر صریح موجود ہے۔ موضح القرآن میں ہے۔ یہ عالم قبر کا حال ہے۔ کافر کو اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ اور قیامت کو اس میں داخل ہوگا۔ اور مومن کو بہشت۔

(۳) فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۙ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۭ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (طور۔ ع ۲)

سو تو چھوڑ دے ان کو جب تک ملیں اپنے دن سے کہ جس میں ان پر کڑکا پڑے گا۔ جس دن کام نہ آوے گا ان کو ان کا داؤ کچھ اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔ اور ان گنہگاروں کو ایک عذاب ہے اس سے ورے لیکن وہ بہت لوگ نہیں جانتے۔

یہاں عذابا دون ذٰلك سے مراد عذاب برزخ ہے (دیکھو تفسیر درمنثور للسیوطی)

(۴) وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (سجدہ۔ ع ۲)

اور البتہ چکھا دیں گے ہم ان کو ادنیٰ عذاب میں سے ورے اس بڑے عذاب سے کہ شاید وہ پھر آویں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو حبر الامۃ اور ترجمان القرآن ہیں اس آیت

Marfat.com

سے بوجہ دقت نظر عذاب قبر سمجھے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے دو عذابوں کی خبر دی ہے ادنےٰ اور اکبر۔ پھر بتایا ہے کہ ان کو ادنےٰ کا بعض چکھایا جائے گا تاکہ باز آئیں۔ پس معلوم ہوا کہ ادنےٰ میں سے بقیہ باقی ہے جو عذاب دنیا کے بعد ملے گا اور یہی عذاب برزخ ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے من العذاب الادنیٰ (ادنےٰ عذاب میں سے) فرمایا اور یوں نہ فرمایا و لنذیقنہم العذاب الادنیٰ (اور البتہ ہم چکھائیں گے اُن کو عذاب ادنےٰ) فتامل کتاب الروح صـ ۱۲۳)۔

(۵) فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۝ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (واقعہ - ع۳)

پھر کیوں نہیں جس وقت جاں پہنچے حلق کو اور تم اُس وقت دیکھتے ہو۔ اور ہم اس کے پاس ہیں تم سے زیادہ۔ پر تم نہیں دیکھتے۔ پھر کیوں نہیں اگر تم نہیں کسی کے حکم میں کیوں نہیں پھیر لیتے اُس کو اگر ہو تم سچے۔ سو جو اگر وہ ہوا پاس والوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا۔ اور جو اگر وہ ہوا داہنے والوں میں۔ تو سلامتی پہنچے تجھ کو داہنے والوں سے۔ اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والوں بہکوں میں۔ تو مہمانی ہے جلتا پانی اور داخل ہونا آگ میں بے شک یہ بات یہی ہے لائق یقین کے۔ سو بول پاکی اپنے رب بڑے کے نام سے۔

ان آیتوں میں موت کے بعد روحوں کے احکام مذکور ہیں۔ اور ان کی تین قسمیں ہیں۔ اس سورت کے شروع میں قیامت کے دن روحوں کے احکام مذکور ہو چکے

ہو چکے ہیں اور ان کی بھی تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔

(۶) یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۙ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۚ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۙ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (سورہ فجر)	اے جی چین پکڑنے پھر چل اپنے رب کی طرف۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر مل میرے بندوں میں اور داخل ہو میرے بہشت میں۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ روح سے یہہ خطاب کب ہوتا ہے یا ہو گا بعض کے نزدیک قیامت کے دن ہو گا۔ اور ایک گروہ کے نزدیک موت کے وقت ہوتا ہے۔ ظاہر قول اخیر کا مؤید ہے۔ اور حدیث براء میں امام احمد کی روایت میں اسی کی تائید بدیں الفاظ ہے۔ ایتها النفس الطیبة اخرجی الی مغفرة من الله و رضوان یعنی ملک الموت مومن کی روح سے کہتا ہے کہ اے پاک جان اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف نکل آ۔

(۷) سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ (توبہ۔ ع۱۲)	اُن کو ہم عذاب کریں گے دو بار پھر پھیرے جاویں گے بڑے عذاب میں۔

اس آیت میں دو بار کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو بار عذاب یوں ہے کہ ایک بار دُنیا میں اور ایک بار قبر میں ہو گا۔ اور پھر عذاب عظیم یعنی عذاب دوزخ قیامت کو ہو گا۔ (تفسیر در منثور للسیوطی جزء ثالث۔ صفحہ ۲۷۲)

(۸) قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ۝ (مومن۔ ع۲)	بولے اے رب ہمارے تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور زندگی دے چکا ہم کو دو بار۔ اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے۔ پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی راہ۔

اس آیت کی تفسیر میں دو موتوں کی نسبت ایک قول یہہ ہے کہ دوسری موت وہ ہے جو قبر میں منکر و نکیر کے سوال کے بعد ہو گی جیسا کہ پہلے آ چکا ہے۔ مسائرہ میں علامہ

Marfat.com

ابن الہمام نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

(۹) وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ (طٰہٰ - ۶)

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملنی ہے گزران تنگی کی اور لاویں گے ہم اُس کو دن قیامت کے اندھا۔

اس آیت میں تنگی کی گزران سے مراد عذاب قبر ہے جیسا کہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے۔ (دیکھو درمنثور۔ جزء رابع۔ صلا۳)

(۱۰) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ (ابراہیم - ع)

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافوں کو۔ اور کرتا ہے اللہ جو چاہے۔

حدیث براء بن عازب میں ہے کہ جب مومن کو قبر میں بٹھا کر فرشتے سوال کرتے ہیں۔ تو وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اس کا شاہد اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے۔ یثبت اللہ الذین امنوا الآیہ (صحیح بخاری۔ جزء اول۔ باب ماجاء فی عذاب القبر)

موضح القرآن میں اس آیت پر یوں لکھا ہے۔ "قبر میں جو کوئی مضبوط بات کہے گا ٹھکانا نیک پاوے گا۔ اور جو بچلی بات کہے گا خراب ہوگا"۔

خلاصہ کلام یہ کہ برزخ کا عذاب و نعیم قرآن سے ثابت ہے۔ اگر اس عذاب و نعیم کی تفصیل درکار ہو۔ تو احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہئے جن میں سے بعض اس کتاب میں بھی نقل ہوئی ہیں۔

پانچواں باب

برزخ کے عذاب و نعیم کا مورد اور کیفیت

شیخ الاسلام تقی الدین سبکی شافعی بحث طویل کے بعد بطور نتیجہ یوں تحریر فرماتے

Marfat.com

ہیں۔ وقد عرف بھذا ان حیاۃ جمیع الموتیٰ بارواحھم واجسامھم فی قبورھم لا شک فیھا و استمرار العذاب او النعیم بعد المسئلۃ لا شک فیہ ایضًا لما سبق وکون ذلک فیما بعد وقت المسئلۃ للروح فقط او لھا مع الجسم مما یتوقف علی السمع (شفاء السقام۔ باب تاسع۔ فصل ثالث)

ترجمہ اس سے معلوم ہوا کہ تمام مُردوں کی حیات اپنی قبروں میں روحوں اور جسموں کے ساتھ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اور سوالِ منکر ونکیر کے بعد اس عذاب یا نعیم کے دائمی ہونے میں بھی کوئی شک نہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہوا۔ اور آیا وہ عذاب یا نعیم سوال کے بعد فقط روح کے لئے ہے یا روح اور جسم دونوں کے لئے ہے۔ یہ دلیل سمعی یعنی نقلی پر موقوف ہے۔ انتہیٰ۔

علامہ ابن قیم حنبلی اس مسئلے میں چند اقوال شاذہ و باطلہ ذکر کرکے یوں لکھتے ہیں

فاذا عرفت ھٰذہ الاقوال الباطلۃ فلتعلم ان مذھب سلف الامۃ و ائمتھا ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب وان ذلک یحصل لروحہ و بدنہ وان الروح تبقی بعد مفارقۃ البدن منعمۃ او معذبۃ وانھا تتصل بالبدن احیانا ویحصل لہ معھا النعیم او العذاب ثم اذا کان یوم القیامۃ الکبری اعیدت الارواح الی الاجساد وقاموا من قبورھم لرب العالمین (کتاب الروح۔ ص۳۰-۳۲) ترجمہ۔ جب تونے یہ اقوال باطلہ پہچان لئے۔ تو تجھے جاننا چاہیئے کہ سلف امت وائمہ امت کا مذہب یہ ہے کہ آدمی جب مر جاتا ہے۔ تو نعیم یا عذاب میں ہوتا ہے اور یہ اس کی روح اور بدن دونوں کو پہنچتا ہے۔ اور روح بدن سے جدا ہونے کے بعد نعیم یا عذاب میں رہتی ہے۔ اور کبھی بدن سے نزدیک ہو جاتی ہے۔ اور بدن کو اس کے ساتھ نعیم یا عذاب پہنچتا ہے۔ پھر جب قیامت کبرےٰ کا دن ہوگا۔ تو روحیں بدنوں میں پھر ڈال جائیں گی۔ اور وہ رب العالمین کے آگے اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہونگے انتہیٰ

علامہ ابن الہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں۔ وبعد اتفاق اھل الحق

Marfat.com

علی اعادۃ قدر مایدرک بہ من الحیاۃ تردد کثیر من الاشاعرۃ و الحنفیۃ فی اعادۃ الروح فمنعوا تلازم الروح والحیاۃ الا فی العادۃ ومن الحنفیۃ القائلین بالمعاد الجسمانی من قال بانہ توضع فیہ الروح وقول من قال اذا صار ترابا یکون روحہ متصلا بترابہ فیتألم الروح والتراب جمیعًا یحتمل قولہ بتجرد الروح وجسمانیتہا وقد ذکرنا ان منہم کالماتریدی واتباعہ من یقول بتجردہا لکنہ نقل اثرا انہ قیل یارسول اللہ کیف یوجع اللحم فی القبر ولم یکن فیہ روح فقال کما یوجع سنک وان لم یکن فیہ الروح قال فاخبر ان السن یوجع لانہ متصل باللحم وان لم یکن فیہ الروح فکذا بعد الموت لما کان روحہ متصلا بجسدہ یتوجع الجسد ولا یخفی ان مرادہ بالتراب اجزاؤہ الصغار ومنہم من اوجب التصدیق بذلک ومنع من الاشتغال بالکیفیۃ بل التفویض الی الخالق عزوجل (کتاب المسائرۃ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ - الرکن الرابع - الاصل الثانی والثالث سؤال منکر ونکیر و عذاب القبر ونعیمہ) - ترجمہ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبر میں میت میں اس قدر حیات ڈال دی جاتی ہے کہ جس سے وہ دکھ سکھ کا ادراک کر سکے۔ مگر اس امر میں بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ متردد ہیں کہ روح بھی مردے میں ڈالی جاتی ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ روح اور حیات میں بجز عادت[1] کے تلازم نہیں۔

---

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ عقل کی رو سے روح و حیات میں تلازم نہیں۔ یعنی حیات کے تحقق کے لئے روح کا ہونا شرط نہیں۔ ہاں اللہ تعالے نے عادت جاری کر دی ہے کہ جب بدن سے روح کا تعلق ہو جاتا ہے تو وہ بدن میں حیات پیدا کر دیتا ہے۔ لہذا اس گروہ کے نزدیک قبر میں روح کا اعادہ نہیں ہوتا بلکہ بدن میں بطور خارق عادت حیات پیدا ہو جاتی ہے

Marfat.com

اور جو حنفیہ[1] معاد جسمانی کے قائل ہیں ان میں سے بعضے کہتے ہیں کہ میت میں روح ڈالی جاتی ہے۔ مگر جو شخص کہتا ہے کہ میت جب مٹی ہو جاتی ہے۔ تو اس کی روح اس کی مٹی سے متصل ہوتی ہے لہذا روح اور مٹی دونوں دُکھ پاتے ہیں۔ اُس کا یہہ قول احتمال رکھتا ہے کہ وہ روح کے تجرد[2] کا قائل ہو اور یہہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ وہ روح کی جسمانیت کا قائل ہو۔ اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حنفیہ میں سے بعضے مثلاً امام ابو منصور ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ) اور ان کے اَتباع روح کے تجرد کے قائل ہیں۔ لیکن امام ماتریدی نے ایک حدیث[3] نقل کی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ قبر میں گوشت کیونکر دکھ پاتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا۔ جس طرح تیرا دانت درد کرتا ہے اگرچہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ امام موصوف نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

۱ یہہ وہ ہیں جن کے نزدیک روح ایک جسم ہے جیسا کہ پہلے باب میں مفصل بیان ہوا ۱۲ +

۲ روح کے جوہر مجرد ہونے سے یہہ مراد ہے کہ روح جسم نہیں۔ اور نہ جسم میں حلول کرنے والی قوت ہے۔ بلکہ بدن سے اس کا تعلق تدبیر و تصرف کا تعلق ہے جیسا کہ بادشاہ اپنے ملک میں تدبیر و تصرف کرتا ہے اور اس میں حلول کرنے والا نہیں ہوتا ۱۲ +

۳ شیخ کمال بن ابی شریف شافعی (متوفی ۹۰۵ھ) نے اس حدیث کی نسبت لکھا ہے کہ اس کے موضوع ہونے کے نشان ظاہر ہیں (کتاب المسامرۃ بشرح المسایرۃ ۔ صـ۲۳۲)
مگر علامہ ابن الہمام اور علامہ زین الدین قاسم حنفی نے اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی۔ اور علامہ ابو المعین نسفی نے بحر الکلام میں اس سے استدلال کیا ہے (کتاب الجواہرۃ المنیفۃ فی شرح وصیۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃ للامام ملا حسین بن اسکندر الحنفی ۔ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۔ صـ۲۲) ۔ لہذا ابن ابی شریف کا اسے بلا وجہ موضوع خیال کرنا قابل جرح اور غیر مقبول ہے فافہم ۱۲

Marfat.com

نے فرمایا کہ دانت میں درد ہوتا ہے اس لئے کہ وہ گوشت سے متصل ہے۔ اگرچہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ اسی طرح موت کے بعد چونکہ مُردے کی روح اس کے بدن سے متصل ہوتی ہے۔ اس کے جسم کو الم پہنچتا ہے (اگرچہ اس میں روح نہیں ہوتی)، اور پوشیدہ نہ رہے کہ مٹی سے مُراد جسم کے چھوٹے چھوٹے اجزاء ہیں۔ اور حنفیہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ قبر کے عذاب و نعیم کی تصدیق واجب ہے۔ مگر اس میں مشغول نہ ہونا چاہیئے کہ اعادۂ روح اور عذاب و نعیم کا ادراک کیونکر ہوتا ہے۔ بلکہ اس کیفیت کا علم خالق عزوجل کے حوالہ کرنا چاہیئے انتہے۔ علامہ ابن الہمام کے قول یقول بتجردھا (روح کے تجرد کے قائل ہیں) پر علامہ زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ) نے یہہ حاشیہ لکھا ہے۔ قلت الذی تقدم عن الماتریدی فی الروح الثابتة حالة الحیاة واما بعد الموت فلا یختص القول بتجردھا بالماتریدی قال الامام القونوی ارواح الکفار متصلة باجسادھا فتعذب ارواحھا فیتألم ذٰلک الجسد کالشمس فی السماء ونورھا فی الارض واما ارواح المومنین فی علیین ونورھا متصل بالجسد ویجوز مثل ذٰلک الا تری ان الشمس فی السماء ونورھا فی الارض وکذٰلک النائم تخرج روحه ومع ذٰلک یتألم اذا کان به الم ویصیب به راحة حتی یسمع منه الضحک فی المنام یدل علیه قوله تعالے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا کذا ذکرہ الشیخ ابو المعین النسفی فی اصوله (کتاب المسامرة بشرح المسایرة وعلی المسایرة ایضاً حاشیة للشیخ زین الدین قاسم الحنفی۔ مطبوعہ مصر صـ ۲۳۲) ترجمہ میں کہتا ہوں۔ امام ماتریدی کا قول جو پہلے گزرا وہ اس روح کی نسبت تھا جو حیات کی حالت میں ثابت ہو۔ مگر موت کے بعد روح کے تجرد کا قائل ہونا امام ماتریدی سے خاص نہیں۔ امام قونوی (متوفی ۶۷۲ھ) فرماتے ہیں کہ کافروں کی روحیں ان کے جسموں

Marfat.com

سے متصل ہوتی ہیں۔ پس روحوں کے عذاب سے ان کے جسم دکھ پاتے ہیں جیسا کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہے۔ اور مومنوں کی روحیں علیین میں ہیں۔ اور ان کا نور ان کے جسم سے متصل ہے۔ اور اس طرح کا ہونا جائز ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہے۔ اور اسی طرح سونے والے کا حال ہے کہ اس کی روح نکل جاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے روح کے دکھ سے وہ دکھ پاتا ہے۔ اور (روح کی راحت سے) اس کو راحت پہنچتی ہے یہانتک کہ خواب میں اس کی ہنسی سُنی جاتی ہے۔ اس پر اللہ تعالٰے کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا الآیہ شیخ ابو المعین میمون بن محمد نسفی حنفی (متوفی ۵۰۸ھ) نے اس کو اپنی کتاب اصول (بحر الکلام) میں اسی طرح ذکر کیا ہے انتہے۔

بیان بالا سے ایک قابل غور امر جو ثابت ہوا وہ یہ ہے کہ حنفیہ ماتریدیہ کے نزدیک میت کی روح کو بدن سے یا بدن کے اجزائے باقیہ سے اتصال و تعلق رہتا ہے۔ اس لئے برزخ کے عذاب و نعیم میں دونوں شریک رہتے ہیں احادیث میں بھی اسی کی تائید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن عمرو بن العاص قال لابنه وھو فی سیاق الموت اذا انامت فلا تصحبنی نائحة ولانار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم ماذا ارجع به رسل ربی رواہ مسلم (کتاب الجنائز۔ باب دفن المیت۔ فصل ثالث)۔ ترجمہ۔ حضرت عمرو بن العاص نے نزع کی حالت میں اپنے بیٹے سے کہا جس وقت میں مر جاؤں۔ کوئی نوحہ کرنے والی عورت میرے ساتھ نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ جب تم مجھے دفن کردو۔ تو مجھ پر نرمی سے تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالنا۔ پھر میری قبر کے گرد اتنا ٹھہرنا کہ جتنی دیر میں اونٹنی ذبح کی جاتی ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا

Marfat.com

جاتا ہے تاکہ میں تم سے آرام پاؤں اور جان لوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ انتہے۔ نرمی و سہولت سے خاک ڈالنے کی وصیت اسواسطے فرمائی کہ میت کو اس چیز سے تکلیف پہنچتی ہے جس سے زندہ کو پہنچتی ہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں ہے۔ پس بہ نرمی و بسہولت بیندازید برمن خاک رایعنی اندک اندک اندازید و ایں اشارت است بانکہ میت احساس مے کند و دردناک مے شود بآنچہ دردناک مے شود باں زندہ انتہے۔ مشکوۃ ہی میں ہے۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کسر عظم المیت ککسرہ حیا رواہ مالک وابوداؤد وابن ماجۃ (باب دفن المیت)۔ ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردے کی ہڈی توڑنا اس کی حالت حیات میں ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔ اس کو امام مالک اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے انتہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ جس چیز سے دکھ سکھ پاتا ہے اسی سے مُردہ بھی الم وراحت پاتا ہے اشعۃ اللمعات میں اس کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ ابن عبدالبر (مالکی) گفتہ است کہ ازینجا مستفاد مے گردد کہ میت متالم مے گردد بجمیع آنچہ متالم مے گردد بداں حی و لازم ایں است کہ متلذذ گردد بتمام آنچہ متلذذ مے شود بداں زندہ انتہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبۃ عن محمد بن عبدالرحمن الانصاری قال قالت لی عمرۃ اعطنی قطعۃ من ارضک ادفن فیھا فانی سمعت عائشۃ تقول کسر عظم المیت مثل کسر عظم الحی قال محمد وکان مولی من اھل المدینۃ یحدثہ عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم (جزء سادس۔ صنا) ترجمہ۔ حدیث کی ہم کو عبداللہ نے کہ حدیث کی مجھ کو میرے باپ نے کہ حدیث کی ہم کو محمد بن جعفر نے۔ کہا کہ حدیث کی ہم کو شعبہ نے

Marfat.com

محمد بن عبد الرحمٰن سے کہ کہا محمد نے۔ مجھ سے حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے اپنی زمین میں سے ایک ٹکڑا دو کہ میں اس میں دفن کی جاؤں۔ کیونکہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے سنا ہے کہ مردے کی ہڈی توڑنا زندے کی ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔ کہا محمد نے کہ اہل مدینہ میں سے ایک آزاد کردہ غلام اس کو روایت کرتا تھا حضرت عائشہ رضی سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے انتہے۔ حضرت عمرہ کا ایک قطعہ زمین اپنے دفن ہونے کے لئے مانگنا اس وجہ سے تھا کہ اگر کسی کی مملوکہ زمین میں دفن ہو جائیں۔ تو شاید مالک۔ ان کی لاش کو نکال دے اور اس طرح انہیں تکلیف پہنچے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن عمرو بن حزم قال رأنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم متکئا علی قبر فقال لا توذ صاحب ھذا القبر او لا توذہ رواہ احمد (باب دفن المیت)۔ ترجمہ حضرت عمرو بن حزم فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر تکیہ لگائے دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس قبر والے کو اذیت نہ دو یا فرمایا اس کو اذیت نہ دے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے انتہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے۔ شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے واللہ اعلم انتہے۔ فتاوے قاضیخاں (متوفی ۵۹۲ھ) میں ہے۔ یکرہ قلع الحطب والحشیش من المقبرۃ فان کان یابسا لا باس بہ لانہ ما دام رطبا یسبح فیوئنس المیت۔ یعنی مقبرے سے ایندھن اور گھاس کا اکھاڑنا مکروہ ہے۔ اگر خشک ہو۔ تو کچھ ڈر نہیں۔ کیونکہ جب تک وہ سبز و تازہ رہتی ہے۔ وہ تسبیح پڑھتی ہے پس میت کو انس آرام دیتی ہے انتہے۔

Marfat.com

چھٹا باب

برزخ میں روح کا مقام

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ برزخ میں روحوں کے مقام مختلف ہوتے ہیں۔
(۱) بعض روحیں اعلےٰ علیین میں ملأ اعلےٰ میں ہیں۔ اور وہ انبیاء کی روحیں ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ اور ان کے منازل متفاوت ہیں جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں اُن کو دیکھا۔
(۲) بعض روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں جو بہشت میں چرتے ہیں جہاں چاہتے ہیں۔ اور یہ بعض شہیدوں کی روحیں ہیں۔ سب شہیدوں کی نہیں کیونکہ شہیدوں میں ایسے بھی ہیں جن کی روحیں قرض وغیرہ کے سبب جنت میں داخل ہونے سے روکی جاتی ہیں۔ چنانچہ مسند میں محمد بن عبداللہ بن جحش سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ اگر میں خدا کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔ تو مجھے کیا ملے گا۔ حضور نے فرمایا۔ بہشت۔ جب وہ شخص واپس آنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مگر کسی کا قرض اس کے ذمہ نہ ہو۔ مجھے ابھی حضرت جبریلؑ نے یہ آہستہ بتایا ہے۔ (۳) بعض بہشت کے دروازے پر روکی جاتی ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ میں نے تمہارے صاحب کو بہشت کے دروازے پر محبوس پایا۔ (۴) بعض قبر میں محبوس ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ شخص جس نے مالِ غنیمت میں سے ایک چادر چھپالی تھی۔ اس کی نسبت حضور اقدس صلے اللہ وسلم نے فرمایا کہ وہ چادر قبر میں اس پر شعلہ زن ہو گی۔ (۵) بعض روحوں کا مقام بہشت کا دروازہ ہے۔ چنانچہ حدیث ابن عباس میں ہے کہ شہید بہشت کے

Marfat.com

دروازے میں ایک نہر کے کنارے پر سبز قبہ میں ہوں گے۔ ان کو صبح و شام بہشت سے رزق ملے گا۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اور یہ بخلاف حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان کو ہاتھوں کے بجائے دو بازو عطا کئے ہیں جن سے وہ بہشت میں جہاں چاہیں اُڑتے ہیں۔

(۶) بعض روحیں زمین میں محبوس ہوتی ہیں اور ملأ اعلیٰ میں نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ وہ سفلی ارضی ہیں جو ارواح سماویہ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ المرء مع من احب (انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جسے وہ دوست رکھے)

(۷) بعض روحیں زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کے تنور میں ہوتی ہیں۔ اور بعض خون کی نہر میں تیرتی ہیں اور پتھر نگلتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ روحیں نیک ہوں یا بد ان کے مقام مختلف ہیں۔ بلکہ ایک روح تو اعلیٰ علیین میں ہے اور ایک ارضی سفلی ہے کہ زمین سے اوپر نہیں چڑھتی۔ مگر با اینہمہ ہر روح کا تعلق اپنے جسم سے رہتا ہے۔ (کتاب الروح۔ صفحہ ۱۸۶-۱۸۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) نے اپنے فتاوے میں لکھا ہے کہ مومنوں کی روحیں علیین میں ہیں۔ اور کافروں کی روحیں سجین میں ہیں۔ اور ہر روح کو اپنے بدن سے اتصال معنوی ہے جو حیات دنیوی کے اتصال کے مشابہ نہیں۔ بلکہ اس اتصال معنوی کو سب سے زیادہ مشابہت سونے والے کے حال سے ہے۔ اگرچہ یہ اتصال سونے والے کے اتصال سے بڑھکر ہے۔ ہمارے اس قول سے تطبیق ہو جاتی ہے اُس میں جو آیا ہے کہ روحیں علیین یا سجین میں ہیں اور اُس میں جو ابن عبد البر (متوفی ۴۶۳ھ) نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ روحیں اپنی قبروں کے گرداگرد ہوتی ہیں۔ با اینہمہ روحوں کو تصرف کی اجازت ہے حالانکہ وہ علیین یا سجین میں اپنے محل میں پناہ گزین ہوتی ہیں۔ اور جب میت ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیجائے۔ تو اتصال مذکور بدستور قائم رہتا ہے۔ اسی طرح اگر اجزائے میت متفرق ہو جائیں۔ تو وہ اتصال اُسی

Marfat.com

طرح قائم رہتا ہے انتہے - (شرح الصدور للسیوطی - صفحہ ۹۶)

امام ابو المعین نسفی حنفی بحر الکلام میں لکھتے ہیں کہ روحوں کی چار[1] قسمیں ہیں۔ انبیائ کی روحیں اپنے بدنوں سے نکلتی ہیں۔ اور ان کی صورت کی مثل کستوری دکافور کی مثل ہو جاتی ہے۔ اور جنت میں کھاتی پیتی ہیں۔ اور راحت میں ہوتی ہیں۔ اور رات کو عرش سے لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔ اور شہیدوں کی روحیں بدنوں سے نکلتی ہیں۔ اور جنت میں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں۔ کھاتی پیتی ہیں اور راحت میں ہوتی ہیں۔ اور رات کو عرش سے لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔ اور فرمانبردار مومنوں کی روحیں بہشت کی بیرونی دیوار میں رہتی ہیں نہ کھاتی ہیں نہ متمتع ہوتی ہیں۔ مگر بہشت کی طرف دیکھتی ہیں۔ اور گنہگار مومنوں کی روحیں زمین د آسمان کے درمیان ہوا میں ہوتی ہیں۔ رہے کفار۔ سو انکی روحیں ساتویں زمین کے نیچے سجین میں سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنے جسموں سے متصل ہوتی ہیں۔ پس روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اور اس سے بدن الم اٹھاتے ہیں جیسا کہ سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے انتہے۔ (شرح الصدور صفحہ ۹)

ساتواں باب

موتے کا سماع اور کلام

مُردوں کو زندوں کی زیارت کا علم ہوتا ہے۔ وہ زندوں کا سلام دکلام سُنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ وہ زندوں کے اعمال و احوال سے واقف ہوتے ہیں۔

---

[1] امام قونوی نے بھی یہی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ دیکھو حاشیۃ الشیخ زین الدین قاسم الحنفی علی المسایرۃ للعلامۃ الکمال ابن الہمام - صفحہ ۱۶۶۔

Marfat.com

چنانچہ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے۔ ھل تعرف الاموات بزیارۃ الاحیاء وسلامھم ام لا۔ یعنی کیا مردے زندوں کی زیارت وسلام کو پہچانتے ہیں یا نہیں؟ علامہ موصوف نے جو اس سوال کا جواب دیا ہے۔ اس کا خلاصہ اُردو میں یہہ ہے حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہہ امر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مامن مسلم یمر علی قبر اخیہ کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام (جو مسلمان اپنے بھائی کی قبر سے گذرتا ہے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اُسے سلام کہتا ہے تو اللہ اس پر اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے یہانتک کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے) پس یہہ نص ہے کہ صاحب قبر سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اسے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کئی طرح سے یہہ روایت ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بدر کے مقتولین کوئیں میں ڈال دئے گئے۔ پھر آپ تشریف لائے یہانتک کہ ان کے پاس کھڑے ہوئے۔ اور اُن کو ان کے ناموں سے یوں پکارا۔ اے فلاں بیٹے فلاں کے۔ اے فلاں بیٹے فلاں کے

ف۱ حافظ ابن عبد البر (متوفی ۴۶۳ھ) نے اس حدیث کو استذکار اور تمہید میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے۔ اور حافظ ابو محمد عبد الحق الاشبیلی (متوفی ۵۸۱ھ) نے اسے احکام صغریٰ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا اسناد ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح ہے۔ (شرح الصدور للسیوطی۔ ص۸۴ اور وفاء الوفاء جز ثانی ص۴۰۲) ۔ اور علامہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے رسالہ زیارۃ القبور میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور علامہ سمہودی (متوفی ۹۱۱ھ) نے وفاء الوفا (جزء ثانی۔ ص۴۰۲) میں اس سے استدلال کیا ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں ذکر کیا ہے جیسا کہ ابن عبد الہادی نے نقل کیا ہے کہ جب کوئی مسلمان شہداء اور مومنین کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کو سلام کہے تو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور شیخ ابن حجر مکی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ) نے جوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم ص۳۲ میں اسے صحیح کہا ہے ۱۲

Marfat.com

کیا تم نے سچ پایا اُسے جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ میں نے تو جو کچھ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا سچ پایا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ ان لوگوں سے کیا خطاب فرماتے ہیں۔ جو مردار ہو گئے۔ حضور نے فرمایا۔ والذی بعثنی بالحق ما انتم باسمع لما اقول منہم ولکنہم لا یستطیعون جوابا (قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا کہ تم ان کی نسبت زیادہ نہیں سنتے جو کچھ میں کہتا ہوں۔ لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے[1])۔ اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جس وقت جنازے کے ہمراہی لوگ واپس آتے ہیں تو مُردہ[2] ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کے لئے یہ طریق مقرر فرمایا ہے کہ اہل قبور کو یوں سلام کہا کرو۔ السلام[3] علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین (سلام تم پر اے گھر والو مومنو اور مسلمانو)۔ اور یہ خطاب ہے اُس کو جو سنتا ہے اور عقل رکھتا ہو۔ ورنہ یہ معدوم شے اور جماد (اینٹ پتھر وغیرہ) کے خطاب کی مانند ہوگا۔ اور سلف کا اس بات پر اجماع ہے اور ان سے متواتر آثار آئے ہیں کہ مُردہ زندے کی زیارت کو پہچانتا ہے۔ اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ ابن ابی الدنیا (متوفی ۲۸۱ھ) نے کتاب القبور (باب معرفۃ الموتے بزیارۃ الاحیاء)

---

[1] یعنی وہ ایسا جواب نہیں دے سکتے جس کو تم سن سکو ۱۲۔ +

[2] عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ حدثہم ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ وانہ لیسمع قرع نعالہم اتاہ ملکان الحدیث (صحیح بخاری۔ باب ماجاء فی عذاب القبر)

[3] حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو تعلیم فرماتے تھے کہ جب تم مقبروں کی طرف نکلو۔ تو یوں کہا کرو۔ السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ۔ باب زیارۃ القبور) ۱۲ +

Marfat.com

میں لکھا ہے کہ حدیث کی ہم کو محمد بن عون نے کہ حدیث کی ہم کو یحییٰ بن یمان نے عبداللہ بن سمعان سے اس نے زید بن اسلم سے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما من رجل یزور قبر اخیه ویجلس عنده الا استانس به ورد علیه حتی یقوم (جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے۔ وہ اس سے آرام پاتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے یہانتک کہ وہ اُٹھتا ہے)۔ اور کتاب القبور ہی میں ہے کہ حدیث کی ہم کو محمد بن قدامہ جوہری نے کہ حدیث کی ہم کو معن بن عیسےٰ قزاز نے کہ خبر دی ہم کو ہشام بن سعد نے کہ حدیث کی ہم کو زید بن اسلم نے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔[۲]
اذا مر الرجل بقبر اخیه یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام وعرفه واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام (جب آدمی اپنے بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جسے وہ پہچانتا تھا اور اُسے سلام کہتا ہے۔ تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچان لیتا ہے۔ اور جب ایسی قبر سے گزرتا ہے کہ جس کے صاحب کو کہ وہ نہ پہچانتا تھا اور اسے سلام کہتا ہے۔ تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے)۔ اور کتاب مذکور ہی میں ہے کہ حدیث کی ہم کو محمد بن الحسین نے کہ حدیث کی مجھ کو بکر بن محمد نے کہ حدیث کی ہم کو حسن قصاب نے کہ میں ہفتہ کے دن ہر صبح محمد بن واسع کے ساتھ جایا کرتا تھا یہانتک کہ ہم گورستان میں آتے اور قبروں کے پاس ٹھہر جاتے۔ اور ان کو سلام کہتے اور ان کے لئے دعا مانگتے۔ پھر لوٹ آتے۔ ایک دن میں نے کہا۔ اگر آپ

۱؎ ابن ابی الدنیا کے علاوہ حافظ عبدالحق اشبیلی نے کتاب العاقبۃ (دفاء الوفا للعلامۃ السمہودی۔ جزء ثانی صـ۴۰۴ میں) اور علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے شرح الصدور میں اس سے استدلال کیا ہے۔ ۱۲

۲؎ اس حدیث کو امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے بھی شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ (شرح الصدور۔ صـ۸۴) ۱۲

Marfat.com

اس دن کے بجائے روز شنبہ مقرر کردیں۔ تو اچھا ہوگا۔ اس پر محمد بن واسع نے فرمایا۔ ۶
مجھے یہہ خبر ملی ہے کہ مردے جمعہ کے دن اور اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد زیارت

اس سے یہہ مراد نہیں کہ ان تین دنوں کے سوا اور دن بالکل نہیں پہچانتے۔ بلکہ اس سے
مطلب یہہ ہے کہ اور دنوں کی نسبت ان تین دنوں میں زیادہ پہچانتے ہیں۔ چنانچہ ابن قیم نے اپنی
کتاب زاد المعاد (جزء اول۔ صفحہ ۱۱۵) میں خصائص جمعہ میں یوں لکھا ہے۔ الحادیۃ والثلاثون
ان الموتیٰ تدنوا رواحہم من قبورہم وتوافیہا فی یوم الجمعۃ فیعرفون زوارہم
ومن یمر بہم ویسلم علیہم ویلقاہم فی ذلک الیوم اکثر من معرفتہم بہم فی غیرہ
من الایام۔ ترجمہ۔ اکتیسویں خاصیت یہہ ہے کہ جمعہ کے دن مُردوں کی روحیں اپنی قبروں سے
نزدیک ہوتی ہیں اور قبروں کے پاس آتی ہیں۔ پس مُردے زیارت کرنے والوں اور گزرنے والوں
اور سلام کرنے والوں اور ملاقات کرنے والوں کو اور دنوں کی نسبت اس دن زیادہ پہچانتے ہیں
انتہیٰ۔ اور زاد المعاد (جزء اول۔ صفحہ ۱۱۶) ہی میں ہے۔ وذکر عن سفیان الثوری قال
بلغنی عن الضحاک انہ قال من زار قبرا یوم السبت قبل طلوع الشمس علم المیت
بزیارتہ فقیل لہ کیف ذلک قال لمکان یوم الجمعۃ۔ ترجمہ۔ اور حضرت سفیان ثوری
سے مذکور ہے کہ مجھے ضحاک سے یہہ خبر پہنچی ہے کہ جو شخص شنبہ (ہفتہ کے دن) آفتاب نکلنے سے پہلے کسی قبر
کی زیارت کرے۔ تو مُردے کو اس کی زیارت کا علم ہوجاتا ہے۔ حضرت ضحاک سے پوچھا گیا کہ یہہ کیوں۔
فرمایا۔ کہ یوم جمعہ کے شرف کے سبب انتہیٰ۔ شیخ ابن حجر مکی شہداء اُحد کی زیارت کے لئے یوں فرماتے ہیں۔
والافضل ان یکون ذلک یوم الخمیس لان الموتی یعلمون ای یزید علمہم للادلۃ علیٰ
دوام علمہم بزوارہم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ کما نقلہ فی الاحیاء عن
محمد بن واسع انہ بلغہ ذلک (الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی
الکریم۔ صفحہ ۹۲) ترجمہ افضل یہہ ہے کہ زیارت پنجشنبہ کو ہو کیونکہ مردے پہچانتے ہیں یعنی زیادہ پہچانتے ہیں
(یہ معنی اس لئے کہ ان کے علم کے دوام پر دلیلیں موجود ہیں) اپنے زیارت کرنے والوں کو جمعہ کے دن اور
اس سے ایک دن آگے اور ایک دن پیچھے جیسا کہ احیاء العلوم میں محمد بن واسع سے نقل کیا ہے کہ اس کو
یہ خبر ملی ہے انتہیٰ۔ پس معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن روحوں کے قرب کے سبب مردوں کو سب دنوں سے

Marfat.com

کرنے والوں کو پہچان لیتے ہیں۔ اور ابن ابی الدنیا نے کہا کہ حدیث کی ہم کو خالد بن خداش نے کہ حدیث کی ہم کو جعفر بن سلیمان نے ابوالتیاح سے کہ مُطرِّف بادیہ نشین تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا۔ تو (نماز جمعہ سے واپس آنے میں) اندھیرا ہو جاتا۔ جعفر بن سلیمان نے کہا کہ میں نے ابوالتیاح کو سنا کہ کہتا تھا۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ مطرف کے لئے ان کے کوڑے میں نور پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ پس آپ ایک رات آئے یہانتک کہ جب مقبروں کے پاس پہنچے۔ تو اونگھ سے آپ کا سر ہل گیا اور آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ پس آپ نے اہل قبور میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی قبر پر بیٹھے دیکھا۔ وہ بولے کہ یہ مطرف ہے جو جمعہ کو آیا کرتا ہے۔ آپ کا بیان ہے کہ میں نے ان سے پوچھا۔ کیا تمہیں جمعہ کا علم ہو جاتا ہے۔ وہ بولے۔ ہاں۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ جمعہ کے دن پرندے کیا کہتے ہیں

زیادہ پہچان ہوتی ہے۔ اور جمعہ کے شرف کے سبب اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن پیچھے باقی ایام سے زیادہ معرفت حاصل ہوتی ہے ۱۲ +

حالات مطرف بن عبداللہ

ع۱ حضرت مطرف بن عبداللہ حرشی عامری بصری تابعین میں سے ہیں۔ آپ بڑے پرہیزگار اور ثقہ تھے۔ آپ کی روایت سے تمام صحاح ستہ میں حدیثیں موجود ہیں۔ آپ کا وصال حجاج بن یوسف کے عہد میں ۹۵ھ کے بعد ہوا۔ آپ کے مناقب بکثرت ہیں۔ طبقات ابن سعد (جزء سابع۔ ص۱۰۵) میں ہے۔ اخبرنا مسلم بن ابراهيم قال حدثنا ابو عقيل قال حدثنا يزيد قال كان مطرف يبدو فاذا كان يوم الجمعة جاء ليشهد الجمعة فبينما هو يسير ذات ليلة فلما كان في وجه الصبح سطع من رأس سوطه نور له شعبتان فقال لابنه عبد الله وهو خلفه يا عبد الله اتراني لو اصبحت فحدثت الناس بهذا كانوا يصدقوني قال فلما اصبح ذهب۔ ترجمہ خبر دی ہم کو مسلم بن ابراہیم نے کہ حدیث کی ہم کو ابو عقیل نے کہ حدیث کی ہم کو یزید نے کہ حضرت مطرف بادیہ نشین تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا۔ تو آپ نماز جمعہ کے لئے آتے۔ ایک رات آپ چل رہے تھے۔ جب صبح کا آغاز ہوا۔ تو آپ کے کوڑے کے سرے سے ایک نور چمکا جس کے دو حصے تھے۔ آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا اور وہ آپ کے پیچھے تھا۔ تو بتا اگر صبح کو میں لوگوں سے یہ بیان کر دوں تو وہ میری تصدیق کریں گے۔ جب صبح ہوئی۔ تو وہ نور جاتا رہا۔ انتہے۔

Marfat.com

میں نے پوچھا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ کہتے ہیں۔ (اے رب) تو سلامت رکھ۔ تو سلامت رکھ۔ اور ابن ابی الدنیا ہی نے کہا کہ حدیث[1] کی مجھ کو محمد نے کہ حدیث کی مجھ کو احمد بن سہل نے کہ حدیث کی مجھ کو رشیدین بن سعد نے ایک شخص سے۔ اُس شخص نے یزید بن ابی حبیب سے کہ سلیم بن عمیر ایک مقبرے سے گزرے اور انہیں زور کا پیشاب آیا ہوا تھا۔ پس ایک ساتھی نے آپ سے کہا۔ اگر آپ ان مقبروں کی طرف اتر جائیں۔ تو کسی گڑھے میں پیشاب کر لیں۔ یہہ سُنکر آپ رو پڑے۔ پھر فرمایا سبحان اللہ واللہ انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء (سبحان اللہ کی قسم مجھے مُردوں سے ایسی شرم آتی ہے جیسا زندوں سے) اگر میت کو اس کا علم نہ ہوتا۔ تو حضرت سلیم شرم نہ کرتے۔ اور اس سے بھی بڑھکر یہہ کہ میت کو اپنے زندہ

---

[1] دیکھو شرح الصدور۔ صفحہ ۱۱۹ ۔ ۱۲

[2] سنن ابن ماجہ (باب ماجاء فی النھی عن المشی علی القبور والجلوس علیھا) میں عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لان امشی علی جمرۃ او سیف حتی یخصف رجلی احب الی من ان امشی علی قبر مسلم وما ابالی اوسط القبور قضیت حاجتی او وسط السوق۔ ترجمہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یہانتک کہ میرا پاؤں جاتا رہے۔ مجھے پسندیدہ تر ہے اس سے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔ اور میں پروا نہیں کرتا کہ قبروں کے درمیان قضاء حاجت کروں یا بازار کے درمیان۔ انتہے۔ یعنی جیسے بازار کے وسط میں قضاء حاجت سے مجھے شرم آتی ہے اسی طرح قبروں کے درمیان قضاء حاجت سے شرم آتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کنت ادخل بیتی الذی دفن فیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابی فاضع ثوبی فاقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ ما دخلت الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر (مسند امام احمد جزء سادس صفحہ ۲۰۲۔ مشکوٰۃ۔ باب زیارۃ القبور) ترجمہ میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میرے والد مدفون ہیں۔ داخل ہو جایا کرتی جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میرے والد رضی اللہ عنہ۔ اور میں چادر سے ستر نہ کرتی اور کہتی۔ وہاں کوئی نہیں مگر میرے خاوند صلے اللہ علیہ وسلم اور میرے والد رضی اللہ عنہ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مدفون ہوئے۔ تو خدا کی قسم میں حضرت عمرؓ سے شرم کے مارے بجز تمام بدن چھپائے اس گھر میں داخل نہ ہوئی انتہے۔ اس حدیث کے تحت میں اشعۃ اللمعات میں یوں لکھا ہے۔ "و دریں دلیلے واضح است بر حیات میت و علم وے۔ و آنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وے خصوصا صالحان و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشان چنانچہ در حالت حیات ایشان بود زیرا کہ صالحان را مدد بلیغ است مر زیارت کنندگان خود را بہ اندازہ ادب ایشان کذا فی شرح الشیخ انتہے ۱۲

خویش و اقارب کا علم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ حدیث کی مجھ کو ثور بن یزید نے ابراہیم سے اور ابراہیم نے ابوایوب سے کہ زندوں کے اعمال مُردوں[۱] پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پس جب وہ نیکی دیکھتے ہیں۔ تو خوش ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو بشارت دیتے ہیں۔ اور اگر برائی دیکھتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ یا اللہ اسے ہدایت پر لا۔ اور ابن ابی الدنیا نے احمد بن عبداللہ بن ابی الحواری کی روایت سے ذکر کیا کہ اس نے کہا حدیث کی مجھ کو میرے بھائی محمد نے کہ عباد بن عباد ابراہیم بن صالح کی خدمت میں گیا اور ابراہیم مذکور فلسطین کا حاکم تھا۔ اس نے عباد سے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ عباد نے کہا۔ اللہ تیری اصلاح کرے۔ میں تجھے کیا نصیحت کروں۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ زندوں کے اعمال ان کے مُردہ اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پس تو دیکھ کہ تیرے کیسے عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ سُنکر ابراہیم اتنا رو یا کہ اس کی ڈاڑھی تر ہو گئی۔ ابن ابی الدنیا نے کہا کہ حدیث کی مجھ کو محمد بن الحسین نے کہ حدیث کی مجھ کو خالد بن عمرو اموی نے کہ حدیث کی ہم کو صدقہ بن سلیمان جعفری نے کہ میں بڑا عیاش تھا۔ جب میرے باپ نے وفات پائی۔ تو میں نے توبہ کی اور اپنے قصور پر نادم ہوا۔ پھر مجھ سے سخت لغزش ہو گئی۔ پس میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا۔ اس نے کہا۔ اے بیٹا میں تجھ سے کیسا خوش ہوا کرتا تھا جب تیرے اعمال مجھ پر

---

[۱] امام احمد نے اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن مندہ نے بروایت انس نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے عمل تمہارے مُردہ رشتہ داروں اور نزدیکیوں پر پیش کئے جاتے ہیں اگر عمل نیک ہو تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر بد ہو تو کہتے ہیں۔ یا اللہ تو ان کو موت نہ دے یہانتک کہ تو ان کو ہدایت دے۔ جیسا کہ تو نے ہم کو ہدایت دی (شرح الصدور۔ صفحہ ۱۰۴)

[۲] حکیم ترمذی (متوفی ۲۵۵ھ) نے نوادر الاصول میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ وتعرض علی الانبیاء و علی الآباء والامہات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتہم وتزداد وجوھھم بیاضا واشراقا فاتقوا اللہ ولا توذوا موتاکم۔ (شرح الصدور۔ صفحہ ۱۰۳) یعنی اور دوشنبہ اور پنجشنبہ

جمعہ پنجشنبہ

پیش کئے جاتے تھے۔ ہم تیرے اعمال کو صالحین کے اعمال سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ اس دفعہ میں تیرے اعمال سے سخت شرمندہ ہوا۔ پس تو مجھے میرے ارد گرد کے مردوں میں رسوا نہ کر۔ خالد بن عمرو کا قول ہے کہ میں اس کے بعد صدقہ کو سنا کرتا تھا کہ صبح کو یوں دعا مانگا کرتا تھا اور وہ کوفہ میں میرا ہمسایہ تھا۔ اسئلك انابة لا رجعة فيها ولا حور يا مصلح الصالحين ويا هادي المضلين ويا ارحم الراحمين (اے نیکوں کی اصلاح کرنے والے اور اے بہکانے والوں کے ہدایت دینے والے اور اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے میں تجھ سے ایسی انابت مانگتا ہوں کہ جس میں پھر رجوع و بازگشت نہ ہو)۔ اس باب میں صحابہ کرام سے بہت سے آثار آئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے شہید ہونے کے بعد ان کے اقارب میں سے ایک انصاری یوں دعا مانگا کرتا تھا۔ اللهم اني اعوذ بك من عمل اخزى به عند عبد الله بن رواحة (یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے عمل سے کہ جس سے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس رسوا کیا جاؤں)۔ اور اس بارے میں یہ کافی ہے کہ موتے پر سلام کرنے والے کو زائر کہا گیا۔ اگر وہ اُسے نہ پہچانتے۔ تو سلام کرنے والے کو زائر کہنا درست نہ ہوتا۔ کیونکہ مزور (زیارت کردہ شدہ) کو اگر زائر کی زیارت کا علم نہ ہو۔ تو یہ صحیح نہیں کہ کہا جائے "اُس نے اس کی زیارت کی"۔ تمام لوگ زیارت سے یہی سمجھتے ہیں۔ اور موتے پر سلام کا بھی یہی حال ہے۔ کیونکہ جس شخص کو سلام کرنے والے کا شعور و علم نہ ہو۔ اُسے سلام کہنا محال ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ تعلیم فرمائی ہے کہ جب زیارت قبور کرو۔ تو یوں کہا کرو۔ السلام علیکم اهل

کو اللہ کے آگے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اور جمعہ کے دن نبیوں اور ماں باپوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پس وہ ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور انکے چہروں کا نور اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اذیت نہ دو انتہے۔ مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ جو مومن عالم برزخ میں چلا جاتا ہے وہ غالباً زندوں کے حالات جانتا ہے۔ زرقانی نے اس کے ثبوت میں یہی حدیث نوادر الاصول بحوالہ تحریر کی ہے۔ (زرقانی علی المواہب۔ جزو ثامن۔ صـ ۳۰۵)

Marfat.com

الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون یرحم اللہ المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ (سلام تم پر اے گھر والو مومنو اور مسلمانو۔ اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ اللہ رحم کرے ہم میں سے اور تم میں سے پہلوں اور پچھلوں پر۔ ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت مانگتے ہیں)۔ اور یہ سلام وخطاب اور پکارنا موجود کے لئے ہے جو سنتا ہو اور قابل خطاب ہو اور عقل رکھتا ہو اور جواب دیتا ہو خواہ سلام کرنے والا جواب کو نہ سنے۔ اور جب کوئی شخص مُردوں کے قریب نماز پڑھتا ہے۔ تو وہ اُسے دیکھتے ہیں۔ اور اس کی نماز کو جانتے ہیں اور اُس پر رشک کھاتے ہیں۔ یزید بن ہارون نے کہا کہ خبر دی ہم کو سلیمان تیمی نے ابو عثمان نہدی سے کہ ابن اساس[1] ایک روز کسی جنازے کے ساتھ نکلے۔ اور وہ ہلکے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آخر وہ ایک قبر کے پاس پہنچے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میں نے اُس قبر پر تکیہ لگایا۔ اللہ کی قسم۔ میرا دل بیدار تھا کہ اتنے میں مَیں نے قبر سے یہ آواز سُنی۔ الیک عنی لا توذنی فانکم قوم تعملون ولا تعلمون ونحن قوم نعلم ولا نعمل ولان یکون لی مثل رکعتیک احب الی من کذا وکذا (مجھ سے دور ہو۔ مجھے تکلیف نہ دے۔ تم ایک گروہ ہو جو عمل کرتے ہو اور نہیں جانتے اور ہم ایک گروہ ہیں جو جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔ میرے لئے تیری ان دو رکعتوں کی مانند ہونا اس سے پسندیدہ تر ہے کہ میرے واسطے فلاں فلاں چیز ہو)۔ پس میت نے اس شخص کا تکیہ لگانا اور نماز پڑھنا معلوم کر لیا۔ اور ابن ابی الدنیا نے کہا کہ حدیث کی مجھ کو حسین بن علی عجلی نے کہ حدیث کی ہم کو محمد بن الصلت نے کہ حدیث کی ہم کو اسماعیل بن عیاش نے ثابت بن سلیم سے کہ حدیث کی ہم کو ابو قلابہ نے کہ میں شام سے بصرہ کو آیا۔ ایک منزل پر میں اُترا اور وضو کر کے رات کو دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر

قبر کے پاس نماز

[1] اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ مگر ابن اساس کی جگہ علامہ سیوطی نے ابن میناد لکھا ہے۔ (شرح الصدور۔ صفحہ ۸۵) " "

Marfat.com

میں ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا۔ پھر میں اُٹھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب قبر مجھ سے شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے۔ تو نے مجھے رات سے اذیت دی۔ پھر اُس نے کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں۔ اور ہم جانتے ہیں مگر عمل پر قادر نہیں۔ پھر کہا کہ تو نے جو دو رکعتیں پڑھیں وہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔ پھر کہا۔ اللہ دنیا والوں کو نیک جزا دے۔ ہماری طرف سے اُن کو سلام کہنا۔ کیونکہ ان کی دُعا سے ہم پر پہاڑوں کی مانند نور آتا ہے۔ اور حدیث کی ہم کو حسین عجلی نے کہ حدیث کی ہم کو عبداللہ بن نمیر نے کہ حدیث کی ہم کو مالک بن مغول نے منصور سے اُس نے زید بن وہب سے کہ کہا۔ میں قبرستان کی طرف نکلا۔ اور وہاں بیٹھ گیا۔ ناگاہ ایک شخص ایک قبر کی طرف آیا اور اُس کو درست کیا۔ پھر میرے پاس آ بیٹھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے۔ اس نے کہا کہ میرے ایک بھائی کی ہے۔ میں نے کہا۔ تیرے بھائی کی ہے؟۔ وہ بولا۔ میرے ایک دینی بھائی کی ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا اور کہا۔ اے فلان تو زندہ ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ اس میت نے کہا تو نے یہ آیت پڑھی۔ اِس پر قادر ہونا میرے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ پھر کہا۔ کیا تو نے نہیں دیکھا جہاں وہ مجھے دفن کرتے تھے۔ فلاں شخص نے وہاں دو رکعتیں پڑھیں۔ میرے نزدیک ان دو رکعتوں پر قادر ہونا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ اور حدیث کی مجھ کو ابوبکر تیمی نے کہ حدیث کی ہم کو عبداللہ بن صالح نے کہ حدیث کی مجھ کو لیث بن سعد نے کہ حدیث کی مجھ کو حمید طویل نے مطرف بن عبداللہ حرشی سے کہ فرمایا۔ ہم ربیع کی طرف اس کے زمانے میں نکلے۔ ہم نے کہا کہ ہم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کے لئے داخل ہوں گے۔ اور ہمارا راستہ قبرستان میں سے تھا۔ پس ہم قبرستان میں داخل ہوئے۔ میں نے وہاں ایک جنازہ دیکھا۔ میں اُس میں حاضر ہونے کو غنیمت سمجھ کر حاضر ہو گیا۔ پھر میں قبر کے قریب ایک طرف کو الگ ہو گیا۔ اور میں نے جلدی دو رکعتیں پڑھیں جن کے طریق ادا سے میں راضی نہ ہوا۔ اور مجھے اونگھ آ گئی۔ پس میں نے صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے کلام کرتا ہے اور کہتا ہے۔

Marfat.com

تو نے دو رکعتیں پڑھیں جن کے طریق ادا سے تو راضی نہ ہوا۔ میں نے کہا۔ بے شک ایسا ہی ہوا۔ وہ بولا تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں۔ اور ہم عمل نہیں کر سکتے۔ تیری طرح اگر میں دو رکعتیں پڑھ سکوں تو یہ مجھے تمام دنیا سے پسندیدہ تر ہے۔ میں نے کہا۔ یہاں کون ہیں۔ وہ بولا۔ سب مسلمان ہیں اور سب کو نیک بدلہ ملا۔ یہ میں نے پوچھا کہ یہاں سب میں افضل کون ہے۔ اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اے اللہ ہمارے پروردگار اسے میری طرف نکال کہ اس سے بات کروں۔ حضرت مطرف فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان اس قبر سے نکلا۔ میں نے کہا۔ کیا یہاں سب سے افضل تو ہے؟۔ وہ بولا بے شک ایسا ہی کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کس چیز سے تو نے یہ درجہ پایا۔ اللہ کی قسم میں تیری اتنی عمر نہیں دیکھتا کہ کیوں تجھے یہ درجہ بہت حج وعمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور عمل کرنے سے ملا ہے وہ بولا۔ میں مصیبتوں میں مبتلا ہوا۔ پس مجھے خدا نے صبر عطا فرمایا۔ اس لئے ان سب سے بڑھ گیا۔ اگرچہ فقط ان خوابوں سے امر زیر بحث ثابت نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ خواب باوجود کثیر و بے شمار ہونے کے علم و کلام ہونے پر متفق ہیں۔ اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اری رؤیاکم قد تواطأت علی انھا فی العشر الاواخر (میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب اس بات پر متفق ہو گئے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ میں ہے)۔ پس جب مومنوں کے خواب کسی امر پر متفق ہوں۔ تو یہ اتفاق ایسا ہے جیسا کہ ان کی روایتیں کسی امر پر متفق ہوں اور جیسا کہ کسی امر کو اچھا یا برا جاننے پر ان کی رائیں متفق ہوں۔" اور جس امر کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جس کو برا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی برا ہے۔" علاوہ ازیں ہم اپنے مدعا کو فقط رؤیا سے ثابت نہیں کرتے بلکہ ان دلائل وغیرہ سے جو مذکور ہوئے۔ اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ مردہ دفن ہونے کے بعد جنازے کے ہمراہیوں سے انس و آرام پاتا ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے نزع کی حالت میں اپنے بیٹے سے وصیت کی کہ جس وقت میں مر جاؤں

کوئی نوحہ کرنے والی عورت میرے جنازے کے ساتھ نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ جب تم مجھے دفن کرو۔ تو مجھ پر نرمی سے تھوڑی مٹی ڈالو۔ پھر میری قبر کے گرد اتنا ٹھیرو کہ جتنی دیر میں اونٹنی ذبح کیجاتی ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس وآرام پاؤں اور جان لوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ یہہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مردہ اپنی قبر کے پاس حاضرین سے اُنس وآرام پاتا ہے اور ان سے خوش ہوتا ہے۔ اور سلف کی ایک جماعت کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ دفن کے وقت ہماری قبروں کے پاس قرآن پڑھا جائے۔ حافظ عبدالحق اشبیلی نے کہا کہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میری قبر پر سورہ بقرہ پڑھی جائے۔ اور جن عالموں نے قبر پر قرأت کو پسند فرمایا اُن میں سے حضرت علی بن عبدالرحمن ہیں۔ امام احمد (متوفی ۲۴۱ھ) پہلے اس سے انکار کرتے تھے۔ کیونکہ ان کو اس بارے میں کوئی حدیث نہ پہنچی تھی۔ پھر آپ نے اس سے رجوع فرمایا۔ اور امام ابوبکر احمد بن محمد خلال بغدادی حنبلی (متوفی ۳۱۱ھ) نے اپنی جامع (العلوم الامام احمد بن حنبل) کتاب القراءة عند القبور میں فرمایا کہ خبر دی ہم کو عباس بن محمد الدوری نے کہ حدیث کی ہم کو یحیے بن معین نے کہ حدیث کی ہم کو مبشر حلبی (متوفی ۲۰۰ھ) نے کہ حدیث کی مجھ کو عبدالرحمن بن ابی العلاء بن اللجلاج نے اپنے باپ سے کہا کہ میرے باپ (ابو العلاء) نے کہا۔ جب میں مر جاؤں۔ تو مجھے لحد میں رکھ دینا۔ اور کہنا۔ بسم اللہ وعلی سنة رسول اللہ اور نرمی سے تھوڑی تھوڑی مٹی مجھ پر ڈالنا۔ اور میرے سرھانے سورۂ بقرہ کے اول وآخر کی آیتیں پڑھنا کیونکہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو اسی طرح کہتے سنا ہے۔ عباس الدوری نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ آپ کو قبر پر قرأت کے بارے میں کوئی حدیث یاد ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ اور میں نے یحیے بن معین سے پوچھا۔ تو انہوں نے یہہ حدیث بیان فرمائی۔ خلال نے کہا کہ خبر دی مجھ کو حسن بن احمد وراق نے کہ حدیث کی مجھ کو علی بن موسے حداد نے اور وہ بڑا سچ بولنے

Marfat.com

والا تھا۔ کہ میں ایک جنازے میں امام احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ جوہری کے ساتھ تھا۔ جب میت کو دفن کر چکے۔ تو ایک نابینا شخص قبر پر قرآن پڑھنے لگا۔ امام احمد نے فرمایا۔ اے فلاں قبر پر قرآن پڑھنا بدعت ہے۔ جب ہم قبرستان سے نکل آئے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد بن حنبل سے کہا۔ اے ابو عبد اللہ۔ مبشر حلبی کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے۔ ابن قدامہ نے پوچھا۔ کیا آپ نے اس کی روایت سے کچھ لکھا ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ ہاں۔ ابن قدامہ نے کہا کہ خبر دی مجھ کو مبشر نے عبد الرحمن بن ابی العلاء بن اللجلاج ہے۔ اس نے اپنے باپ (ابوالعلاء) سے کہ اس نے وصیت کی کہ جب مجھے دفن کیا جائے۔ تو میرے سرہانے سورۂ بقرہ کی اول و آخر کی آیتیں پڑھی جائیں۔ اور کہا (ابوالعلاء نے) کہ میں نے حضرت ابن عمر کو یہی وصیت کرتے سنا ہے۔ پس امام احمد نے امام ابن قدامہ سے فرمایا کہ واپس جاؤ۔ اور اس نابینا سے کہہ دو کہ قبر پر قرآن پڑھے۔ اور حسن بن الصباح الزعفرانی نے بیان کیا کہ میں نے امام شافعی سے قبر پر قرآن پڑھنے کا حکم پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ لا باس بہ (اس کا کچھ ڈر نہیں)۔ اور خلال نے امام شعبی (علامۃ التابعین) کی روایت ذکر کیا کہ جب انصار میں کوئی میت ہو جاتی تھی۔ تو وہ اس کی قبر پر جا کر قرآن پڑھا کرتے تھے۔ حافظ ابو محمد عبد الحق اشبیلی نے کہا کہ فضل بن الموفق سے مذکور ہے کہ میں بہت دفعہ اپنے باپ کی قبر پر آیا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس قبرستان میں کہ جہاں میرا باپ مدفون تھا ایک جنازے کے ساتھ حاضر ہوا۔ پس ایک ضروری کام کے لئے میں نے جلدی کی اور اپنے باپ کی قبر پر نہ گیا۔ جب رات ہوئی۔ تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا باپ مجھ سے کہتا ہے۔ بیٹا تو میرے پاس کیوں نہیں آتا۔ میں نے کہا۔ اے میرے باپ کیا آپ کو معلوم ہو جاتا ہے جب میں آپ کے پاس آتا ہوں۔ اس نے کہا۔ ہاں اللہ کی قسم۔ اے بیٹا جس وقت تو پل سے چڑھتا ہے۔ میں نگاہ اٹھا کر تیری طرف دیکھتا رہتا ہوں یہاں تک کہ تو میرے پاس پہنچ جاتا ہے اور میرے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ پھر تو اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ پس میں تیری طرف دیکھتا رہتا ہوں یہاں تک کہ تو

پل سے گزر جاتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے کہا کہ مجھ کو حدیث کی ابراہیم بن بشار کوفی نے کہ حدیث کی مجھ کو افضل بن الموفق نے۔ پس وہ قصہ ذکر کیا۔ اور (ابن ابی الدنیا ہی نے کہا کہ) عمرو بن دینار سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ما من میت یموت الا وھو یعلم مایکون فی اھلہ بعدہ وانھم لیغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم (ہر مُردہ جانتا ہے جو کچھ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں ہو رہا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ وہ اسے غسل دیتے ہیں اور کفن پہناتے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھتا ہے)۔ اور مجاہد سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قبر میں آدمی کو اپنے پیچھے اپنے بیٹے کی نیکی کی بشارت دی جاتی ہے۔

تلقینِ میت کا عمل بھی جو قدیم سے آج تک جاری ہے سماع موتے پر دلالت کرتا ہے۔ اگر مُردہ تلقین کو نہ سُنتا ہو اور فائدہ نہ اُٹھاتا ہو۔ تو یہ بے فائدہ اور عبث ہے۔ امام احمد سے تلقین میت کا حکم دریافت کیا گیا۔ آپ نے اسے مستحسن فرمایا۔ اور (اہل شام کے عمل سے حجت پکڑی۔ تلقین کے بارے میں معجم طبرانی میں ایک ضعیف حدیث بروایت ابی امامہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا مات احدکم فسویتم علیہ التراب فلیقم احدکم علی راس قبرہ ثم یقول یا فلان ابن فلانۃ فانہ یسمع ولا یجیب ثم یقول یا فلان ابن فلانۃ الثانیۃ فانہ یستوی قاعدا ثم لیقل یا فلان ابن فلانۃ فانہ یقول ارشدنا رحمک اللہ ولکنکم لا تسمعون فیقول اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ الحدیث (جب تم میں سے کوئی مر جائے۔ اور تم اس پر مٹی ڈال چکو۔ تو تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر یوں کہے۔ اے فلاں بیٹے فلاں عورت کے۔ پس وہ اسے سنتا ہے جواب نہیں دیتا۔ پھر کہے اے فلاں بیٹے فلاں عورت کے۔ پس وہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کہے اے فلاں بیٹے فلاں عورت کے۔ پس وہ کہتا ہے۔ تو ہمیں رہنمائی کر اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مگر تم اسے نہیں سنتے۔ پھر کہے تو یاد کر جس پر دنیا سے رخصت

Marfat.com

ہو یعنی شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ الحدیث) یہ حدیث اگرچہ ثابت نہیں۔[1] مگر تمام شہروں اور زمانوں میں بغیر انکار کے اس کا معمول بہ ہونا اس پر عمل کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور اللہ پاک نے کبھی عادت جاری نہیں کی۔ کہ ایک امت جو زمین کے مشارق و مغارب میں پھیلی ہوئی ہو اور عقل و معرفت میں دیگر امتوں سے کامل اور زیادہ ہو ایسے کو خطاب کرنے پر متفق ہو جائے جو نہ سنتا ہو اور نہ سمجھتا ہو۔ اور اس فعل کو مستحسن کہے اور اس میں سے کوئی بھی بُرا نہ جانے۔ بلکہ پہلوں نے پچھلوں کے لئے یہ طریق بنادیا ہو اور پچھلوں نے اس میں پہلوں کی پیروی کی ہو۔ اگر مخاطب نہ سنتا ہو۔ تو یہ خطاب مٹی لکڑی پتھر اور معدوم شے کو خطاب کرنے کی مثل ہوگا۔ اور ایسے خطاب کو اگرچہ ایک شخص مستحسن کہہ دے مگر تمام علماء اسے برا جانتے ہیں۔ اور سنن ابی داؤد میں باسناد لاباس بہ مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازے میں حاضر ہوئے۔ جب وہ دفن کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ سلوا لاخیکم التثبیت فانہ الآن یسأل (تم اپنے بھائی کے لئے ثابت رہنے کی دُعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائیگا) پس حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دیدی کہ اس سے اسوقت سوال کیا جاتا ہے

---

[1] مصنف نے زاد المعاد میں یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔ اثرم نے کہا کہ میں نے ابو عبد اللہ (یعنی امام احمد بن حنبل) سے تلقین کا حکم پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اہل شام کے سوا کسی کو یہ عمل کرتے نہیں دیکھا۔ جب ابو المغیرہ کا انتقال ہوا۔ تو ایک شخص نے تلقین کی۔ اور ابو المغیرہ ابوبکر بن ابی مریم سے روایت کرتے تھے۔ کہ ان کے مشیوخ یہ عمل کیا کرتے تھے۔ اور اسماعیل بن عیاش اس بارے میں حدیث ابی امامہ روایت کیا کرتے تھے جو معجم طبرانی میں ہے اور سعید بن منصور (متوفی ۲۲۷ھ) نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ راشد بن سعد (تابعی متوفی ۱۰۸ھ) اور ضمرہ بن جندب (حبیب؟) اور حکیم بن عمیر (تابعی) نے فرمایا کہ لوگ دفن کے بعد تلقین کو مستحب جانتے تھے (دیکھو زاد المعاد جزء اول بحث تلقین۔ صفحہ ۱۴۹)

Marfat.com

جب اس سے سوال ہوگا۔ تو وہ تلقین کو سنے گا۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضور نے فرمایا۔ کہ مردہ جنازے کے ساتھیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جس وقت وہ واپس آنے کے لئے پیٹھ پھیرتے ہیں انتہے ملخصا (کتاب الروح۔ صفحہ ۱۸ تا ۱۹)

اب ہم علامہ سیوطی کی کتاب شرح الصدور سے اس باب میں چند اور احادیث نقل کرتے ہیں۔ ابو الشیخ یعنی بن حیان (متوفی سنہ ۳۵۴ھ) نے عبید بن ابی مرزوق[1] کی حدیث مرسل کو نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ہوگیا۔ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کی خبر نہ ہوئی۔ پس آپ اس کی قبر سے گزرے اور فرمانے لگے۔ یہ کس کی قبر ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ ام محجن کی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ انہوں نے عرض کی۔ ہاں۔ پس لوگوں نے صف باندھی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر یوں خطاب فرمایا۔ تو نے کونسا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا وہ سنتی ہے؟ حضور نے فرمایا۔ تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں۔ پھر آپ نے ذکر فرمایا کہ اس نے جواب دیا ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینا افضل ہے (صفحہ ۳۰)۔ اور حاکم و بیہقی نے بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احد سے واپس ہوئے۔ تو حضرت مصعب بن عمیر اور دیگر شہداء کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اشہد انکم[2] احیاء عند اللہ فزوروھم

---

[1] یہ مرسل حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ابن عیینہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (دیکھو لسان المیزان)

[2] وفاء الوفا للسمہودی جزء ثانی۔ صفحہ ۱۱۱ (نیز دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ۔ جزء ثالث۔ صفحہ ۹۵) میں ہے روی ابن شبۃ عن ابن عمر انہ قال من مر علی ھولاء الشھداء فسلم علیھم لم یزالو یردون علیہ الی یوم القیامۃ۔ ترجمہ۔ ابن شبہ نے روایت کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ جو شخص ان شہیدوں کے پاس سے گزرے اور ان کو سلام کہے۔ تو وہ قیامت کے دن تک سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔ انتہے۔ فائدہ۔ عمر بن شبہ (متوفی سنہ ۲۶۲ھ) کی ثقاہت پر ابن ابی حاتم

وسلموا علیهم فوالذی نفسی بیدہ لا یسلم علیہم احد الا ردوا علیہ الی یوم القیامۃ (میں شہادت دیتا ہوں کہ تم اللہ کے پاس زندہ ہو۔ پس تم اے صحابہ ان کی زیارت کیا کرو اور ان کو سلام کہا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن تک جو ان کو سلام کہے گا وہ اس کے سلام کا جواب دیں گے) حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور حاکم نے مع تصحیح اور بیہقی نے دلائل میں عطاف بن خالد مخزومی کے طریق سے نقل کیا کہ کہا عطاف نے۔ حدیث[1] کی مجھ کو عبد الاعلے بن عبد اللہ بن ابی بکر نے (اپنے باپ) عبد اللہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی زیارت کی اور فرمایا۔ اللّٰھم ان عبدك ونبیك یشھد ان ھؤلاء شھداء وان من زارھم اوسلم علیھم الی یوم القیامۃ ردوا علیہ (یا اللہ تیرا بندہ اور تیرا پیغمبر شہادت دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں۔ قیامت کے دن تک جو ان کی زیارت کرے گا یا ان کو سلام کہے گا۔ وہ اس کا جواب دیں گے)۔ اور عطاف نے کہا کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شہدائے اُحد کی زیارت کو گئی۔ میرے ساتھ صرف دو غلام تھے جو میری سواری کو پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے شہیدوں کو سلام کہا۔ پس میں نے سلام کا جواب اور یہ قول سنا۔ واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا (اللہ کی قسم ہم تم کو یوں پہچانتے ہیں جیسا کہ ہم میں سے ایک دوسرے کو پہچان لیتا ہے)۔ میری خالہ بیان کرتی ہیں کہ یہ سن کر خوف کے مارے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے غلام سے کہا کہ خچر لاؤ۔ پس میں سوار ہو گئی۔ اور ابن ابی الدنیا نے کتاب من عاش بعد الموت میں اور بیہقی نے دلائل میں بروایت عطاف بن خالد نقل[2] کیا کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان

اور دار قطنی۔ ابن حبان۔ خطیب۔ مرزبانی۔ مسلمہ اور محمد بن سہل کا اتفاق ہے (دیکھو تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب) وفات کے وقت آپ کی عمر نوے سال سے زائد تھی۔ کتاب اخبار المدینہ آپ کی تصنیف ہے ۱۲

[1] دیکھو وفاء الوفا۔ جزء ثانی۔ صہ ۱۱۲ ۱۲ +

[2] وفاء الوفا۔ جزء ثانی۔ صہ ۱۱۲ ۱۲ +

کیا کہ میں شہدائے اُحد کی زیارت کو آیا کرتی تھی۔ ایک روز سوار ہو کر آئی۔ تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس اتر گئی۔ پھر میں نے وہیں نماز پڑھی۔ اُسوقت اس جنگل میں کوئی پکارنے والا اور جواب دینے والا نہ تھا۔ میں نے نماز سے فارغ ہو کر کہا۔ السلام علیکم[1] پس میں نے سلام کا جواب زمین کے نیچے سے نکلتا سُنا۔ میں ویسے ایسا پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جیسا رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔ یہ سنکر میرے بدن کا ہر رونگٹا کھڑا ہو گیا۔ اور بیہقی نے بروایت واقدی نقل کیا ہے کہ نبی[1] صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے اُحد کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب آپ شعب میں پہنچتے۔ تو باآواز بلند فرماتے۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (تم پر سلام بدلے اس کے کہ تم ثابت رہے۔ پس خوب ملا پچھلا گھر)۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ہر سال ایسا ہی کرتے رہے۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی ہر سال اسی طرح کرتے رہے۔ اور حضرت فاطمہ[2] بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کو آتیں اور دُعا فرماتیں۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص ان کو سلام کہتے۔ پھر اپنے یاروں سے فرماتے کہ تم ایسے لوگوں کو سلام کیوں نہیں

---

[1] اس حدیث کو علامہ سمہودی نے یوں نقل کیا ہے۔ روی ابن شبۃ عن عباد بن ابی صالح ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشہداء باحد علی رأس کل حول الحدیث۔ اس روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذکر کے بعد مذکور ہے کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان حج کرنے آئے۔ تو وہ بھی شہدائے احد کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ (وفاء الوفا۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۱۱۲) ۱۲۔

[2] وفاء الوفا (جزء ثانی۔ صفحہ ۱۱۲) میں ہے۔ عن ابی جعفر ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کانت تزور قبر حمزۃ رضی اللہ عنہ ترمہ وتصلحہ وقد تعلمتہ بحجر۔ ترجمہ۔ حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کیا کرتی تھیں۔ اسے مرمت کرتیں اور سنوارتیں اور ایک پتھر کے نشان سے اسے معلوم کرتیں۔ ۱۲

Marfat.com

کہتے جو تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں ۔ اور حضرت فاطمہ خزاعیہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے شہداے اُحد کی قبروں میں سورج غروب ہوگیا ۔ اور میرے ساتھ میری بہن تھی میں نے اُس سے کہا ۔ آؤ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام عرض کریں ۔ وہ بولی اچھا ۔ پس ہم آپ کی قبر مبارک پر ٹھیر گئیں ۔ اُسوقت وہاں کوئی انسان نہ تھا ۔ ہم نے یوں سلام عرض کیا ۔ السلام علیک یا عمّ رسول اللہ (اے رسول اللہ کے چچا آپ پر سلام) ۔ ہم نے اس کے جواب میں سُنا ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ ۔ اور بیہقی نے لکھا کہ خبر دی ہم کو حافظ ابو عبد اللہ نے کہ سنا میں نے ابو علی حمزہ بن محمد علوی کو کہ سنا میں نے ہاشم بن محمد عمری کو کہ کہتے تھے ۔ میرے والد مجھے مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن طلوع فجر اور سورج کے درمیان شہیدوں کی قبروں کی زیارت کو لئے گئے ۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا ۔ جب ہم مقبروں کے پاس پہنچے ۔ تو میرے والد نے باآواز بلند کہا ۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (تم پر سلام بدلے اس کے کہ تم ثابت رہے ۔ پس خوب ملا پچھلا گھر) ۔ جواب آیا ۔ وعلیک السلام یا ابا عبد اللہ ۔ میرے والد نے میری طرف دیکھکر کہا ۔ بیٹا ! کیا تو نے جواب دیا ہے ؟ میں نے کہا ۔ نہیں ۔ پس آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے دائیں طرف کر لیا ۔ اور اُن کو دوسری بار سلام کہا ۔ اس دفعہ بھی سلام کا جواب آیا ۔ یہانتک کہ تیسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا ۔ پس میرے والد سجدۂ شکر میں گر پڑے ۔ بوجہ اختصار ہم یہاں زیادہ بیان نہیں کر سکتے (تفصیل کے لئے دیکھو شرح الصدور ۔ باب زیارۃ القبور وعلم الموتے بزوارہم) شیخ الاسلام علامہ سمہودی تحریر فرماتے ہیں ۔ انا نعتقد ثبوت الادراکات کالعلم والسماع لسائر الموتے فضلا عن الانبیاء ونقطع بعود الحیاۃ لکل میت فی قبرہ کما ثبت فی السنۃ ولم یثبت انہ یموت بعد ذلک موتۃ ثانیۃ بل ثبت نعیم القبر وعذابہ وادراک ذلک من الاعراض المشروطۃ بالحیاۃ لکن یکفی فیہ حیاۃ جزء یقع بہ الادراک فلا یتوقف علی البنیۃ کما زعم المعتزلۃ (وفاء الوفا جزء ثانی ۔ ص ۴۰۴) ترجمہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ ادراکات مثل علم اور

Marfat.com

سماع کے تمام ہوتے (انبیاء کا تو کیا ذکر) کے لئے ثابت ہیں۔ اور ہمیں قطعاً معلوم ہے کہ ہر میت کے لئے قبر میں حیات عود کرتی ہے جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے اور یہ ثابت نہیں کہ اس کے بعد دوسری بار موت آتی ہے بلکہ قبر کا عذاب و نعیم ثابت ہے۔ اور اس کا ادراک اُن اعراض میں سے ہے جن کے لئے حیات شرط ہے۔ لیکن اس میں ایک جزو کی حیات کافی ہے کہ جس سے ادراک ہو سکے۔ پس یہ ادراک بدن پر موقوف نہیں جیسا کہ معتزلہ نے گمان کیا ہے۔ انتہی۔ اسی کے مطابق شیخ عبدالحق دہلوی نے بدیں الفاظ تحریر فرمایا ہے۔ بدانکہ تمامہ اہل سنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم و سمع مر سائر اموات را از آحاد بشر خصوصاً انبیاء علیہم السلام۔ وقطع میکنیم بعود حیات مر ہر میت را در قبر چنانکہ در احادیث ورود یافتہ است۔ و وارد نشدہ کہ بعد از عود حیات در قبر بار دیگر موت عود مے کند بلکہ نعیم قبر و عذاب آنرا تا قیام قیامت ادراک مے کند (جذب القلوب مطبوعہ کلکتہ ص ۲۰۵)۔

سوال

جب ہم کسی مسلمان کی قبر پر جا کر سلام و کلام عرض کرتے ہیں۔ تو وہ کس طرح سنتا اور جواب دیتا ہے۔ کیا اس کی روح سنتی ہے اور جواب دیتی ہے یا اس کا بدن یا دونوں۔

جواب

زندگی کی حالت میں سماع روح کا کام ہوتا ہے۔ اور بدن فقط آلہ ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن قیم نے یوں لکھا ہے۔ فالنفس هی الحاسة المدركة و ان لم تكن محسوسة فالاجسام والاعراض محسوسة والنفس محسة بها وهی القابلة لاعراضها المتعاقبة عليها من الفضائل والرذائل كقبول الاجرام لاعراضها المتعاقبة عليها وهی المتحركة باختيارها المحركة للبدن

Marfat.com

قسرا وقهرا وهي مؤثرة في البدن متاثرة به تالم وتلذذ وتفرح وتحزن وترضى وتغضب وتنحم وتبأس تحب وتكره وتذكر وتنسى وتصعد وتنزل وتعرف وتنكر وآثارها ادل الدلائل على وجودها كما ان آثار الخالق سبحانه دالة على وجوده وعلى كماله فان دلالة الاثر على مؤثره ضرورية وتاثيرات النفوس بعضها في بعض امر لا ينكره ذو حس سليم ولا عقل مستقيم ولا سيما عند تجردها نوع تجرد عن العلائق والعوائق البدنية فان قواها تتضاعف وتتزايد بحسب ذلك ولا سيما عند مخالفة هواها وحملها على الاخلاق العالية من العفة والشجاعة والعدل والسخاء وتجنبها سفساف الاخلاق ورذائلها وسافلها (كتاب الروح ص۲۳۰) ترجمہ - روح ہی احساس و ادراک کرنے والی ہے اگرچہ خود محسوس نہیں ہوتی - پس اجسام اور اعراض محسوس ہیں اور روح ان کو احساس کرنے والی ہے - اور روح ہی ان فضائل ورذائل کو قبول کرنے والی ہے جو اُس پر پے در پے آتے ہیں جیساکہ اجسام ان اعراض کو قبول کرنے والے ہیں جو ان پر پے در پے آتے ہیں - اور روح ہی اپنے اختیار سے متحرک اور بدن کو بزور و قہر حرکت دینے والی ہے - اور روح ہی بدن میں موثر اور بدن سے متاثر ہونے والی ہے - اور الم و لذت پاتی ہے - اور خوش و غمگین ہوتی ہے - اور راضی اور غصے ہوتی ہے - اور راحت و رنج اٹھاتی ہے - اور پسند و ناپسند کرتی ہے - اور یاد و فراموش کرتی ہے - اور چڑھتی اور اُترتی ہے اور شناسا و ناشنا ہوتی ہے - اور اس کے آثار اس کے وجود پر سب سے بڑی دلیل ہیں جیساکہ خالق سبحانہ کے آثار اس کے وجود اور کمال پر دلالت کرنے والے ہیں کیونکہ اثر کی دلالت موثر پر ضروری ہے - اور روحوں کی ایک دوسرے میں تاثیریں ایسی ہیں کہ حس سلیم اور عقل مستقیم ان سے بالخصوص علائق و عوائق بدنیہ سے ایک طرح کے تجرد کے وقت انکار نہیں کرسکتی - کیونکہ روحوں کے قوی تجرد کے مطابق بڑھ جاتے ہیں خصوصاً جبکہ وہ اپنی خواہشوں کی مخالفت کریں اور عالی اخلاق یعنی

Marfat.com

عفت اور شجاعت اور عدل اور سخاوت کو اختیار کریں۔ اور ذلیل و حقیر و پست اخلاق سے بچیں انتہے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ روح کو جس قدر تجرد ہوگا۔ اُتنے ہی اُس کے قوٰے ترقی کریں گے۔ اسی واسطے جب موت سے روح کو کمال تجرد حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس کے قوٰے میں حیرت انگیز ترقی ہو جاتی ہے۔ ابن حزم ظاہری نے لکھا ہے کہ موت کے بعد روح کا ادراک پہلے سے زیادہ صحیح اور اس کا علم پہلے سے زیادہ کامل ہوتا ہے۔ اور اس کی حیات جو حس و حرکت ارادیہ ہے وہ بدستور پہلے سے اکمل حالت میں باقی رہتی ہے جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ پس موت کے بعد روح کی قوتِ سمع حالت حیات سے نہایت زیادہ ہوتی ہے۔ اس سے انکار کرنا محض مکابرہ ہے۔ ہاں بدن یا بعض اجزاء بدن سے روح کو ایک طرح کا تعلق رہتا ہے جس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی قبر پر جاکر سلام و کلام عرض کرتا ہے۔ تو اس کی روح خواہ اعلےٰ علیین میں ہو اس تعلق و اتصال کے سبب اُسے سن لیتی ہے اور جواب دیتی ہے۔ سماع موتےٰ سے یہی ہماری مراد ہے۔ انبیاء کرام اور شہداء عظام چونکہ زندہ بحیات جسمانی ہیں۔ اس لئے ان کی روحیں بوساطت بدن سنتی اور جواب دیتی ہیں۔ چنانچہ علامہ زرقانی (شرح مواہب لدنیہ۔ مقصد عاشر۔ فصل ثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف۔ جزء ثامن۔ صفحہ ۳۰۰) تحریر فرماتے ہیں۔

الرد من الانبیاء رد حقیقی بالروح والجسد بجملته و لا کذلک الرد من غیر الانبیاء والشهداء فلیس بحقیقی وانما هو بواسطة اتصال الروح بالجسد لان بینه و بینها اتصالا یحصل بواسطته التمکن من الرد مع کون ارواحهم لیست فی اجسادهم وسواء الجمعة و غیرها علی الاصح لکن لا مانع ان الاتصال فی الجمعة والیومین المکتنفین به اقوی من الاتصال فی غیرها من الایام۔ ترجمہ۔ سلام کا جواب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے حقیقی ہے جو روح اور بدن دونوں کے

Marfat.com

ساتھ ہوتا ہے۔ اور انبیاء وشہداء کے سوا اور مومنوں کی طرف سے (عموماً) ایسا نہیں۔ کیونکہ وہ حقیقی نہیں بلکہ وہ تو جسم کے ساتھ روح کے اتصال کے باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ روح و جسم کے درمیان ایک اتصال ہوتا ہے جس کے باعث مومن سلام کا جواب دینے پر قادر ہوتے ہیں اگرچہ ان کی روحیں ان کے بدنوں میں نہیں ہوتیں۔ اور بنا بر قول اصح جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں۔ لیکن اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ اتصال جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن آگے اور ایکدن پیچھے اور دنوں سے زیادہ قوی ہوتا ہے انتہے۔ اور یہاں اتنا اور کہہ دینا کافی ہے کہ قبر میں اعادہ روح کے وقت ہر میت کا سُننا اور جواب دینا روح اور بدن دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اعتراض

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سماع موتے سے انکار کرتی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری (کتاب المغازی) میں ہے۔ عن ابن عمر قال وقف النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی قلیب بدر فقال ھل وجدتم ما وعد ربکم حقاً ثم قال انھم الاٰن یسمعون ما اقول فذکر لعائشۃ فقالت انما قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انھم الاٰن لیعلمون ان الذی کنت اقول لھم ھو الحق ثم قرأت انک لا تسمع الموتی حتی قرأت الاٰیۃ۔ ترجمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بدر کے کوئیں پر ٹھیر گئے اور فرمایا۔ کیا تم نے سچ پایا جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا۔ پھر فرمایا بے شک اب وہ سُنتے ہیں جو میں کہتا ہوں۔ یہ حدیث ابن عمر جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ذکر کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یوں فرمایا تھا کہ اب وہ بیشک جانتے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ درست ہے۔ پھر حضرت صدیقہ رضی نے یہ آیت پڑھی۔

Marfat.com

انك لا تسمع الموتیٰ الآیۃ انتہیٰ۔

جواب

حضرت ابن عمر اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما ہر دو حاضر موقعہ نہ تھے۔ اگرچہ دیگر صحابہ کرام کی روایتیں حضرت ابن عمر کی روایت کے موافق ہیں۔ اور اُن میں سے بعضے مثلاً حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم اُس وقت پر حاضر بھی تھے۔ مگر چونکہ صحابی کی حدیث مرسل مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس لئے محض حضور و غیبت کی بنا پر ہم ایک روایت کو دوسری پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ توضیح مطلب کے لئے دو اور روائتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ عن ابی طلحۃ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلاً من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظھر علی قوم اقام بالعرصۃ ثلاث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلتہ فشد علیھا رحلھا ثم مشی واتبعہ اصحابہ وقالوا ما نریٰ ینطلق الا لبعض حاجتہ حتیٰ قام علی شفۃ الرکی فجعل ینادیھم باسمائھم واسماء آبائھم یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان الیسرکم انکم اطعتم اللہ ورسولہ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال فقال عمر یارسول اللہ ما تکلم من اجساد لا ارواح لھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم۔ قال قتادۃ احیاھم اللہ حتیٰ اسمعھم قولہ توبیخا وتصغیرا ونقمۃ وحسرۃ وندما۔ (صحیح بخاری۔ کتاب المغازی)

ترجمہ۔ حضرت ابوطلحہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن سرداران قریش میں سے چوبیس کے لئے حکم دیا۔ پس وہ بدر کے کوؤں میں سے ایک پلید و پلید کنندہ کوئیں میں ڈال دئے گئے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کسی قوم پر غالب آتے تو میدانِ جنگ میں تین روز قیام فرمایا کرتے۔ لہذا جب بدر میں آپ کو تیسرا روز ہوا تو سواری پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا۔ پس کجاوہ کس دیا گیا۔ پھر آپ روانہ ہوئے۔ اور آپ کے اصحاب آپ کے پیچھے چلے۔ اور کہنے لگے۔ ہمارے خیال میں تو حضور کسی حاجت کے لئے چلے ہیں۔ یہانتک کہ آپ اُس کوئیں کے کنارے پر کھڑے ہوگئے۔ اور اُن مُردوں کو اُن کے نام اور اُن کے باپ دادوں کے نام لے کر یوں پکارنے لگے۔ اے فلاں بیٹے فلاں کے۔ اے فلاں بیٹے فلاں کے۔ کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تم خدا و رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے بے شک ہم نے تو راست و درست پایا جو اللہ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ کیا تم نے سچ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ یہ سُنکر حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ ان جسموں سے کیا باتیں کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سُنتے۔ حضرت قتادہ نے (جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں) کہا کہ اللہ نے ان کو زندہ کر دیا۔ یہاں تک کہ اُن کو آپ کا قول سُنا دیا تاکہ ان کو سرزنش ذلت نقمت اور حسرت و ندامت ہو انتہے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا عفان ثنا حماد عن ثابت عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک قتلی بدر ثلاثۃ ایام حتی جیفوا ثم اتاہم فقام علیہم فقال یا امیۃ بن خلف یا ابا جہل بن ہشام یا عتبۃ بن ربیعۃ یا شیبۃ بن ربیعۃ ہل وجدتم ما وعدکم ربکم حقا فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقا قال فسمع عمر صوتہ فقال یا رسول اللہ اتناديہم بعد ثلاث وہل یسمعون یقول اللہ عز وجل انک لا تسمع الموتی فقال والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع منہم ولکنہم لا یستطیعون ان یجیبوا (مسند امام احمد بن حنبل۔ جزء ثالث۔ صـ۲۸۷)۔ ترجمہ۔ حدیث کی ہم کو عبد اللہ نے کہ حدیث کی مجھ کو میرے باپ نے کہ حدیث کی ہم کو عفان نے کہ حدیث کی

Marfat.com

ہم کو حماد نے ثابت سے اور ثابت نے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتولوں کو تین دن پڑا رہنے دیا یہانتک کہ وہ مُردار بن گئے۔ پھر آپ اُن کے پاس تشریف لائے۔ اور کھڑے ہو کر یوں خطاب فرمایا۔ اے امیہ بن خلف۔ اے ابو جہل بن ہشام اے عتبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ کیا تم نے سچ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ میں نے راست و درست پایا جو میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضنے آپ کی یہہ آواز سُنکر عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا آپ تین دن کے بعد ان کو پکارتے ہیں۔ اور کیا وہ سُنتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے۔ "تحقیق تو نہیں سُنا سکتا مُردوں کو" آپنے فرمایا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔ انتہے۔

روایاتِ بالا سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا آیت میں موتے کو اس کے حقیقی معنی یعنی مُردہ بدن پر محمول فرماتی ہیں لہذا گوش بدن کے ساتھہ سماع سے انکار کرتی ہیں۔ بنابریں روایت ابن عمر میں حضرت صدیقہ کے قول میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو یہہ کہ آپنے حدیث میں تاویل کی۔ جس کا جواب یہہ ہے کہ اُسوقت وہ کفار مُردہ نہ تھے بلکہ بوجہ اعادۂ روح زندہ تھے جیسا کہ حضرت قتادہ کے قول سے ظاہر ہے۔ اس لئے وہ اُسوقت گوش بدن کے ساتھ سُن رہے تھے۔ اور دوسرا احتمال یہہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو روایت لیعلمون کسی دوسرے صحابی سے پہنچی۔ اس صورت میں بھی یہہ روایت حضرت ابن عمر کی روایت کے منافی نہیں کیونکہ علم عموماً سماع کے بعد حاصل ہوا کرتا ہے۔ مگر حضرت صدیقہ نے اُسے آیت قرآنی کے منافی خیال کر کے راوی کی غلطی پر محمول فرمایا۔ اور لیعلمون کو صحیح تصور کیا کیونکہ علم روح کا وصف ہے لیکن اس اجتہاد میں وہ مصیب نہ تھیں کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیقہ والی دلیل حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جیسا کہ روایت

Marfat.com

ابوطلحہ اور روایت انس سے ظاہر ہے۔ تو حضور نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سُنتے۔ یعنی جس طرح تم گوش بدن سے سنتے ہو اُسی طرح وہ بھی گوش بدن سے سُن رہے ہیں۔ مگر وہ ایسا جواب نہیں دے سکتے کہ جسے جن وانس سُنیں۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں سماع کے ساتھ جو الآن (اب) کی قید ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ وقت اُن کفار کے سوال کا تھا۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ مردے موت کے بعد سات روز تک ابتلاء میں رہتے ہیں۔ چنانچہ حیوٰۃ الحیوان للدمیری (جزء ثانی۔ صـ۲۴۷) میں ہے۔ روی احمد عن طاؤس فی کتاب الزھد انہ قال ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعۃ ایام فکانوا یستحبون ان یطعم عنھم تلک الایام۔ یعنی امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت طاؤس[1] سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مردے سات دن اپنی قبروں میں آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں اس لئے صحابہ کرام سات دن میت کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے انتہٰی۔ امام نووی شافعی حدیث زیر بحث کے تحت میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ قال المازری قال بعض الناس المیت یسمع عملا بظاہر ھذا الحدیث ثم انکرہ المازری وادعی ان ھذا خاص فی ھؤلاء ورد علیہ القاضی عیاض وقال یحمل سماعھم علی ما یحمل علیہ سماع الموتی فی احادیث عذاب القبر وفتنۃ التی لا مدفع لھا وذلک باحیائھم او احیاء جزء منھم یعقلون بہ ویسمعون فی الوقت الذی یرید اللہ ھذا کلام القاضی وھو الظاہر المختار الذی تقتضیہ احادیث السلام علی القبور واللہ اعلم (شرح مسلم للنووی۔ مطبوعہ انصاری دہلی۔ جلد ثانی۔ صـ۳۸۷)۔ ترجمہ مازری نے کہا کہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرکے بعض لوگوں نے کہا کہ مردہ سُنتا ہے۔ پھر مازری نے اس سے انکار کر دیا

---

[1] حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ تابعی ہیں سنہ ۱۰۶ھ میں یوم ترویہ سے ایک روز پہلے مکہ مشرفہ میں بحالت حج آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ نے چالیس حج کئے اور مجاب الدعوات تھے

Marfat.com

اور دعوے کیا کہ یہ سُننا اُن کفار سے خاص تھا۔ اور قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ)
نے مازری کی تردید کی اور کہا کہ ان کفار کا سننا اسی پر محمول ہوگا کہ جس پر سماع
موتے عذاب قبر اور اُس فتنۂ قبر کی حدیثوں میں محمول ہوتا ہے۔ اور قبر میں سُننا
مُردوں کے زندہ کرنے یا ان کے کسی جزء کے زندہ کرنے سے ہوتا ہے جس سے
وہ سمجھ لیتے ہیں اور سن لیتے ہیں جس وقت اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ یہ قاضی کا
کلام ہے۔ اور یہی ظاہر و مختار ہے جیسے قبروں پر سلام کی حدیثیں چاہتی ہیں۔
واللہ اعلم انتہےٰ۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ کا قول بالکل درست ہے۔
پس تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو اگر انکار
تھا تو سماع جسمانی سے جو گوش بدن کے ساتھ ہو۔ ورنہ روح کے سماع سے تو کسی کو
بھی کسی وقت انکار نہیں۔ خود حضرت صدیقہ سماع روحانی کے ثابت کرنے والی
حدیثیں روایت فرماتی ہیں۔ چنانچہ آپ کی روایت سے یہ حدیث پہلے آچکی ہے کہ جو
شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کو جاتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے۔ تو اس سے
میت کا دل بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اُٹھے مُردہ اس کا جواب دیتا ہے۔
اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرتِ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وسلم سے میری شب نوبت ہوتی۔ تو حضور رات کے اخیر حصے میں بقیع کی
طرف نکل جاتے اور وہاں پہنچکر یوں خطاب فرماتے۔ السلام علیکم دار قوم
مؤمنین الحدیث (سلام تم پر اے مومن گھر والو)۔ علاوہ ازیں ترمذی شریف
میں ابن ابی ملیکہ تابعی کی روایت سے مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہا کے حقیقی بھائی حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا انتقال بمقام حُبشی[1]
میں ہوا تو ان کو مکہ معظمہ میں لاکر جنت المعلے میں دفن کردیا گیا۔ حضرت صدیقہ
رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ سے مکہ مشرفہ میں حج کو آئیں تو اپنے بھائی کی قبر پر زیارت

[1] حُبشی مکہ مشرفہ سے ۶ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے کذا فی معجم البلدان
لیاقوت الحموی ۱۲

Marfat.com

کو گئیں۔ اور وہاں تمیم بن نویرہ کے دو شعر (جو اس نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھکر یوں خطاب فرمایا۔ واللہ لو حضرتك ما دفنت الا حیث مت ولو شہدتك ما زرتك (خدا کی قسم اگر میں آپ کے انتقال کے وقت حاضر ہوتی تو آپ وہیں دفن کئے جاتے جہاں آپ کا انتقال ہوا۔ اور اگر میں آپ کے انتقال کے وقت آپ کے پاس ہوتی تو آپ کی زیارت کو نہ آتی)۔ حضرت صدیقہ کا یہ فرمانا کہ آپ مکانِ موت میں دفن ہوتے۔ اس لئے تھا کہ مکانِ موت سے نقل کرنا خلاف سنت ہے۔ اور زیارت کو نہ آنا اس لئے فرمایا کہ زیارتِ قبر کو جانا عورتوں کے لئے کوئی واجب امر نہیں ہے۔ پس اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع روحانی کی ضرور قائل تھیں ورنہ اپنے بھائی کی قبر پر اس طرح خطاب نہ فرماتیں۔

ناظرین کو بیان بالا کی روشنی میں معلوم ہوگیا ہوگا کہ آیہ (انك لا تسمع الموتیٰ) اور (وما انت بمسمع من فی القبور) سماع موتے کے منافی نہیں۔ یہاں مزید توضیح کے لئے ان کی تفسیر کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (نمل - ۶)	تو نہیں سنا سکتا مُردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکار جب پھریں پیٹھ دے کر۔ اور تو نہ دکھلا سکے اندھوں کو جب راہ سے بچلیں۔ تو تو سناتا ہے اس کو جو یقین رکھتا ہو ہماری باتوں پر۔ سو وہ حکم بردار ہیں۔
وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ لا وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ لا وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ ج وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ	اور برابر نہیں اندھا اور دیکھتا۔ اور نہ اندھیرا اور نہ اُجالا اور نہ سایہ اور نہ لو۔ اور برابر نہیں جیتے اور نہ مردے۔ اللہ سُناتا ہے جس کو چاہے۔

Marfat.com

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝ (فاطر - ۶)	اور تو نہیں سننے والا قبر میں پڑوں کو۔ تو تو یہی ہے ڈر کی خبر پہنچانے والا۔

ان آیتوں میں مُردوں اور قبر میں پڑوں سے مراد بطریق مجاز کفار ہیں۔ اور سباق اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اعمیٰ سے مراد کافر اور بصیر سے مراد مومن ہے۔ اور اندھیرے سے مراد کفر اور نور سے مراد ایمان ہے۔ اور سایہ سے مراد بہشت اور لُو سے مراد دوزخ ہے۔ اور زندوں سے مراد مومن اور مُردوں سے مراد کفار ہیں۔ پس من فی القبور سے مجازاً کفار مراد ہیں اور نفی سمع سے مراد سماع قبول وانتفاع کی نفی ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ کفار وعظ و نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے جس طرح کہ مُردے فائدہ نہیں اُٹھاتے کیونکہ ان کے لئے فائدہ اُٹھانے کا وقت دنیوی زندگی ہی تھی۔ موت کے بعد ماننے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تفسیر مدارک میں انک لا تسمع الموتی کے تحت میں ہے۔ لما کانوا لا یعون ما یسمعون ولا بہ ینتفعون شبہوا بالموتی یعنی چونکہ کفار جو کچھ سُنتے تھے اسے یاد نہ رکھتے تھے اور نہ اس سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اس لئے مُردوں کے ساتھ تشبیہ دئیے گئے انتہے۔ علامہ شیخ محمد طاہر صدیقی حنفی (متوفی ۹۸۱ھ) مجمع البحار میں لکھتے ہیں۔ انک لا تسمع الموتی أی لا تقدر ان توفق الکفار لقبول الحق یعنی تو کفار کو قبول حق کی توفیق نہیں دے سکتا انتہے۔ علامہ ابن قیم نے مقتولین بدر کی بحث میں یوں تحریر کیا ہے۔

واما قولہ تعالیٰ وما انت بمسمع من فی القبور فسیاق الآیۃ یدل علی ان المراد منہا ان الکافر المیت القلب لا تقدر علی اسماعہ اسماعا ینتفع بہ کما ان من فی القبور لا تقدر علی اسماعہم اسماعا ینتفعون بہ ولم یرد سبحانہ ان اصحاب القبور لا یسمعون شیئا البتۃ کیف وقد اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہم یسمعون خفق نعال المشیعین و اخبر ان قتلی بدر سمعوا کلامہ وخطابہ وشرع السلام علیہم بصیغۃ الخطاب للحاضر الذی یسمع واخبر ان من سلم علی اخیہ المومن رد علیہ السلام

وهذه الآیة نظیر قوله انك لا تسمع الموتى ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین - وقد یقال نفی اسماع الصم مع نفی اسماع الموتی یدل علی ان المراد عدم اهلیة کل منهما للسماع وان قلوب هؤلاء لما کانت میتة صماء کان اسماعها ممتنعا بمنزلة خطاب المیت والاصم وهذا حق ولکن لا ینفی اسماع الارواح بعد الموت اسماع توبیخ وتقریع بواسطة تعلقها بالابدان فی وقت ما فهذا غیر الاسماع المنفی والله اعلم وحقیقة المعنی انك لا تستطیع ان تسمع من لم یشأ الله ان یسمعه ان انت الا نذیر ای انما جعل الله لك الاستطاعة علی الانذار الذی کلفك ایاه لا علی اسماع من لم یشأ الله اسماعه (کتاب الروح - صک) ترجمہ آیت وما انت بمسمع من فی القبور کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ مُردہ دل کافر کو ایسا سُنانا نہیں سنا سکتے جس سے وہ فائدہ اُٹھائے جیسا کہ آپ مُردوں کو ایسا سُنانا نہیں سنا سکتے جس سے وہ فائدہ اُٹھائیں - اللہ پاک کی یہ مراد نہیں کہ اہل قبور کوئی شے بالکل سُنتے ہی نہیں - یہ مراد کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ مردے جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سن لیتے ہیں - اور آپ نے خبر دی ہے کہ جنگ بدر کے مقتولین نے آپ کا کلام و خطاب سُنا - اور آپ نے اہل قبور پر سلام کا حکم دیا جس طرح حاضر کو جو سُنتا ہو خطاب کیا جاتا ہے - اور آپ نے خبر دی ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر سلام کہتا ہے وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے - یہ آیت دوسری آیت (انك لا تسمع الموتی) کی نظیر ہے - اور کبھی کہا جاتا ہے کہ بہروں کو سنانے کی نفی مُردوں کو سُنانے کی نفی کے ساتھ ملکر دلالت کرتی ہے کہ مُراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک سُننے کی اہلیت نہیں رکھتا - کفار کے دل چونکہ مُردہ اور سخت ٹھوس ہیں - اُن کا سنانا ممتنع بمنزلہ مُردے اور بہرے کے خطاب کے ہے - یہ درست ہے مگر اُس سے اس اسماع (سنانے) کی نفی نہیں ہو سکتی

جو روحوں کو بواسطہ تعلق بدن[1] کسی وقت توبیخ و ملامت کے لئے کیا جائے۔ یہہ اسماع اور ہے اور اسماع منفی اور ہے واللہ اعلم۔ اور آیت کے حقیقی معنے یہہ ہیں کہ آپ نہیں سنا سکتے اُس شخص کو جسے اللہ سُنانا نہ چاہے۔ آپ تو نذیر ہی ہیں یعنی اللہ تعالٰی نے آپ کو انداز کے ساتھ مکلف کیا ہے اور اسی کی استطاعت دی ہے نہ کہ اسماع کی ایسے شخص کو جس کا اسماع اللہ نے نہیں چاہا انتہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان آیتوں میں سماع خاص (سماع انتفاع) کی نفی ہے نہ کہ مطلق سماع کی۔ اگر سباق و سیاق سے قطع نظر کر کے سماع مطلق کی نفی تسلیم کر لی جائے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہہ نفی مُردوں اور قبر میں پڑوں سے ہے۔ اور وہ کیا ہیں۔ اجسام بے روح۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن میں زیر آیت وما انت بمسمع من فی القبور لکھتے ہیں۔ " حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سُنتے ہیں۔ بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سُن سکتا" ان آیتوں کی تاویل میں علمائے کرام کے اور اقوال بھی ہیں جو نظر بر اختصار یہاں نقل نہیں کیئے گئے۔

قصۂ بدر سے ملتے جلتے دو اور قصے خود کلام اللہ شریف میں مذکور ہیں اور وہ یہہ ہیں۔

وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (اعراف - ع)	اور بولے اے صالح لے آ ہم پر جو وعدہ دیتا ہے اگر تو بھیجا ہوا ہے۔ پھر پکڑا ان کو زلزلے نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے۔ پھر اُلٹا پھرا ان سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور بھلا چاہا تمہارا لیکن تم نہیں چاہتے بھلا چاہنے والوں کو۔

---

[1] ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے خطاب کے وقت مقتولین بدر بوجہ اعادہ روح زندہ تھے اور انہوں نے گوش بدن سے آپ کا کلام سُنا ۱۲

ان آیتوں میں حضرت صالح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم سے ان کی لاشوں کے پاس کھڑے ہو کر زندہ حاضرین کی طرح خطاب فرماتے ہیں۔ اگر وہ سنتے نہ تھے۔ تو خطاب عبث ٹھیرتا ہے۔ جس سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یقیناً پاک و منزہ ہیں۔ اسی طرح حضرت شعیب علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے ان کے ہلاک ہونے کے بعد لاشوں کے پاس کھڑے ہو کر زندوں کی طرح خطاب فرمایا جو کلام اللہ شریف میں یوں وارد ہے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝ (اعراف - ع۱۱)	پھر الٹا پھرا ان سے اور بولا اے قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور بھلا چاہا تمہارا۔ اب کیا غم کھاؤں نہ ماننے لوگوں پر۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ واخرج عبد بن حمید وابو الشیخ عن قتادۃ فتولی عنہم وقال یٰقوم لقد ابلغتکم رسالات ربی ونصحت لکم قال ذکر لنا ان نبی اللہ شعیباً اسمع قومہ وان صالحا اسمع قومہ الحدیث (در منثور جزء ثالث۔ صفحہ ۱۰۳)۔ ترجمہ۔ عبد بن حمید (متوفی سنہ ۲۴۹ھ) اور ابو الشیخ (متوفی سنہ ۳۵۴ھ) نے روایت کیا کہ حضرت قتادہ (متوفی سنہ ۱۱۷ھ) نے آیہ فتولی عنہم کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ اللہ کے پیغمبر شعیب نے اپنی قوم کو سنا دیا اور حضرت صالح نے اپنی قوم کو سنا دیا جیسا کہ سنا دیا اللہ کی قسم حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنی قوم کو انتہے۔ حضرت عبد بن حمید وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تفسیر میں کتاب لکھی (مرقات شرح مشکوٰۃ۔ جزء اول۔ صفحہ ۳۴۳) اور حضرت قتادہ تابعی ہیں جو فقہ و تفسیر و حفظ میں یگانہ روزگار ہونے کے علاوہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مقتولین بدر کے گوش بدن سے سننے کے راویوں میں سے ہیں۔

یہاں عبارت رہ گئی ہے

Marfat.com

پس اے برادران اسلام ہم قرآن کریم کی آیات بالا آپ کے آگے پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی عرض کرتے ہیں کہ سب سے پہلی کتاب تفسیر میں حضرت قتادہ تابعی کی روایت سے ان آیتوں کی تفسیر میں یہہ امر مذکور ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا (ذکر کرنے والے کون ؟ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین) کہ حضرت شعیب اور حضرت صالح علے نبینا و علیہما الصلاۃ والسلام نے اپنی اپنی قوموں کو (جو بوجہ نافرمانی قہر خدا سے ہلاک ہو کر سامنے پڑی تھیں) اپنا کلام سنا دیا جس طرح کہ سیدنا و مولانا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم اپنی قوم کے مقتولین کو میدان بدر میں سُنا دیا تھا۔ اور یہہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ مقتولین بدر کا سماع جسمانی تھا یعنی ان کی روحوں نے گوش بدن کے ساتھ سُنا تھا جیسا کہ ہم[کمٓ] دنیا میں سنتے ہیں۔ اور اب یہاں ثابت ہوا کہ حضرت صالح اور حضرت شعیب علے نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کی ہلاک شدہ قوموں کا سماع بھی جسمانی تھا۔ اور یہہ بھی پہلے آچکا ہے کہ کہ سماع روحانی سے تو کسی کو انکار ہی نہیں۔ اب بتلائیے کہ سماع موتے کا (انہی معنے میں جو بیان ہو چکے ہیں) اور کیا ثبوت درکار ہے ؎

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

اب ہم کتب فقہ کی اُن عبارتوں سے بحث کرتے ہیں جن سے ہمارے بعض حنفی بھائی مغالطہ کھاتے ہیں اور برعکس نتائج نکالتے ہیں۔ وہ عبارتیں یہہ ہیں۔

۱۔ (ومن قال لآخر ان ضربتك فعبدی حر فمات فضربه فهو علی الحیاۃ) لان الضرب اسم لفعل مؤلم يتصل بالبدن والايلام لا يتحقق فی الميت ومن يعذب فی القبر توضع فيه الحياة فی قول العامة

کمٓ طبرانی میں مقتولین بدر کی نسبت حدیث ابن مسعود میں بسند صحیح وارد ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یسمعون کما تسمعون ولکن لا یجیبون یعنی وہ سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو۔ لیکن وہ جواب نہیں دیتے (زرقانی علی المواہب جزء اول۔ صفحہ ۳۳۴) ۱۲

Marfat.com

(وكذلك الكسوة) لانه يراد به التمليك عند اطلاق ومنه الكسوة في الكفارة وهو من الميت لا يتحقق الا ان ينوي به الستر وقيل بالفارسية ينصرف الى اللبس (وكذا الكلام والدخول) لان المقصود من الكلام الافهام والموت ينافيه والمراد من الدخول عليه زيارته وبعد الموت يزار قبره لا هو (هدايه - باب اليمين في الضرب والقتل وغيره)

٢- (قوله وكذا الكلام) يعني اذا حلف لا يكلمه تقتصر على الحياة فلو كلمه بعد موته لا يحنث لان المقصود منه الافهام والموت ينافيه فانه لا يسمع فلا يفهم واورد انه صلى الله عليه وسلم قال لاهل القليب قليب بدر هل وجدتم ما وعد ربكم حقا فقال عمر رضي الله عنه اتكلم الموتى يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده ما انتم باسمع ما اقول من هؤلاء ومنهم واجيب بانه غير ثابت يعني من جهة المعنى والا فهو في الصحيح وذلك بسبب ان عائشة رضي الله عنها ردته بقوله تعالى وما انت بمسمع من في القبور، انك لا تسمع الموتى وبانه انما قاله على وجه الموعظة للاحياء لا لافهام الموتى كما روي عن علي رضي الله عنه انه قال السلام عليكم دار قوم مومنين اما نساؤكم فنكحت واما اموالكم فقسمت واما دوركم فقد سكنت فهذا خبركم عندنا فما خبرنا عندكم وبانه مخصوص باولئك تضعيفا للحسرة عليهم لكن بقي انه روي عنه صلى الله عليه وسلم ان الميت ليسمع نعالهم اذا انصرفوا ولينظر في كتاب الجنائز من هذا الشرح (فتح القدير مطبوعه مصر - جزء رابع - ص٢٦٠)

٣- (اذا احتضر الرجل وجه الى القبلة على شقه الايمن ولقن الشهادتين

ع١ مبسوط سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) میں ہے فان المقصود من الكلام الافهام وذلك لا يحصل بعد الموت (جزء تاسع - باب القضا في اليمين ص)

لقوله صلی الله علیه وسلم لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الّا الله والمراد الّذی قرب من الموت (ھدایہ - باب الجنائز)

۴- (قولہ والمراد الّذی قرب من الموت) مثل لفظ القتیل فی قوله علیه السلام من قتل قتیلا فله سلبه واما التلقین بعد الموت وهو فی القبر فقیل یفعل لحقیقۃ ما رویناہ ونسب الی اهل السنۃ والجماعۃ وخلافه الی المعتزلۃ وقیل لا یؤمر به ولا ینهی عنه ویقول یا فلان یا ابن فلان اذکر دینک الذی کنت علیه فی دار الدنیا شهادۃ ان لا اله الّا الله وانّ محمّدًا رسول الله ولا شک ان اللفظ لا یجوز اخراجه عن حقیقته الا بدلیل فیجب تعیینه وما فی الکافی من انه ان کان مات مسلما لم یحتج الیه بعد الموت والا لم یفد یمکن جعله الصارف یعنی انّ المقصود منه التذکیر فی وقت تعرض الشیطان وهذا لا یفید بعد الموت وقد یختار الشق الاول والاحتیاج الیه فی حق التذکیر لتثبیت الجنان للسؤال فنفی الفائدۃ مطلقا ممنوع نعم الفائدۃ الاصلیۃ منتفیۃ وعندی ان مبنی ارتکاب هذا المجاز هنا عند اکثر مشائخنا هو انّ المیت لا یسمع عندهم علی ما صرحوا به فی کتاب الایمان فی باب الیمین بالضرب لو حلف لا یکلمه فکلمه میتا لا یحنث لانها تنعقد علی ما یحیث یفهم والمیت لیس کذلک لعدم السماع وارد وقوله صلی الله علیه وسلم فی اهل القلیب ما انتم باسمع لما اقول منهم واجابوا تارۃ بانه مردود عن عائشۃ رضی الله عنها قالت کیف یقول صلی الله علیه وسلم ذلک والله تعالیٰ یقول وما انت بمسمع من فی القبور انک لا تسمع الموتیٰ و تارۃ بان تلک خصوصیۃ له صلی الله علیه وسلم معجزۃ وزیادۃ حسرۃ علی الکافرین وتارۃ بانه من ضرب المثل کما قال علی رضی الله عنه و یشکل علیهم ما فی مسلم انّ المیت لیسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا اللهم الا

ان یخصوا ذلك باول الوضع فی القبر مقدمة للسوال جمعا بینه و بین الایتین فانهما یفید ان تحقیق عدم سماعهم فانه تعالی شبه الکفار بالموتی لافادة تعذر سماعهم وهو فرع عدم سماع الموتی الا انه علی هذا ینبغی التلقین بعد الموت لانه یکون حین ارجاع الروح فیکون حینئذ لفظ موتاکم فی حقیقته وهو قول طائفة من المشائخ او هو مجاز باعتبار ما کان نظرا الی انه الآن حی اذ لیس معنی الحی الا من فی بدنه الروح و علی کل حال یحتاج الی دلیل آخر فی التلقین حالة الاحتضار (فتح القدیر - جزء ثانی - صفحہ ۶۹)

ترجمہ

۱- (اور جس نے کہا دوسرے سے کہ اگر میں تجھ کو ماروں - تو میرا غلام آزاد ہے - پس وہ دوسرا مر گیا اور اس نے اس کو مارا - پس یہہ قسم حیات پر مقصور ہوگی) کیونکہ ضرب نام ہے درد پہنچانے والے کے فعل کا جو بدن سے متصل ہو - اور درد پہنچانا مردے میں ثابت نہیں ہوتا - اور قبر میں جو عذاب دیا جاتا ہے تو اس میں عامہ مشائخ کے نزدیک حیات ڈالی جاتی ہے (اور یہی حکم ہے کسوت کا) کیونکہ اطلاق کے وقت اس سے مراد تملیک ہوتی ہے - اور اسی سے ہے کفارہ میں کسوت - اور یہہ مردے میں ثابت نہیں ہوتی مگر یہہ کہ اس سے نیت ستر کی ہو - اور کہا گیا ہے کہ فارسی میں یہہ قسم پہنانے پر محمول ہوگی (اور ایسا ہی حکم ہے کلام اور دخول کا) کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہے اور موت اس کے منافی ہے - اور دخول سے مراد اس کی زیارت ہے - اور موت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے نہ کہ اس کی (ہدایہ - باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرہ)

۲- (قولہ اور ایسا ہی حکم ہے کلام کا) یعنی جب قسم کھائے کہ اس سے کلام نہ کرے گا تو یہہ قسم حیات پر مقصور ہوگی - پس اگر اس سے موت کے بعد کلام کرے گا - تو

Marfat.com

حانث نہ ہو گا۔کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہے اور موت اس کے منافی ہے اس لئے کہ مُردہ سُنتا نہیں پس سمجھتا نہیں۔ اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہ بدر والوں سے فرمایا۔ کیا تم نے راست و درست پایا جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا۔ یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا آپ مُردوں سے کلام فرما رہے ہیں۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم میرے کلام کو ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ اور اس اعتراض کا جواب بدیں طور دیا گیا ہے کہ یہ حدیث معنی کی جہت سے ثابت نہیں۔ ورنہ ہے تو صحیح ہیں۔ اور اس کا نہ ثابت ہونا اس سبب سے ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے اللہ تعالے کے قول (وما انت بمسمع من فی القبور۔ انت لا تسمع الموتی) سے رد کیا ہے۔ اور بدیں طور کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے زندوں کے لئے نصیحت کے طور پر فرمایا نہ کہ مردوں کے سمجھانے کے لئے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "سلام تم پر اے گھر والو مومنو! تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لئے اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے۔ اور تمہارے گھروں میں اور آباد ہو گئے ہمارے پاس تمہاری خبر تو یہ ہے۔ ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہے" اور بدیں طور کہ یہ ان کفار کے ساتھ خاص ہے تاکہ حسرت زیادہ ہو۔ مگر یہ حدیث باقی رہگئی کہ مردہ جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ واپس آتے ہیں۔ اس کی بابت اس شرح کی کتاب الجنائز میں لکھنا چاہیئے۔ (فتح القدیر۔ جزء رابع صفحہ ۱۴۶)

۴۳۔ (جب آدمی مرنے کے قریب ہو۔ تو اسے دائیں پہلو پر قبلہ رو کر دینا چاہیئے اور اسے شہادتین کی تلقین کرنی چاہیئے) کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اپنے مُردوں کو شہادت لا الہ الا اللہ تلقین کرو۔ اور موتے سے مراد قریب الموت ہے۔ (ہدایہ۔ باب الجنائز)

۴۴۔ (قولہ اور موتے سے مراد قریب الموت ہے) جیسا کہ لفظ قتیل اس حدیث میں

کہ جو کسی قتیل کو قتل کرے - تو اُس کے لئے اس کا اسباب ہے - رہی تلقین موت کے بعد قبر میں - سو کہا گیا ہے کہ کرنی چاہیئے کیونکہ حدیث میں موتے حقیقی معنے پر محمول ہے - اور موت کے بعد تلقین اہل سنت و جماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا خلاف معتزلہ کی طرف منسوب ہے - اور کہا گیا ہے کہ نہ اس کا امر کرنا چاہیئے اور نہ اس سے روکنا چاہیئے - اور یہہ یوں کرنی چاہیئے - اے فلاں اے بیٹے فلاں کے یاد کر اپنے دین کو جس پر تو دنیا میں تھا یعنی گواہی اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں - اس میں شک نہیں کہ لفظ موتے کا بلا دلیل اپنے حقیقی معنے سے نکالنا جائز نہیں - اس لئے حقیقی معنے ہی لینے چاہئیں - اور یہہ قول جو کافی میں ہے کہ اگر مسلمان مرا تو اسے موت کے بعد تلقین کی حاجت نہیں - ورنہ مفید نہیں اس کو قرینہ صارفہ بنانا ممکن ہے - یعنی تلقین سے مقصود یہہ ہے کہ شیطان کے تعرض کے وقت یاد دلایا جائے - اور یہہ موت کے بعد مفید نہیں - اور کبھی پہلی شق اختیار کی جاتی ہے - اور اس کی حاجت تذکیر کے حق میں ہے تاکہ سوال منکر و نکیر کے لئے دل ثابت رہے - پس یہہ کہنا کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ممنوع ہے - ہاں اصلی فائدہ نہیں اور میرے نزدیک یہہ ہے کہ یہاں رس مجاز کے ارتکاب کا مبنے ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک یہہ ہے کہ مردہ ان کے نزدیک سنتا نہیں جیسا کہ اُنہوں نے کتاب الایمان فی باب الیمین فی الضرب میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ دوسرے شخص سے کلام نہ کرے گا - پس دوسرا شخص مرگیا اور اس نے موت کے بعد اس سے کلام کیا - تو یہہ حانث نہ ہوگا - کیونکہ قسم اس پر منعقد ہوئی تھی جو سمجھتا تھا - اور مردہ ایسا نہیں اس لئے کہ سُنتا نہیں - اور اس پر یہہ اعتراض کیا گیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے چاہ بدر والوں کی نسبت فرمایا تھا کہ تم میرے کلام کو ان سے زیادہ نہیں سُنتے - ان مشائخ نے کبھی تو اس اعتراض کا یوں جواب دیا ہے کہ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رد کیا اور فرمایا -

Marfat.com

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہہ کیونکر فرما سکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما انت بمسمع من فی القبور۔ انک لا تسمع الموتیٰ۔ اور کبھی یوں جواب دیا ہے کہ یہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاص معجزہ اور کافروں پر زیادہ حسرت ہے۔ اور کبھی یوں کہ یہہ از قبیل ضرب المثل ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اور ان پر اس حدیث مسلم کا جواب مشکل ہے کہ مردہ جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سُنتا ہے جس وقت وہ واپس آتے ہیں۔ یا اللہ اس اعتراض سے مخلصی نہیں مگر یہہ کہ وہ اِس سماع کو سوال کے لئے بطور مقدمہ کے قبر میں پہلے رکھنے سے خاص کردیں۔ تاکہ اس حدیث اور ان دو آیتوں کے درمیان تطبیق ہو جائے۔ کیونکہ وہ دو آیتیں مُردوں کا نہ سُننا ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے کفار کو موتے کے ساتھ تشبیہہ دی تاکہ کفار کے عدم سماع کا افادہ ہو اور یہہ مُردوں کے عدم سماع کی فرع ہے۔ مگر اس تقدیر پر موت کے بعد تلقین کرنی چاہیئے کیونکہ یہہ روح کے اعادے کے وقت ہوگی پس اس وقت لفظ موتے اپنے حقیقی معنوں میں ہوگا اور یہہ مشائخ کے ایک گروہ کا قول ہے۔ یا یہہ مجاز ہے باعتبار سابق اس امر کو مدنظر رکھکر کہ اب وہ زندہ ہے۔ کیونکہ زندہ کے معنے وہی ہیں جس کے بدن میں روح ہو۔ اور ہر حال میں قرب موت پر تلقین کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت ہے۔ (فتح القدیر۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۶۸-۶۹)

عبارت (ا) میں موت کے بعد ایلام و کلام متحقق نہ ہونے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے۔ وہ قریب قریب انہی الفاظ میں ہدایہ کی شرحوں عنایہ و کفایہ اور کنز الدقائق کی شروح زیلعی عینی بحر و مستخلص میں اور کافی شرح وافی اور رد المحتار حاشیہ در مختار میں بھی درج ہے مگر یہاں میت سے مراد جسم مُردہ ہے جس میں سے روح پرواز کرچکی ہو۔ اس تقریر کے موافق وہ بدن کو نہ الم پہنچ سکتا ہے اور نہ بیہ سن سکتا ہے۔ یہاں یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس کو عذاب قبر جس پر

Marfat.com

اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب کے لئے یہہ بتایا گیا ہے کہ عذاب قبر کے لئے عامۂ مشائخ کے نزدیک اس میں حیات ڈالی جاتی ہے۔ لیکن اس پر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مقتولین بدر کی لاشوں کی نسبت حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یوں فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ اس کا جواب بصیغہ تمریض علامہ ابن ہمام نے عبارت (۲) میں نقل کیا ہے۔ عبارت (۳) میں قریب الموت کی تلقین کے ثبوت میں صاحب ہدایہ نے حدیث میں لفظ موتے سے مراد مجازاً قریب الموت بیان کی ہے۔ اس مجاز کے اختیار کرنے کی وجہ صاحب فتح القدیر نے اپنے خیال کے موافق عبارت (۴) میں یہہ بیان کی ہے کہ چونکہ ہمارے اکثر مشائخؒ کے نزدیک موتےٰ (اجسام مردہ) کو سماع نہیں۔ لہذا موت کے بعد وہ تلقین متعذر سمجھتے ہیں کیونکہ جب مردہ سنتا ہی نہیں تو تلقین کیسے کی جائے۔ چونکہ اس پر قصہ مقتولین بدر وارد ہوتا تھا۔ اس لئے علامہ ابن ہمام نے ان مشائخ کے کئی جواب نقل کئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حدیث مسلم کا جواب ان سے مشکل ہے۔ بجز اس کے کہ اُس سماع کو بطور مقدمہ سوال قبر میں پہلے رکھنے سے خاص کریں تاکہ اس میں اور قرآن کی دو آیتوں میں تطبیق ہو جائے۔ مگر اس تقدیر پر موت کے بعد تلقین کرنی چاہیئے کیونکہ یہہ وقت اعادۂ روح کا ہوتا ہے۔ پس موتے اپنے حقیقی معنے پر رہے گا۔ اور مشائخ کے ایک گروہ کا یہی قول ہے۔ یا موتے بلحاظ حالت سابقہ کہا گیا اس لئے کہ اب تو زندہ ہے کیونکہ زندہ کے یہی معنی ہیں کہ روح بدن میں ہو۔ بہر حال قریب الموت کی تلقین ثابت کرنے کے لئے کوئی اور دلیل چاہیئے کیونکہ حقیقی اور مجازی معنی دونوں مراد نہیں ہو سکتے اور نہ دو مجازی مراد ہو سکتے ہیں اور نہ عموم مجاز کی صورت بن سکتی ہے یہہ عبارات بالا کا خلاصہ مطلب ہے۔ ان میں مردہ بدن کے سماع کا انکار پایا جاتا ہے۔ ارواح کے سماع کا انکار نہیں۔ اگر اسے تسلیم نہ کیا جائے اور یہی اصرار کیا جائے کہ اکثر مشائخ حنفیہ قرآن و حدیث و اجماع کے خلاف سماع موتے کے منکر تھے اور سماع موتےٰ سے ان کی یہہ مراد تھی کہ موت کے بعد روح فنا ہو جاتی ہے۔

موتے
موتے

Marfat.com

اور اُسے کچھ ادراک باقی نہیں رہتا۔ تو جواب میں یہہ کہا جائے گا کہ وہ مشائخ معتزلی الاصول حنفی الفروع تھے جو اجماع اہل سنت وجماعت میں داخل ہی نہیں۔ ایسے معتزلیوں کو بھی مشائخ مذہب میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ در مختار کتاب النکاح فصل محرمات میں تفسیر کشاف سے یہہ مسئلہ نقل کیا ہے کہ شہوت سے مساس وغیرہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قائم مقام دخول کے ہے۔ اس پر علامہ شامی نے یوں لکھا ہے۔ فنقل ذالك عنه لان الزمخشری من مشائخ المذهب وهو حجة فی النقل (رد المحتار جزء ثانی۔ صہ ۳۰۲) یعنی مصنف نے یہہ مسئلہ جار اللہ زمخشری سے نقل کیا کیونکہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور وہ نقل میں حجت ہے انتہے۔ اور یہہ قول بقید حوالہ اوپر مذکور ہوا کہ موت کے بعد تلقین اہل سنت وجماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا خلاف معتزلہ کی طرف منسوب ہے اور اکثر مشائخ کا موت کے بعد تلقین کو منع کرنا سماع موتے کے انکار پر مبنی ہے اور اہل سنت حدیث میں موتاکم کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں۔ پس یہہ اکثر مشائخ جو سماع موتے کے منکر ہیں اور اسی واسطے تلقین سے منع کرتے ہیں۔ معتزلہ نہیں تو کیا ہیں۔ ابتداء میں حنفیہ اور ایسے معتزلہ کا ارتباط بہت رہا ہے۔ اس لیئے کسی حنفی عالم نے کسی معتزلی سے سُنکر یا کسی معتزلی کی تصنیف سے یہہ قول سہواً اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ پھر دیگر علمائے حنفیہ بلا تنبیہ اُسے نقل کرتے رہے۔ چنانچہ بحر الرائق (جزء سادس۔ صہ ۲۰۱) میں ہے۔ وقد یقع کثیرًا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فی کتابه فیاتی من بعده من المشائخ فینقلون تلك العبارة من غیر تغییر ولا تنبیه فیکثر الناقلون لها واصلها لواحد مخطی یعنی کبھی ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک مؤلف کوئی بات غلطی سے اپنی کتاب میں ذکر کر دیتا ہے۔ اس کے بعد جو مشائخ آتے ہیں وہ اس عبارت کو بلا تغییر و تنبیہ کے نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح اس کے نقل کرنے والے زیادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی ہوتی ہے انتہے۔ اسی مسئلہ سماع کے متعلق

زمخشری کے متعلق الرائے

موتاکم

غلط مسئلہ کی نقل

Marfat.com

علامہ نسفی کو دیکھئے کہ تفسیر مدارک میں اللہ یتوفّی الانفس الآیہ کی تفسیر میں سہواً جار اللہ زمخشری معتزلی کا قول لفظ بلفظ تفسیر کشاف سے نقل کر گئے جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ اسی واسطے علامہ علی القاری لکھتے ہیں کہ زمخشری نے کشاف میں اپنی عقاید کو اس طرح داخل کیا ہے کہ لوگوں کو پتہ نہیں لگتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض فقہاء نے اس کی تفسیر کا مطالعہ حرام فرمایا ہے (الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ص۸۰) غرض عدم سماع موتے بدیں معنے کہ موت کے بعد روح کے لئے سماع وادراک باقی نہیں رہتا یقیناً معتزلہ کا قول ہے جو سہواً کتب حنفیہ میں درج ہو گیا۔ اور یہ قباحت اس سے پیدا ہوئی کہ مشائخ حنفیہ ایسے حنفی الفروع معتزلہ کو اپنے مشائخ مذہب میں شمار کرتے رہے اور ان کی کتابوں سے بعض وقت نقل کرتے رہے۔ چنانچہ علامہ ابو محمد عبد القادر حنفی مصری المتوفی ۷۷۵ھ نے جواہر مضیہ میں جو طبقات حنفیہ میں پہلی کتاب ہے ایسے معتزلہ کو مشائخ حنفیہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کیجاتی ہیں

(۱) بشر بن غیاث مریسی متوفی ۲۲۸ھ۔ معتزلی متکلم اور صاحب تصانیف ہیں۔ امام ابو یوسف سے اکثر روایت کرتے ہیں۔ مگر امام ممدوح ان کو اچھا نہ جانتے تھے۔ مذہب میں ان کے بعض اقوال عجیب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ گدھے کے گوشت کا کھانا جائز ہے۔ دوسرا یہ کہ تمام عمر میں ترتیب واجب ہے۔ چنانچہ صاحب خلاصہ نے باب قضاء الفوائت میں ذکر کیا ہے۔ وربما شرط بعض الترتیب فی جمیع العمر۔ یہ بعض یہی بشر مریسی ہیں (جزء اول۔ ص۱۶۵)۔ امام عبد الرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی نے اپنے فتاوے میں لکھا ہے۔ والرحمٰن لا افعل (رحمٰن کی قسم میں نہ کروں گا)۔ اس مسئلے میں اگر رحمٰن سے سورہ رحمٰن مراد رکھے۔ تو یمین نہ ہوگی۔ اگر مراد اللہ ہو۔ تو یمین ہوگی۔ اس مسئلے کو بلا تنبیہ یوں نقل کیا ہے کہ گویا یہ مذہب ہے۔ حالانکہ یہ تفصیل بشر مریسی کا قول ہے۔ اور مذہب یہ ہے کہ یہ یمین ہی ہے کیونکہ رحمٰن

تفسیر کشاف کا مطالعہ حرام

حنفی الفروع معتزلہ کو اپنے مشائخ میں شمار کر دیا

میں نیت معتبر نہیں (رد المحتار - جزء ثالث - صـ۵۴)

(۲) اسماعیل بن علی بن الحسین ابو سعد السمان متوفی ۴۴۵ھ - امام المعتزلہ تھے - فقہ حنفیہ اور کلام میں امام تھے مشائخ زمانہ میں سے تین ہزار ان کے شاگرد تھے (جزء اول - صـ۱۵۶)

(۳) حسن بن عبد اللہ السیرافی النحوی متوفی ۳۶۸ھ - بغداد میں رہا کرتے تھے - اور علوم القرآن فقہ کلام وغیرہ کا درس دیا کرتے تھے - مگر معتزلی تھے (جزء اول - صـ۱۹۶)

(۴) عبد اللہ بن احمد بن محمود البلخی متوفی ۳۱۹ھ معتزلی متکلم ہیں - علم کلام میں ان کی تصانیف ہیں - مدت تک بغداد میں رہے اور وہیں ان کی کتابیں مشہور ہوئیں - پھر بلخ کو چلے گئے اور وہیں وفات پائی (جزء اول صـ۲۷۱)

(۵) عبد السلام بن محمد بن یوسف بن بندار متوفی ۴۸۸ھ - حنفی معتزلی ہیں اپنے اعتزال پر فخر کیا کرتے تھے - تفسیر میں محقق سمجھے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کی ایک تفسیر تین سو جلدوں میں لکھی جن میں سے سات میں فاتحہ کی تفسیر ہے (جزء اول - صـ۳۱۵)

(۶) عبد السید بن علی بن محمد المعروف بابن الزیتونی متوفی ۵۴۲ھ - معتزلی حنفی متکلم ہیں - علم کلام میں ان کی تصنیف ہے (جزء اول - صـ۳۱۶)

(۷) علی بن اسماعیل بن اسحاق الاشعری ۳۳۰ھ سے چند سال بعد فوت ہوئے - حنفی المذہب اور معتزلی الکلام ہیں - طائفہ اشعریہ انہی کی طرف منسوب ہے - امام ابوبکر باقلانی ان کے مذہب کے معاون ہیں (جزء اول - صـ۳۵۳)

(۸) محمد بن احمد بن حامد بن عبید البیکندی البخاری متوفی ۴۸۲ھ - معتزلہ کے طریق پر علم کلام سے واقف تھے - اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے منصور کے عہد میں بغداد کی طرف آئے - منصور نے بغداد میں داخل نہ ہونے دیا - مگر منصور کے مرنے پر بغداد میں آئے اور وفات تک وہیں رہے (جزء ثانی - صـ۳)

Marfat.com

(۹) محمد بن ابی الحسن القفال الخوارزمی حنفی المذہب تھے۔ معتزلہ کے طریق پر اصول سے واقف تھے اور اسی پر مناظرہ کیا کرتے تھے (جزو ثانی۔ ص ۱۴۱)

(۱۰) محمد بن شجاع الثلجی متوفی ۲۶۶ھ۔ امام حسن بن زیاد کے شاگرد ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں۔ اپنے وقت میں اہل عراق کے فقیہہ تھے۔ مگر مذہب معتزلہ کی طرف میلان رکھتے تھے (ثانی۔ ص ۶۰)

(۱۱) محمد بن عبد اللہ بن الحسین متوفی ۳۴۲ھ۔ نیشاپور میں قاضی اور اپنے وقت میں امام الحنفیہ تھے۔ مگر معتزلی المذہب تھے (ثانی۔ ص ۶۴)

(۱۲) محمد بن عبد اللہ العسکری۔ خلیفہ مہدی کے لشکر کے قاضی تھے۔ مگر معتزلی تھے (ثانی۔ ص ۶۲)

(۱۳) محمد بن عبد الرحمن الصیبری متوفی ۳۰۳ھ مشہور معتزلی ہیں (ثانی۔ ص ۳۳)

(۱۴) محمود بن عمر جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف متوفی ۵۳۸ھ۔ مشہور معتزلی الاصول ہیں۔ علم ادب میں ضرب المثل تھے (ثانی۔ ص ۱۶۰)

(۱۵) ناصر بن ابی المکارم عبد السید بن علی المطرزی متوفی ۶۱۰ھ۔ فقہ و لغت و عربیۃ میں امام تھے۔ مگر بڑے معتزلی تھے۔ ان کو خلیفۂ زمخشری کہا کرتے تھے (ثانی۔ ص ۱۷۹)۔

(۱۶) یحییٰ بن طاہر بن الحسین الدمشقی ابو سعد الرازی متوفی ۵۳۰ھ۔ اعتزال و تشیع کی طرف مائل تھے۔ اور اپنے چچا اسماعیل بن علی امام المعتزلہ کے شاگرد تھے (ثانی۔ ص ۲۱۴)۔

حالات مذکورہ بالا میں اگر مسئلہ سماع موتیٰ پر اعتزال کا رنگ آگیا۔ تو کچھ تعجب نہیں۔ اب ہم مسئلہ یمین پر مزید غور کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ جامع صغیر للامام محمد (متوفی ۱۸۹ھ) میں یوں ہے۔ محمد عن یعقوب عن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہم رجل قال لآخر ان ضربتك فعبدی حر فمات فضربه فان فهو على الحياة وكذلك الكسوة والكلام والدخول (باب اليمين في القتل

موتیٰ

مسئلہ یمین

(والضرب)۔ ترجمہ۔ امام محمد نے امام یعقوب (ابو یوسف) سے اور امام یعقوب
نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا
اگر میں تجھ کو ماروں۔ تو میرا غلام آزاد ہے۔ پس وہ دوسرا مر گیا اور اس شخص
نے اس کو مارا۔ فرمایا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کہ وہ یمین حیات پر مقصور
ہے۔ اور ایسا ہی حکم ہے کسوت اور کلام اور دخول کا انتہی۔ جامع الصغیر کا
یہی متن ہدایہ میں لیا گیا ہے اس مسئلے کا مبنے قواعد فقہیہ کے مطابق عرف پر ہے
چنانچہ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں۔ الاصل ان الایمان مبنیة علی العرف
عندنا لا علی الحقیقة اللغویة کما نقل عن الشافعی رحمه الله ولا علی الاستعمال
القرآنی کما عن مالک رحمه الله ولا علی النیة مطلقا کما عن احمد رحمه الله

قسم کے متعلق ائمہ اربعہ کا قاعدہ

(فتح القدیر۔ جزء رابع۔ باب الیمین فی الدخول والسکنی ص ۳۷۷)

ترجمہ۔ اصل یہ ہے کہ قسمیں ہمارے نزدیک عرف پر مبنی ہوتی ہیں نہ کہ حقیقۃ
لغویہ پر جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ سے منقول ہے۔ اور نہ استعمال قرآنی پر
جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے اور نہ مطلقاً نیت پر جیسا کہ امام
احمد رحمۃ اللہ سے منقول ہے انتہی۔ لہذا یمین بالضرب یا یمین بالکلام کی صورت
میں یمین کے حیات پر مقصور ہونے کی یہ دلیل بیان کر دینی کافی تھی کہ چونکہ قسم
کا مبنے عرف پر ہوتا ہے۔ اور عرف میں کلام سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ زندہ کے
ساتھ ہو۔ اسی طرح ضرب سے مراد وہ ہوتی ہے جو زندہ پر واقع ہو۔ اس لئے
اگر موت کے بعد کلام کرے گا یا مارے گا۔ تو حانث نہ ہوگا۔ مگر بجائے اس کے
شرحوں میں وہ عبارتیں نقل ہوتی چلی آئیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اگر مذکورہ بالا
طریق تطبیق کو جو فی الجملہ اطمینان بخش ہے تسلیم نہ کیا جائے۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا
کہ یہ قول معتزلہ سہواً شرحوں میں درج ہوتا چلا آیا ہے جسے علامہ ابن ہمام
نے اکثر مشائخ حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو موت کے بعد
تلقین کے مانع ہیں۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو قبر میں اعادۂ روح کو نہیں مانتے

Marfat.com

جیسا کہ کتاب المسائرہ سے پہلے نقل ہوا۔ یہ وہی مشائخ ہیں جنہوں نے حدیث صحیحین کو جو سماع موتے میں نص ہے صرف اس واسطے رد کر دیا۔ کہ ان کے زعم میں آیہ انکؐ لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور کے خلاف ہے حالانکہ یہی دلیل حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی گئی تھی۔ جس پر آپ نے فرمایا تھا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو صرف یہ کہکر پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی یا ان کفار کے ساتھ خاص تھا حالانکہ کسی روایت میں تخصیص کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو گھبراہٹ میں اس حدیث صحیح کے جواب میں بول اٹھتے ہیں کہ زندوں کی نصیحت کے لئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ایسا فرمایا تھا نہ کہ مُردوں کو سُنانے کے لئے جیسا کہ حضرت علی کرم وجہہ سے مروی ہے۔ السلام علیکم دار قوم مومنین الحدیث حالانکہ یہ روایتؐ اول سے آخر تک مُردوں کا سُننا ثابت کر رہی ہے۔ یہ وہی مشائخ ہیں

ؐ علامہ سندی حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ) حاشیہ نسائی شریف میں اس آیت اور حدیث زیر بحث میں تطبیق دے کر لکھتے ہیں۔ وبالجملۃ فالحدیث صحیح وقد جاء بطرق فتخطئتہ غیر متجھۃ واللہ تعالےٰ اعلم۔ ترجمہ حاصل کلام یہ کہ حدیث صحیح ہے اور کئی طریق سے آئی ہے اس لئے اس کو غلط کہنا بے وجہ ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ انتہے۔

ؐ شرح الصدور میں ہے۔ واخرج الحاکم فی تاریخ نیسابور والبیھقی وابن عساکر فی تاریخ دمشق بسند فیہ من یجھل عن سعید بن المسیب قال دخلنا مقابر المدینہ مع علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فنادی یا اھل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ تخبرونا باخبارکم ام تریدون ان نخبرکم فسمعنا صوتا من داخل القبر وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین خبرنا عما کان بعدنا فقال علی اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد اقتسمت والاولاد فقد حشروا

Marfat.com

جو میت کو جماد محض جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مُردے میں ایلام متحقق نہیں ہوتا
حالانکہ احادیث و آثار[1] ان کی تردید کر رہے ہیں۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو حدیث مسلم

فی زوجۃ الیتامی والبناء الذی شید تم فقد سکنہا اعداؤکم فہذہ اخبار ما عندنا
فما اخبار ما عندکم فاجابہ میت قد تخرقت الاکفان وانتثرت الشعور
وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت المناخر بالقیح و
الصدید وما قدمناہ وجدناہ وما خلفناہ خسرناہ ونحن مرتھنون بالاعمال

(صفحہ ۳۰۲)۔ ترجمہ۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں اور بیہقی نے اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ایسی سند سے روایت کی جس میں ایک مجہول راوی حضرت سعید بن المسیب سے روایت کرتا ہے کہ فرمایا حضرت سعید نے کہ ہم حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے۔ پس حضرت مولے مرتضٰے رضی اللہ عنہ نے یوں پکارا۔ اے قبروں والو تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ تم ہمیں اپنی خبریں سناؤ گے یا تم چاہتے ہو۔ کہ ہم تمہیں سنائیں۔ پس ہم نے ایک قبر کے اندر سے یہ سُنا۔ اے امیرالمومنین علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ ہمیں بتائیں کہ ہمارے پیچھے کیا ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لئے اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے اور تمہاری اولاد یتیموں کے گروہ میں جا ملی۔ اور مکان جسے تم نے مضبوط بنایا تھا اس میں تمہارے دشمن آباد ہو گئے۔ یہ تو ہمارے پاس کی خبریں ہیں۔ تمہارے پاس کی خبریں کیا ہیں؟ ایک مردے نے آپ کو جواب دیا۔ ہمارے کفن پھٹ گئے اور بال جھڑ گئے اور کھالوں کے پرزے پرزے ہو گئے اور آنکھوں کے ڈھیلے بہکر رخساروں تک آ گئے اور نتھنوں سے پیپ اور گندہ پانی جاری ہے۔ اور جو ہم نے آگے بھیجا تھا اُسے پا لیا اور جو ہم نے پیچھے چھوڑا اُسے ضائع کیا۔ اور ہم اعمال میں مقید ہیں اپنے

[1] علامہ شیخ عبدالقادر حنفی لکھتے ہیں۔ وذکر الرحمتی ایضا انہ یشکل علی قولہم ان الایلام لا یتحقق فی المیت ما جاء فی الاحادیث انہ یؤذی المیت ما یؤذی الحی ولا یخفی علی من تکلم فی الاحادیث ان سماع الموتی لکلام الاحیاء محقق ولولا ذلک لما کان لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ معنی لکن العرف یقتضی الکلام

(مُردہ جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سُنتا ہے جس وقت وہ واپس آتے ہیں) کے سماع منصوص کو بلا دلیل سوال منکر و نکیر کے لئے بطور مقدمہ قرار دیتے ہیں۔ یہہ وہی مشائخ ہیں جن میں سے بعض کو علامہ ابو محمد عبد القادر نے طبقات الحنفیہ میں

امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کی فقہ میں امام اور کسی کو خلیفہ مہدی کے لشکر کا قاضی اور کسی کو اہل عراق کا فقیہ اور کسی کو امام الحنفیہ لکھا ہے۔ سماع موتے کے ثبوت میں جو دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ پہلے بیان ہوئیں انہیں مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس فیصلے کو ناظرین کرام کے انصاف پر چھوڑتے ہیں کہ یہ مشائخ کون ہیں سے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش - من از انداز قدت مے شناسم

اب ہم اس بحث کو زیادہ طوالت دینا نہیں چاہتے۔ کیونکہ انصاف پسند طبیعتوں کے لئے کافی لکھا جا چکا ہے۔

آٹھواں باب

عالمِ برزخ میں روح کی سیر اور دیگر کوائف

اس باب میں جو عنوان قائم کیا گیا ہے اس کے متعلق مختلف کتابوں سے اقتباسات ذیل مع ترجمہ اُردو ہدیہ ناظرین ہیں۔

مع الاحیاء لا مع الموتی (التحریر المختار لرد المحتار جزء ثانی۔ صـــ۲۳۳) ترجمہ اور رحمتی نے یہہ بھی ذکر کیا ہے کہ ان کے قول (مُردے میں ایلام ثابت نہیں ہوتا) پر مشتبہ ہو جاتا ہے جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مُردے کو اذیت دیتی ہے وہ چیز جو زندے کو اذیت دیتی ہے۔ جو حدیثوں میں غور کرتا ہے اس پر پوشیدہ نہیں رہتا کہ مُردوں کا زندوں کے کلام کو سُننا ثابت ہے۔ اگر مردوں کو سماع نہ ہوتا۔ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قول السلام علیکم دار قوم مومنین الخ کے کچھ معنے نہ تھے۔ لیکن عرف کا مقتضا یہ ہے کہ کلام وہ ہے جو زندوں کے ساتھ ہو نہ کہ مردوں کے ساتھ۔ انتہے ۱۲

Marfat.com

(۱) عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمن اهل النار فیقال هذا مقعدك حتی یبعثك الله یوم القیامة (صحیح بخاری - باب المیت یعرض علیہ بالغداۃ والعشی)

(۲) وقد بینا ان عرض مقعد المیت علیہ من الجنة او النار لا یدل علی ان الروح فی القبر ولا علی فنائہ دائما من جمیع الوجوه بل لها اشراف و اتصال بالقبر وفنائہ وذلك القدر منها یعرض علیہ مقعدہ فان للروح شانا آخر تکون فی الرفیق الاعلی فی اعلی علیین ولها اتصال بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی المیت رد الله علیہ روحہ فیرد علیہ السلام وهی فی الملأ الاعلی وانما یغلط اکثر الناس فی هذا الموضع حیث یعتقد ان الروح مما یعهد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیرہ وهذا غلط محض بل الروح تکون فوق السموات فی اعلی علیین وترد الی القبر فترد السلام وتعلم بالمسلم وهی فی مکانها هناك وروح رسول الله صلی الله علیہ وسلم فی الرفیق الاعلی دائما ویردها الله سبحانہ فی القبر فترد السلام علی من سلم علیہ وتسمع کلامہ وقد رأی رسول الله صلی الله علیہ وسلم موسی قائما یصلی فی قبرہ ورآہ فی السماء السادسة او السابعة فاما ان تکون سریعة الحرکة والانتقال کلمح البصر واما ان یکون المتصل منها بالقبر وفنائہ بمنزلة شعاع الشمس وجرمها فی السماء وقد ثبت ان روح النائم تصعد حتی تخترق السبع الطباق وتسجد لله بین یدی العرش ثم ترد الی جسدہ فی ایسر زمان وکذلك روح المیت تصعد بها الملائکة حتی تجاوز السموات السبع وتقفها بین یدی الله فتسجد لہ ویقضی فیها قضاءہ ویریہ الملك ما اعد الله لها فی الجنة ثم تهبط

فتشهد غسله وحمله ودفنه وقد تقدم فی حدیث البراء بن عازب ان
النفس یصعد بها حتی توقف بین یدی الله فیقول تعالی اکتبوا کتاب
عبدی فی علیین ثم اعیدوه الی الارض فیعاد الی القبر وذلک فی مقدار
تجهیزه وتکفینه فقد صرح به فی حدیث ابن عباس رضی الله عنهما
حیث قال فیهبطون به علی قدر فراغهم من غسله واکفانه فیدخلون
ذلک الروح بین جسده واکفانه - وقد ذکر ابو عبد الله بن مندة
من حدیث عیسیٰ بن عبد الرحمٰن ثنا ابن شهاب ثنا عامر بن سعد
عن اسماعیل بن طلحة بن عبید الله عن ابیه قال اردت مالی بالغابة
فادرکنی اللیل فاویت الی قبر عبد الله بن عمرو بن حرام فسمعت قراءة
من القبر ما سمعت احسن منها فجئت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم
فذکرت ذلک له فقال ذلک عبد الله الم تعلم ان الله قبض ارواحهم
فجعلها فی قنادیل من زبرجد ویاقوت ثم علقها وسط الجنة فاذا کان
اللیل ردت الیهم ارواحهم فلا یزال کذلک حتی اذا طلع الفجر ردت
ارواحهم الی مکانهم الذی کانت به - ففی هذا الحدیث بیان سرعة انتقال
ارواحهم من العرش الی الثری ثم انتقالها من الثری الی مکانها ولهذا
قال مالک وغیره من الائمة ان الروح مرسلة تذهب حیث شاءت
وما یراه الناس من ارواح الموتیٰ ومجیئهم الیهم من المکان البعید امر یعلمه
عامة الناس ولا یشکون فیه والله اعلم واما السلام علی اهل القبور
وخطابهم فلا یدل علی ان ارواحهم لیست فی الجنة وانها علی افنیة
القبور فهذا سید ولد آدم الذی روحه فی اعلی علیین مع الرفیق
الاعلیٰ صلی الله علیه وسلم یسلم علیه عند قبره ویرد سلام المسلم علیه
وقد وافق ابو عمر رحمه الله علی ان ارواح الشهداء فی الجنة ویسلم علیهم
عند قبورهم کما یسلم علی غیرهم کما علمنا النبی صلی الله علیه وسلم ان نسلم

عليهم وكما كان الصحابة يسلمون على شهداء احد وقد ثبت ان ارواحهم
فى الجنة تسرح حيث شاءت كما تقدم ولا يضيق عطنك عن كون الروح
فى الملأ الاعلى تسرح فى الجنة حيث شاءت وتسمع سلام المسلم عليها عند قبرها
وتدنو حتى ترد عليه السلام وللروح شان آخر غير شان البدن وهذا
جبرئيل صلوات الله وسلامه عليه رآه النبي صلى الله عليه وسلم وله ست
مائة جناح منها جناحان قد سد بهما ما بين المشرق والمغرب وكان
من النبي صلى الله عليه وسلم حتى يضع ركبتيه بين ركبتيه ويديه على
فخذيه وما اظنك يتسع بطانك انه كان حينئذ فى الملأ الاعلى
فوق السموات حيث مستقره وقد دنا من النبي صلى الله عليه وسلم
هذا الدنو فان التصديق بهذا له قلوب خلقت له واهلت لمعرفته ومن
لم يتسع بطانه لهذا فهو اضيق ان يتسع للايمان بالنزول الالهى الى
سماء الدنيا كل ليلة وهو فوق سمواته على عرشه (الى ان قال) ومما
ينبغى ان يعلم ان ما ذكرناه من شان الروح يختلف بحسب حال الارواح
من القوة والضعف والكبر والصغر فللروح العظيمة الكبيرة من ذلك
ما ليس لمن هو دونها وانت ترى احكام الارواح فى الدنيا كيف تتفاوت
اعظم تفاوت بحسب تفارق الارواح فى كيفياتها وقواها وابطائها
واسراعها والمعاونة لها فللروح المطلقة من اسر البدن وعلائقه
وعوائقه من التصرف والقوة والنفاذ والهمة وسرعة الصعود
الى الله والتعلق بالله ما ليس للروح المهينة المحبوسة فى علائق
البدن وعوائقه فاذا كان هذا وهى محبوسة فى بدنها فكيف اذا تجردت
وفارقته واجتمعت فيها قواها وكانت فى اصل شانها روحا علية
زكية كبيرة ذات همة عالية فهذه ولها بعد مفارقة البدن شان
آخر وفعل آخر وقد تواترت الرؤيا من اصناف بنى آدم على فعل الارواح

Marfat.com

بعد موتهما لا تقدر على مثله حال اتصالها بالبدن من هزيمة الجيوش الكثيرة بالواحد والاثنين والعدد القليل ونحو ذلك وكم قد رئى النبي صلى الله عليه وسلم ومعه ابوبكر وعمر فى النوم قد هزمت ارواحهم عساكر الكفر والظلم فاذا بجيوشهم مغلوبة مكسورة مع كثرة عددهم وعددهم وضعف المؤمنين وقلتهم ومن العجب ان ارواح المؤمنين المتحابين المتعارفين تتلاقى وبينها اعظم مسافة وابعدها فتتشامم وتتعارف فيعرف بعضها بعضا كانه جليسه وعشيره فاذا رآه طابق ذلك ما كان عرفته به روحه قبل رؤيته قال عبد الله بن عمرو ان ارواح المومنين تتلاقى على مسيرة يوم وما رأى احدهما صاحبه قط ورفعه بعضهم الى النبي صلى الله عليه وسلم۔ (كتاب الروح ص ۱۶۲–۱۶۶)

(۳) ومعلوم بالضرورة ان جسده صلى الله عليه وسلم فى الارض طرى مطرا وقد سأله الصحابة كيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارمت فقال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء ولو لم يكن جسده فى ضريحه لما اجاب بهذا الجواب وقد صح عنه ان الله وكل بقبره ملائكة يبلغونه عن امته السلام وصح عنه انه خرج بين ابى بكر وعمر وقال هكذا نبعث۔ هذا مع القطع بان روحه الكريمة فى الرفيق الاعلى فى اعلى عليين مع ارواح الانبياء وقد صح عنه انه رأى موسى قائما يصلى فى قبره ليلة الاسراء ورآه فى السماء السادسة او السابعة فالروح كانت هناك ولها اتصال بالبدن فى القبر واشراف عليه وتعلق به بحيث يصلى فى قبره ويرد سلام من سلم عليه وهى فى الرفيق الاعلى ولا تنافى بين الامرين فان شان الارواح غير شان الابدان وانت تجد الروحين المتماثلتين المتناسبتين فى غاية التجاور والقرب وان كان بينهما بعد المشرقين وتجد الروحين المتنافرتين المتباغضتين بينهما غاية البعد

وان كان جسدا هما متجاورين متلاصقين وليس نزول الروح وصعودها وقربها وبعدها من جنس ما للبدن فانها تصعد الى ما فوق السموٰت ثم تهبط الى الارض ما بين قبضها و وضع الميت فى قبرة وهو زمن يسير لا يصعد البدن و ينزل فى مثله وكذلك صعودها وعودها الى البدن فى النوم واليقظة (كتاب الروح - ص ٦٩-٧٠)

(٤) واما قول من قال ان ارواح المومنين فى برزخ من الارض تذهب حيث شاءت فهذا اروى من سلمان الفارسى والبرزخ هو الحاجز بين شيئين وكان سلمان اراد بها فى ارض بين الدنيا والاخرة مرسلة هناك تذهب حيث شاءت وهذا قول قوى فانها قد فارقت الدنيا ولم تلج الاخرة بل هى فى برزخ بينهما فارواح المؤمنين فى برزخ واسع فيه الروح والريحان والنعيم وارواح الكفار فى برزخ ضيق فيه الغم والعذاب قال تعالے ومن ورائهم برزخ الى يوم يبعثون (كتاب الروح - ص ١٢٣-١٢٥)

(٥) وان لها شاناً غير شان البدن وانها مع كونها فى الجنة فهى فى السماء وتتصل بفناء القبر وبالبدن فيه وهى اسرع شئ حركة وانتقالا وصعودا وهبوطا وانها تنقسم الى مرسلة ومحبوسة وعلوية وسفلية ولها بعد المفارقة صحة ومرض ولذة ونعيم والم اعظم مما كان لها حال اتصالها بالبدن بكثير فهنالك الحبس والالام والعذاب والمرض والحسرة وهنالك اللذة والراحة والنعيم والاطلاق وما اشبه حالها فى هذا البدن بحال البدن فى بطن امه وحالها بعد المفارقة بحاله بعد خروجه من البطن الى هذه الدار فلهذه الانفس اربع دور كل دار اعظم من التى قبلها - الدار الاول فى بطن الام وذلك الحصر والضيق والغم والظلمات الثلاث الدار الثانية هى الدار التى نشأت

فیها و ألفتها و اکتسبت فیها الخیر والشر واسباب السعادة والشقاوة۔
والدار الثالثة دار البرزخ وهی اوسع من هذه الدار واعظم بل
نسبتها الیها کنسبة هذه الدار الی الاولی۔ الدار الرابعة دار القرار
وهی الجنة والنار فلا دار بعدها والله ینقلها فی هذه الدور طبقا
بعد طبق حتی یبلغها الدار التی لا یصلح لها غیرها ولا یلیق بها سواها
وهی التی خلقت لها وهیئت للعمل الموصل لها الیها ولها فی کل دار
من هذه الدور حکم و شان غیر شان الدار الاخری (کتاب الروح صفحہ ۱۸۹)

(۶) و مقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آں متصل سدرة
المنتہیٰ است و بالائے آں متصل بپایہ راست عرش مجید و ارواح نیکاں بعد
از قبض بد آنجا مے رسند و مقربان یعنی انبیاء اولیا دراں مستقر میمانند و
عوام صلحا را بعد از نویسانیدن نام و رسانیدن نامہائے اعمال برحسب مراتب
در آسمان دنیا یا در میان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قرار مے دہند و تعلقے
بہ قبر نیز ایں ارواح را مے باشد کہ بحضور زیارت کنندگان و اقارب و دیگر
دوستاں بر قبر مطلع و مستانس میگردند زیراکہ روح را قرب و بعد مکانی مانع
ایں دریافت نمے شود و مثال آں در وجود انسان روح بصری است کہ ستارہ
ہائے ہفت آسماں را در یک چاہ مے تواند دید (تفسیر عزیزی پارہ عم۔ سورہ المطففین)

(۷) ذکر العارف باللہ تعالیٰ الشیخ عبد الوہاب الشعرانی فی کتاب
الجواہر والدرر ان بعض مشایخہ ذکر لہ ان اللہ تعالیٰ یوکل بقبر
الولی ملکا یقضی حوائج الناس کما وقع للامام الشافعی والسیدة نفیسة
وسیدی احمد البدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعنی فی انقاذ الاسیر من
بدعن اسره من بلاد الفرنج و تارة یخرج الولی من قبره بنفسه ویقضی
حوائج الناس لان للاولیاء الاذن ... فی البرزخ والمباح لارواحهم
تحقیق قبله و تارة یخرج الولی من قبره الخ ان الذی علیه المحققون

من الصوفية ان الامر فی عالم البرزخ والآخرة علی خلاف عالم الدنیا فینحصر الانسان فی صورة واحدة یعنی فی عالم الدنیا المسمی بعالم الشهادة الا الاولیاء کما نقل عن قضیب البان انه رؤی فی صور کثیرة وسر ذلک ان روحانیتهم غلبت جسمانیتهم فجاز ان یری فی صور کثیرة وحمل علیه قوله صلی الله علیه وسلم لابی بکر لما قال وهل یدخل احد من تلک الابواب کلها قال نعم وارجو ان تکون منهم وقالوا ان الروح اذا کانت کلیة کروح نبینا صلی الله علیه وسلم ربما تظهر فی صورة سبعین الف صورة ذکر ذلک المحقق ابن ابی جمرة فاذا جاز لارواح الاولیاء عدم الانحصار فی صورة واحدة فی عالم الدنیا فتری فی صور مختلفة لغلبة روحانیتهم جسمانیتهم فاحری ان لا تنحصر ارواحهم فی صورة واحدة فی عالم البرزخ الذی الروح فیه اغلب علی الجسمانیة وقالوا ایضا الولی اذا تحقق فی الولایة مکن من التصور فی صور عدیدة وتظهر روحانیته فی وقت واحد فی جهات متعددة فالصورة التی ظهرت لمن رآها حق والصورة التی رآه آخر فی مکان آخر فی ذلک الوقت حق ولا یلزم من ذلک وجود شخص فی مکانین فی وقت واحد لان فیما هنا تعدد الصور الروحانیة لا الجسمانیة فاذا جاز للروح ان تری فی صور عدیدة فی دار الدنیا لمن تحقق فی الولایة فاحری ان تری فی صور عدیدة فی عالم البرزخ الذی الغلبة فیه للارواح علی الاجسام ویقوی ذلک ما ثبت فی السنة وصح ان النبی صلی الله علیه وسلم رای موسی قائما یصلی فی قبره لیلة الاسراء ورآه فی السماء السادسة تلک اللیلة وقد اثبت السادة الصوفیة عالما متوسطا بین الاجساد والارواح سموه عالم المثال وقالوا هو الطف من عالم الاجساد واکثف من عالم الارواح وبنوا علی ذلک تجسد الارواح

Marfat.com

وظہورھا فی صور مختلفۃ من عالم المثال وقد یستأنس لذلک من قولہ تعالیٰ فتمثل لہا بشرا سویا فتکون الروح کروح جبرئیل علیہ السلام مثلا فی وقت واحد مدبرۃ لشبحہ ولہذا الشبح المثالی فاذا جاز تجسد الارواح وظہورھا فی صور مختلفۃ من العالم المثالی فی عالم الدنیا ففی البرزخ اولی وعلی ہذا فالذی یخرج من القبر الشبح المثالی ہذا تحقیق المقام ولیس وراء عبادان مقام (کتاب نفحات القرب والاتصال باثبات التصرف لاولیاء اللہ تعالیٰ والکرامات بعد الانتقال لشیخ الاسلام السید شہاب الدین احمد الحسینی الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ)

ترجمہ

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے۔ تو صبح وشام کے وقت اُس کا مقام اس پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل بہشت میں سے ہے تو اہل بہشت کے مقامات میں سے اور اہل دوزخ سے ہے تو اہل دوزخ کے مقامات میں سے پیش کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا مقام ہے یہانتک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اُٹھائے (صحیح بخاری باب المیت یعرض علیہ بالغداۃ والعشی)

(۲) ہم بیان کر آئے ہیں کہ میت پر بہشت یا دوزخ سے اس کے مقام کا پیش کیا جانا اِس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ روح ہمیشہ ہر طرح سے قبر میں ہوتی ہے یا قبر کے آس پاس ہوتی ہے۔ بلکہ روح کو قبر سے اور قبر کے آس پاس سے نزدیکی اور اتصال ہوتا ہے۔ اور روح کے اتنے اتصال پر اس کا مقام پیش کیا جاتا ہے کیونکہ روح کا حال اور ہی ہے۔ وہ اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے۔ اور اس کو بدن سے ایسا اتصال ہوتا ہے کہ جب سلام کہنے والا میت پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح اُس پر لوٹا دیتا ہے۔ اور وہ سلام کا جواب دیتا ہے

حالانکہ روح ملاء اعلےٰ میں ہوتی ہے۔ اس مقام پر اکثر لوگ غلطی ہی کھاتے ہیں کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ روح اجسام معہودہ کی جنس سے ہے کہ جو ایک مکان میں ہوں تو اُن کا دوسرے مکان میں ہونا ناممکن ہے۔ اور یہہ محض غلط ہے۔ بلکہ روح آسمانوں کے اوپر اعلےٰ علیین میں ہوتی ہے اور قبر کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ پس وہ سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے کو پہچان لیتی ہے حالانکہ وہ وہیں اپنی جگہ میں ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہمیشہ رفیق اعلےٰ (بہشت) میں ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اُسے قبر مبارک کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

ف ۔ ابوداؤد میں بروایت ابی ہریرہ وارد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام یعنی جب کوئی شخص مجھ پر سلام کہتاہے تو اللہ تعالےٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتاہے یہانتک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اس حدیث میں روح کے لوٹانے سے مراد التفات روحانی ہے۔ جیساکہ علامہ سبکی نے فرمایاہے حضور کی روح مبارک شہود حق میں مستغرق رہتی ہے۔ جب کوئی شخص آپ پر سلام عرض کرتاہے۔ توآپ کی روح دوائر بشریہ کی طرف تنزل فرماتی ہے اور سلام وکلام کے سننے اور جواب کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ مصنف۔ کے اس قول میں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہمیشہ اعلےٰ علیین میں ہوتی ہے کلام ہے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام جسد مبارک اور روح شریف کے ساتھ بطریق استمرار زندہ ہیں۔ مگر قبر شریف میں یا بہشت اعلےٰ میں ؟ ۔ شیخ علاء الدین قونوی نے جو محققین شافعیہ سے ہیں حضور کے بہشت اعلےٰ میں بطریق استمرار زندہ ہونے کو ترجیح دی ہے۔ مگر شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ قبر شریف میں ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور یہی قول راجح بلکہ صحیح ہے۔ اور اسی پر محدثین وفقہا ومحققین کا اجماع ہے۔ ویسا ہونا امت کے امن کا باعث ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتاہے۔ وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم۔ اور یہہ حیات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کےلئے بھی کسی طرح بہشت بریں کی حیات سے کم نہیں۔ کیونکہ آحاد مومنین کی قبر کی نسبت حدیث میں وارد ہے کہ وہ بہشت کے باغوں میں سے

Marfat.com

پس وہ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے اور اس کا کلام سنتی ہے۔ اور شب معراج میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسےؑ کو دیکھا کہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور آپ کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔ پس یا تو روح نگاہ چشم کی طرح جلدی حرکت و انتقال کر جاتی ہے۔ یا اس کا قبر یا قبر کے آس پاس سے اتصال بمنزلہ شعاع آفتاب کے ہوتا ہے کہ جس کا جسم آسمان میں ہوتا ہے۔ اور یہہ ثابت ہے کہ سونے والے کی روح اوپر چڑھتی ہے یہانتک کہ ساتوں آسمانوں کو چیر جاتی ہے اور عرش کے آگے اللہ کو سجدہ کرتی ہے۔ پھر نہایت تھوڑے وقت میں بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اسی طرح مردے کی روح کو فرشتے اوپر لے جاتے ہیں یہانتک کہ ساتوں آسمانوں سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اور اُسے اللہ کے آگے کھڑا کر دیتے ہیں۔ پس وہ اللہ کو سجدہ کرتی ہے۔ اور اللہ اس کے بارے میں اپنا حکم پورا کرتا ہے۔ اور فرشتہ اس کو دکھاتا ہے جو کچھ اللہ نے بہشت میں اس کے لئے تیار رکھا ہے۔ پھر وہ روح اترتی ہے۔ اور میت کے غسل اور اٹھائے جانے اور دفن ہونے کو دیکھتی ہے۔ اور حدیث براء بن عازب میں پہلے آچکا ہے کہ فرشتے روح کو اوپر لے جاتے ہیں یہانتک کہ اللہ کے آگے پیش کر دی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے کا نامہ علیین میں لکھو۔ پھر اس کو زمین کی طرف لے جاؤ۔ پس وہ قبر کی طرف واپس کی جاتی ہے۔ اور یہہ سب کچھ تجہیز و تکفین کی مقدار میں ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث ابن عباس میں اس کی تصریح آئی ہے کیونکہ اس میں ہے کہ فرشتے روح کو اُتار لاتے ہیں جتنی دیر میں لوگ میت کے

ایک باغ ہے۔ پس حضورؐ کا روضہ شریف افضل ریاض جنت ہے۔ دیگر انبیاء کرام علےٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کے لئے بھی حیات جسمانی ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو جذب القلوب اور رسائل علامہؒ سیوطی۔ ابن قیم حیات جسمانی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا قائل نہیں۔ لہذا اس کا یہہ قول جو خلاف احادیث و اجماع ہے۔ مردود اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

Marfat.com

غسل وتکفین سے فارغ ہوتے ہیں۔ پس وہ روح کو اس کے بدن اور کفن کے درمیان داخل کر دیتے ہیں۔ اور حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ نے بروایت عیسےٰ بن عبد الرحمن نقل کیا کہ حدیث کی ہم کو ابن شہاب نے کہ حدیث کی ہم کو عامر بن سعد نے اسمٰعیل بن طلحہ بن عبید اللہ سے اس نے اپنے باپ (طلحہ) سے کہ کہا۔ میں نے جنگل میں اپنے مال کا ارادہ کیا۔ پس رات نے مجھے آگھیرا۔ اور میں نے حضرت عبد اللہ[1] بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کی قبر پر پناہ لی۔ اور میں نے قبر میں سے ایسی قرأت سُنی کہ اس سے اچھی نہ سُنی تھی۔ پس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے یہ ماجرا کہہ سُنایا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ عبد اللہ ہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ نے ان کی روحیں قبض کر لیں۔ پس ان کو زبرجد و یاقوت کی قندیلوں میں رکھا۔ پھر اُن قندیلوں کو جنت کے وسط میں لٹکا دیا۔ جب رات ہوتی ہے۔ تو اُن کی روحیں ان کی طرف لوٹائی جاتی ہیں۔ پس یہی حالت رہتی ہے۔ یہانتک کہ جب فجر ہوتی ہے۔ تو اُن کی روحیں اس مکان کی طرف واپس کی جاتی ہیں کہ جس میں وہ تھیں۔ پس اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ ان کی روحیں عرش سے فرش تک اور پھر فرش سے اپنے مکان تک کیسی جلدی چلی جاتی ہیں۔ اسیواسطے امام مالک اور دیگر ائمہ نے فرمایا کہ روح آزاد ہوتی ہے۔ جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے۔ اور لوگ جو دیکھتے ہیں کہ مُردوں کی روحیں دور دور سے ان کے پاس آتی ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جس کو عام لوگ جانتے ہیں اور اس میں شک نہیں کرتے واللہ اعلم۔

رہا اہل قبور کو سلام و خطاب۔ سو یہ دلالت نہیں کرتا کہ ان کی روحیں بہشت میں نہیں ہیں یا قبروں کے آس پاس ہیں۔ دیکھیے حضور سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح اعلےٰ علیین میں رفیق اعلےٰ کے ساتھ ہے۔ مگر قبر شریف کے پاس آپ پر سلام عرض کیا جاتا ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور ابو عمر

---

[1] یہ شہدائے اُحد میں سے ہیں۔ دیکھو حاشیہ ص۸۲

رحمہ اللہ اس امر میں موافق ہیں کہ شہیدوں کی روحیں بہشت میں ہیں۔ اور اُن کی قبروں کے پاس ان پر سلام کہا جاتا ہے جیسا کہ اوروں پر سلام کہا جاتا ہے جیسا کہ ہم کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ ہم ان پر سلام عرض کیا کریں اور جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُحد کے شہیدوں پر سلام کہا کرتے تھے حالانکہ ثابت ہے کہ ان کی روحیں بہشت میں چرتی پھرتی ہیں جہاں چاہتی ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اور تیرا دل اس بات پر ایمان لانے سے تنگ نہ ہونا چاہیئے کہ روح ملاءِ اعلےٰ میں ہوتی ہے اور بہشت میں چرتی پھرتی ہے جہاں چاہتی ہے۔ اور قبر کے پاس سلام کہنے والے کے سلام کو سُن لیتی ہے اور نزدیک ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کے سلام کا جواب دیتی ہے۔ روح کی شان بدن کی شان سے نرالی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام پر غور کیجیئے کہ آپ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چھ سو بازوؤں کے ساتھ دیکھا جن میں سے دو کے ساتھ آپ نے مشرق و مغرب کے مابین کو بھرا ہوا تھا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنے نزدیک تھے کہ اپنے دونوں زانو حضور کے دونوں زانو مبارک کے آگے رکھے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ حضور کی دونوں رانوں پر دھرے ہوئے تھے۔ اور میں گمان نہیں کرتا کہ تیرا دل اتنا فراخ ہو کہ تصدیق کرے کہ وہ اُس وقت آسمانوں کے اوپر ملاءِ اعلےٰ میں تھے جہاں ان کا مقام ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنے نزدیک بھی تھے کیونکہ اس کی تصدیق کے لئے وہ دل درکار ہیں جو اس کے لئے پیدا کیئے گئے ہیں اور اس کی معرفت کے اہل ہیں۔ اور جس کا دل اتنا فراخ نہ ہو کہ اس کی تصدیق کرے۔ وہ اس بات پر کب ایمان لائے گا کہ اللہ تعالےٰ ہر رات پہلے آسمان کی طرف اُترتا ہے حالانکہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے[1] (یہانتک کہ مصنف نے

---

[1] اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کوئی جسم ہے جو عرش پر بیٹھا ہے۔ کیونکہ وہ جسمانیت اور نقل و حرکت اور احتیاج سے پاک ہے۔ اس کو عرش پر بیٹھنے کی حاجت نہیں۔ عرش نہ تھا۔ اس نے اسے پیدا کیا خلقت پر اپنی عظمت و جبروت ظاہر کرنے کے لئے نہ کہ بیٹھنے کے لئے۔ آیہ ثم استویٰ

لکھا) اور جاننا چاہیئے کہ ہم نے جو روح کا حال بیان کیا ہے وہ روحوں کی قوت اور کمزوری اور چھٹائی بڑائی کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ اس لئے روح عظیمہ کبیرہ کی جو شان ہے وہ اس سے کم درجہ کی روح کی نہیں ہوتی۔ اور تو دیکھتا ہے کہ دنیا میں کیفیتوں اور قوتوں اور تیزی و آہستگی اور معاونت میں اختلاف کے سبب روحوں کے احکام کس قدر متفاوت ہوتے ہیں جو روح بدن کی قید اور علائق و عوائق سے آزاد ہو۔ اس میں وہ تصرف اور قوت اور مہارت اور ہمت اور اللہ کی طرف تیز روی اور اللہ سے تعلق ہوتا ہے جو بدن کے علائق و عوائق میں گرفتار روح کو نہیں ہوتا۔ پس جب بدن میں مقید ہونے کی صورت میں یہ حال ہے۔ تو کیا حال ہو گا جب وہ بدن سے جدا ہو جائے اور اس میں قوتیں جمع ہو جائیں اور وہ اصل شان میں بزرگ زکیہ کبیرہ اور عالی ہمت روح ہو۔ بدن سے مفارقت کے بعد روح کا تو حال ہی اور ہوتا ہے اور اس کے افعال ہی اور ہوتے ہیں۔ اور اصناف بنی آدم کے رؤیا اس امر پر متواتر ہیں کہ موت کے بعد روحیں وہ کام کرتی ہیں جو بدن میں ہونے کی حالت میں نہ کر سکتی تھیں۔ یعنی ایک دو یا عدد قلیل سے بڑے بڑے لشکروں کو شکست دینا اور اسی طرح کے اور کام۔ اور بہت دفعہ خواب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ ہیں۔ اور آپ کی روحوں نے کافروں اور ظالموں کے لشکروں کو شکست دی۔ پس واقعہ میں بھی کفار کے لشکروں کو شکست ہوئی حالانکہ

علی العرش میں استواء علی العرش کنایہ ہے نفس ملک و سلطنت سے بطریق ذکر لازم و ارادۂ ملزوم۔ پس معنے یہ ہیں کہ اللہ نے جب دنیا کو پیدا کیا۔ تو اس میں حسب مقتضائے حکمت تصرف کیا جس طرح چاہا مثلاً آسمانوں کو متحرک کر دیا۔ اور ستاروں کو چلا دیا و علیٰ ہذا القیاس۔ اور عرش کی تخصیص اس لئے ہے کہ وہ اعظم المخلوقات ہے۔ جب اس میں نفاذ درایت آلہی ہے۔ تو دیگر مخلوقات میں بطریق اولےٰ ہے۔ بعض نے اس آیت کی یوں تاویل کی ہے۔ ثم استوی فعل التخلیق علی العرش یعنے پھر اللہ نے عرش کے پیدا کرنے کا قصد کیا۔ فافہم ۱۲

ان کی تعداد اور سامان زیادہ تھا۔ اور مومنین کم تعداد اور تھوڑے تھے۔ اور عجائب میں سے یہ ہے کہ باہم محبت رکھنے والے اور ایکدوسرے کو پہچاننے والے مومنوں کی روحیں نہایت ہی دور فاصلے سے ملاقات کرتی ہیں۔ پس صلح کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو یوں پہچانتی ہیں کہ گویا وہ اس کا ہمنشین اور دوست ہے۔ پھر جب عالم شہادت میں رؤیت ہوتی ہے۔ تو وہ اسی کے مطابق ہوتا ہے کہ جس سے اس کی روح نے اس رؤیت سے پہلے اُسے پہچانا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے فرمایا کہ مومنوں کی روحیں ایک دن کی مسافت سے ملاقات کرتی ہیں حالانکہ ایک نے دوسرے کو کبھی دیکھا نہیں۔ اور بعض نے اس کی سند نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی ہے۔ (کتاب الروح ۔ ص ۱۶۲ - ۱۶۶)

(۴) یہ بالبداہت معلوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک[1] زمین میں تازہ وخوشبودار ہے۔ صحابہ کرام نے آپ سے دریافت کیا کہ ہمارا درود آپ پر کیونکر پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہوں گے۔ حضور بابی ہو وامی نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ اگر آپ کا جسد مبارک قبر شریف میں نہ ہوتا۔ تو آپ ایسا جواب نہ دیتے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضور کی قبر شریف پر فرشتے مقرر کر دئے ہیں جو امت کا سلام آپ کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی حدیث صحیح میں ہے کہ آپ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان نکلے اور فرمایا کہ اسی طرح ہم قیامت کو اُٹھائے جائیں گے۔ یہ باوجود قطعی ہونے اس امر کے ہے کہ آپ کی روح مبارک نبیوں کی روحوں کے ساتھ اعلٰے علیین میں رفیق اعلٰے میں ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ شب معراج میں آپ نے حضرت موسٰے علیہ السلام کو

[1] حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں جسد مبارک اور روح شریف کے ساتھ حقیقۃً زندہ ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اور زمین و آسمان میں جہاں چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ ۱۲

دیکھا کہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور آپ کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔ پس آپ کی روح وہاں تھی۔ اور قبر میں بدن مبارک سے ایسا اتصال اور نزدیکی اور تعلق تھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دے رہے تھے حالانکہ روح رفیق اعلےٰ میں تھی۔ اور ان دو باتوں میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ روحوں کی حالت بدنوں کی حالت سے نرالی ہے۔ اور تو دو متماثل متناسب روحوں کو نہایت نزدیک و قریب پائے گا۔ اگرچہ ان کے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہو۔ اور دو متنافر متباغض روحوں کے درمیان نہایت دوری پائے گا اگرچہ ان کے بدن باہم قریب و پیوستہ ہوں۔ اور روح کا اترنا اور چڑھنا اور نزدیک و دور ہونا اُس جنس کا نہیں جو بدن کے لئے ہے کیونکہ روح تو قبض ہونے اور میت کے قبر میں دفن ہونے کے درمیانی وقت میں آسمانوں پر چلی جاتی ہے اور پھر زمین پر اُتر آتی ہے اور یہ قلیل زمانہ ہوتا ہے کہ اس میں بدن اس طرح صعود و نزول نہیں کر سکتا۔ اور خواب و بیداری میں روح کے چڑھنے اور بدن کی طرف واپس آنے کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ (کتاب الروح۔ صفحہ ۶۹-۷۰)۔

(۴) لیکن قول اُس کا جس نے کہا کہ مومنوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں۔ سو یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور دو چیزوں کے درمیان حاجز کو برزخ کہتے ہیں۔ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے یہ ہے کہ مومنوں کی روحیں زمین میں دنیا اور آخرت کے درمیان آزاد چھوڑی ہوئی ہیں۔ جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں۔ اور یہ قول قوی ہے۔ کیونکہ یہ روحیں دنیا سے جدا ہو گئیں اور آخرت میں داخل نہیں ہوئیں بلکہ وہ ان دونوں کے درمیان برزخ میں ہیں۔ پس مومنوں کی روحیں ایک کشادہ برزخ میں ہیں جس میں رحمت و رزق اور نعمت ہے۔ اور کافروں کی روحیں ایک تنگ برزخ میں ہیں جس میں غم و عذاب ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ "اور ان کے

Marfat.com

پیچھے برزخ ہے جس دن تک اُٹھائے جاویں"۔ (کتاب الروح۔ صفحہ ۱۲۴)

(۵) روح کا حال بدن کے حال سے نرالا ہے۔ وہ باوجود بہشت میں ہونے کے آسمان میں ہوتی ہے۔ اور قبر میں بدن سے اور قبر کے آس پاس سے متصل ہوتی ہے۔ اور وہ حرکت کرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور چڑھنے اور اُترنے کے لحاظ سے سب سے تیز رَو شے ہے۔ اور اس کی قسمیں یہہ ہیں۔ مرسلہ محبوسہ۔ علویہ۔ سفلیہ۔ اور بدن سے مفارقت کے بعد روح کو جو صحت و مرض اور لذت و نعمت اور الم ہوتا ہے وہ بدن میں ہونے کی حالت سے بہت بڑھکر ہوتا ہے۔ پس وہاں حبس اور الم اور عذاب اور مرض اور حسرت ہوتی ہے اور وہاں لذت اور راحت اور نعمت اور آزادی ہوتی ہے۔ اور روح کا حال اس بدن میں ماں کے پیٹ میں بدن کے حال سے عجیب مشابہت رکھتا ہے اور مفارقت کے بعد اِس کا حال بدن کے حال سے جبکہ وہ ماں کے پیٹ سے اِس دار میں آجائے عجیب مشابہ ہے۔ پس روحوں کے لئے چار دار (گھر) ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے ماقبل سے بڑا ہے۔ پہلا دار ماں کے پیٹ میں ہے اور وہ حصر اور تنگی اور غم اور تین تاریکیاں ہیں۔ اور دوسرا دار وہ ہے جس میں روح میں نشو و نما پاتی ہیں اور جس سے وہ الفت رکھتی ہیں۔ اور جس میں وہ نیکی بدی اور اسباب سعادت و شقاوت حاصل کرتی ہیں۔ اور تیسرا دار دارِ برزخ ہے جو دوسرے دار سے وسیع ہے۔ بلکہ اس کو دوسرے دار سے وہی نسبت ہے جو دوسرے دار کو پہلے سے اور چوتھا دار دار القرار ہے۔ اور وہ بہشت ہے یا دوزخ۔ اس دار کے بعد کوئی اور دار نہیں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ روح کو اِن داروں میں ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی طرف بدلتا رہتا ہے یہانتک کہ اِس کو اُس دار میں پہنچادیتا ہے کہ جس کے سوا کوئی اور اس کی غایت نہیں اور نہ اس کے لائق ہے۔ اُسی کے لئے یہہ پیدا کی گئی ہے اور اسی کی طرف پہنچانے والے عمل کے لئے آمادہ کی گئی ہے۔ ان میں سے ہر دار میں جو حکم و شان ہے وہ دوسرے دار کے حال سے مختلف ہے۔ (کتاب

الروح - صـ ۱۸۱)

(۶) مقام علیین سات آسمانوں کے اوپر ہے - اور اُس کا حصہ زیرین سدرۃ المنتہیٰ کے متصل ہے - اور حصۂ بالائی عرش مجید کے دائیں پایہ کے متصل ہے - نیکوں کی روحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں - اور مقربین یعنی انبیاء و اولیا اُس مقام میں رہتے ہیں - اور عام نیکوں کو نام لکھانے اور اعمال نامے پہنچانے کے بعد مرتبوں کے موافق آسمانِ دُنیا میں یا آسمان و زمین کے درمیان یا چاہ زمزم میں جگہ دیتے ہیں - اور ان روحوں کو قبر سے بھی تعلق ہوتا ہے کہ جس سے وہ قبر پر زیارت کرنے والوں اور رشتہ داروں اور دیگر دوستوں کے آنے سے آگاہ اور اُنس پذیر ہوتی ہیں - کیونکہ مکانی قرب و بُعد روح کو اس دریافت سے نہیں روکتا - اور اس کی مثال وجود انسانی میں نگاہ ہے کہ سات آسمانوں کے ستاروں کو کنوئیں کے اندر دیکھ سکتی ہے (تفسیر عزیزی - پارہ عم - سورہ مطففین)

(۷) عارف ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب جواہر و دُرر میں ذکر کیا ہے کہ کسی شیخ نے ان سے ذکر کیا کہ اللہ تعالےٰ ولی کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو لوگوں کی حاجتیں پوری کرتا رہتا ہے جیسا کہ امام شافعی اور سیدہ نفیسہ اور سیدی احمد بدوی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے لئے فرنگیوں کے شہروں میں سے پکڑے ہوئے ایک قیدی کے چھڑانے میں واقع ہوا - اور بعض وقت ولی بذاتِ خود اپنی قبر سے نکلتا ہے اور لوگوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے - کیونکہ برزخ میں ولیوں کے لئے چلنا پھرنا اور اُن کی روحوں کے لئے آزادی ہے اھ -

مصنف کے قول (اور بعض وقت ولی بذاتِ خود اپنی قبر سے نکلتا ہے الخ) - کی تحقیق یہ ہے کہ محققین صوفیہ اس امر پر ہیں کہ عالم برزخ و آخرت کی حالت عالم دنیا کے خلاف ہے - پس انسان عالم دنیا میں کہ جس کو عالم شہادت کہتے ہیں ایک صورت میں منحصر ہوتا ہے سوائے اولیاء اللہ کے جیسا کہ قضیب البان کی نسبت منقول ہے کہ وہ بہت سی صورتوں میں دیکھے گئے - اور اس میں بھید یہ ہے

کہ ان کی روحانیت ان کی جسمانیت پر غالب آگئی۔ پس جائز ہے۔ کہ وہ بہت سی صورتوں میں دیکھا جائے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوال (کیا[1] کوئی شخص بہشت کے تمام دروازوں سے داخل ہوگا؟) کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تو اُن میں سے ہوگا" اسی پر محمول کیا گیا ہے۔ اور محققین صوفیہ کا قول ہے کہ روح جب کلّیہ ہو جیسا کہ ہمارے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کی روح ہے۔ تو وہ بعض دفعہ ستر ہزار صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسے محقق ابن جمرہ نے ذکر کیا ہے۔ پس جب جائز ہوا کہ عالم دنیا میں اولیاء اللہ کی ارواح ایک صورت میں منحصر نہ رہیں۔ بلکہ ان کی جسمانیت پر روحانیت کے غلبہ کے سبب مختلف صورتوں میں نظر آئیں۔ تو یہ سزاوار تر ہے کہ عالم برزخ میں جہاں عالم دنیا کی نسبت روحانیت کو جسمانیت پر زیادہ غلبہ ہوتا ہے ان کی روحیں ایک صورت میں منحصر نہ رہیں۔ اور انہی صوفیہ کرام کا قول ہے کہ ولی جب ولایت میں ثابت ہو جاتا ہے۔ تو اُسے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی قدرت دی جاتی ہے۔ اور اس کی روحانیت ایک وقت میں متعدد اطراف میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس وہ صورت جو ایک دیکھنے والے کو نظر آتی حق ہے۔ اور وہ صورت جو دوسرے دیکھنے والے کو اُسی وقت دوسرے مکان میں نظر آئی وہ بھی حق ہے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک شخص ایک وقت میں دو مکانوں میں پایا جائے کیونکہ یہاں روحانی صورتوں کا تعدد ہے نہ کہ جسمانی صورتوں کا۔ پس جب ثابت فی الولایۃ کی روح کے لئے جائز ہوا کہ وہ عالم شہادت میں کئی صورتوں میں نظر آئے۔ تو یہ سزاوار تر ہے کہ عالم برزخ میں جہاں ارواح کو اجسام پر غلبہ ہوتا ہے کئی صورتوں میں دیکھی جائے۔ اور اس کی تائید کرتا ہے وہ امر جو حدیث صحیح میں

---

[1] حدیث مبارک کے الفاظ یہ ہیں فھل یدعی احد من تلک الابواب کلھا "پس آیا کوئی ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟" (مشکوۃ۔ کتاب الزکوۃ۔ باب فضل الصدقۃ) ۱۲

ثابت ہے کہ شب معراج میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت موسےٰ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کو اُسی رات چھٹے آسمان میں بھی دیکھا۔ اور مشائخ صوفیہ نے اجساد وارواح کے بین بین ایک عالم ثابت کیا ہے جس کا نام اُنہوں نے عالم مثال رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم عالم اجساد سے لطیف تر اور عالم ارواح سے کثیف تر ہے۔ اور اسی پر اُنہوں نے عالم مثال سے ارواح کا تجسد اور اُن کا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا بنا کیا ہے۔ اور کبھی اس کی تائید کے لئے اللہ تعالےٰ کے قول فتمثل لہا بشرًا سویا (پس وہ فرشتہ حضرت مریم کے آگے پورے انسان کی شکل بن گیا) میں دیکھا جاتا ہے۔ پس اس صورت میں روح مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روح ایک وقت میں اپنے جسم کی مدبر ہوگی اور جسم مثالی کی بھی۔ پس جب عالم مثال سے روحوں کا تجسد اور ان کا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا عالم دنیا میں جائز ہوا۔ تو عالم برزخ میں بطریق اولےٰ جائز ہوگا۔ اس تقریر کے موافق جو قبر سے نکلتا ہے وہ جسم مثالی ہے۔ یہ اس مقام کی تحقیق ہے۔ اور عبادان[1] کے آگے کوئی اور مقام نہیں۔ (نفحات[2] القرب والاتصال باثبات التصرف لاولیاء اللہ تعالےٰ والکرامات بعد الانتقال لشیخ الاسلام شہاب الدین احمد الحسینی الحموی الحنفی)

نواں باب
اہل قبور سے استمداد

استمداد باہل قبور سے مراد یہ ہے کہ کوئی صاحب حاجت کسی بزرگ کے مزار پر

---

[1] یہ مقام بصرہ کے نیچے سمندر کے متصل واقع ہے جس سے آگے کوئی اور مقام نہیں۔ یہاں ضرب المثل سے یہاں یہ مراد ہے کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہی تحقیق ہے ۱۲

[2] یہ رسالہ شفاء السقام للعلامۃ السبکی مطبوعہ مصر کے اخیر میں منضم ہے

حاضر ہو کر خدا سے یوں دُعا مانگے۔ "یا خدا اپنے اس بندے کی برکت سے جس پر تیری رحمت اور فضل ہے اور اس لطف و کرم سے جو اس پر ہے تو میری فلاں حاجت پوری کر دے۔" یا صاحبِ قبر کو یوں پکارے۔ "اے خدا کے پیارے بندے میری شفاعت کر۔ اور خدا سے سوال کر کہ وہ میری فلاں حاجت پوری کر دے۔" ہر دو صورت میں معطی و قاضی الحاجات و متصرف حقیقی اللہ عزوجل ہے۔ اور صاحبِ قبر درمیان میں صرف ایک وسیلہ ہے۔ اگر اس قسم کی امداد و استمداد کو شرک کہا جائے۔ تو چاہیئے کہ حالتِ حیات میں بھی صالحین سے توسل اور طلبِ دُعا و مدد ممنوع ہو حالانکہ وہ منع نہیں بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ و تعاونوا علی البرّ والتقوی (اور آپس میں مدد کرو نیکی اور پرہیز گاری پر)۔ اور حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام سے حکایۃً مذکور ہے۔ من انصاری الی اللہ (کون میرے مددگار ہیں اللہ کی راہ میں)۔ جس کے جواب میں حواری کہتے ہیں۔ نحن انصار اللہ (ہم اللہ کے مددگار ہیں)۔ اسی طرح قصۂ ذوالقرنین میں ہے فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردما (کہف۔ ع) یعنی سو مدد کرو میری محنت میں بنا دوں تمہارے ان کے بیچ ایک دھابا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ تحریر فرماتے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی میگوید کہ ہر کہ در حیات وے بوے توسل و تبرک جویند۔ بعد از موتش نیز تواں جست۔ و ایں سخن موافق دلیل است۔ چہ بقاے روح بعد از موت بدلالت احادیث و اجماع علماءؒ ثابت است۔ و متصرف در حیات و بعد از ممات روح است نہ بدن۔ و متصرف حقیقی حق تعالےٰ است و ولایت عبارت از فنا فی اللہ و بقا بدوست۔ و ایں نسبت بعد از موت اتم واکمل است۔ و نزد ارباب کشف و تحقیق مقابلہ روح زائر با روح مزور موجب انعکاس اشعہ لمعات انوار و اسرار شود در رنگ مقابلہ مرأت بمرأت۔

Marfat.com

واولیارا ابدان مکتسبہ مثالیہ نیز بود کہ بداں ظہور نمایند وامداد وارشاد طالبان کنند۔ ومنکران رادلیل وبرہان برانکار آں نیست (تکمیل الایمان۔ صـ۱۴۳)۔
اگر منکرین اپنے انکار کی وجہ یہ بتائیں کہ موتے سنتے نہیں۔ تو اس کی تردید کماحقہ ہو چکی ہے۔ اور اگر یوں کہیں کہ موت کے بعد تصرف منقطع ہو جاتا ہے تو اس کا جواب بھی عبارت شیخ میں مذکور ہے۔ بلکہ اس کتاب میں اس سے پہلے بھی آچکا ہے۔ کہ ارواح کا تصرف موت کے بعد حیات کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔
شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ (جزء اول۔ باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ۔ صـ۳۴) میں طبقات اہل برزخ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ دربما اشتغل ھؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لھم لمۃ خیر بابن آدم۔ یعنی کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور خدا کے لشکر کو مدد دینے میں مشغول ہوتی ہیں۔ اور کبھی بنی آدم پر افاضہ خیر کے لیے نازل ہوتی ہیں انتہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں آیہ ثم اماتہ فاقبرہ کی تفسیر میں مردے کو جلانے کے عیوب ذکر کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔ ونیز در سوختن بآتش تفریق اجزاے بدن میت است کہ بسبب آں علاقہ روح از بدن انقطاع کلی مے پزیرد۔ وآثار ایں عالم بآں روح کمتر میرسد وکیفیات آں روح بایں عالم کمتر سرایت میکند۔ ودر دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجائے باشند۔ علاقہ روح بابدن از راہ نظر وعنایت بحال مے ماند۔ وتوجہ روح بزائرین دستانسین ومستفیدین بسہولت مے شود کہ بسبب تعین مکان بدن گویا مکان روح ہم متعین است۔ وآثار ایں عالم از صدقات وفاتحہ ہا وتلاوت قرآن مجید چوں در آں بقعہ کہ مدفن بدن اوست واقع شود بسہولت نافع مے شود۔ پس سوختن گویا روح رابے مکان کردن است ودفن کردن گویا مسکنے براے روح ساختن۔ بنابرایں است کہ از اولیائے مدفونین ودیگر صلحائے مومنین انتفاع واستفادہ جاری است۔ وآنہارا افادہ

واجانت نیز متصور بخلاف مردہ ہاے سوختہ کہ ایں چیزہا اصلا نسبت باآنہا در اہل مذہب آنہا نیز واقع نیست انتہے۔ شاہ صاحب دوسری جگہ (سورۂ انشقاق) یوں تحریر فرماتے ہیں۔ و بعضے از خواص اولیاء اللہ راکہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ۔ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمیگردد واویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنہاے نمایند۔ وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از آنہاے طلبند وے یابند۔ وزبان حال آنہا درآنوقت ہم مترنم بایں مقالات است۔ ع من آیم بجاں گرتو آئی بہ تن۔ انتہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات شریف (جلد دوم۔ مکتوب ۵۸) میں تحریر فرماتے ہیں۔ ہرگاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند۔ ارواح کمل را اگرایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن دیگر۔ ازیں قبیل است آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل میکنند کہ دریک آن در امکنہ متعددہ حاضر میگردند وافعال متباینہ بوقوع مے آرند انتہے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ (باب زیارۃ القبور) میں ہے۔ سیدی احمد زروق کہ از اعاظم فقہا وعلما ومشائخ دیار مغرب است گفت کہ روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقوی است یا امداد میت۔ من بگفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی تراست ومن مے گویم کہ امداد میت قوی تر ست۔ پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است ودر حضرت اوست۔ ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر واحصاء کردہ شود۔ ویافتہ نمیشود درکتاب وسنت واقوال سلف صالح کہ منافی ومخالف ایں باشد ورد کند ایں را انتہے۔ علامہ شطنوفی بہجۃ الاسرار میں شیخ عقیل منبجی رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھتے ہیں۔ وھو احد الاربعۃ الذی قال

Marfat.com

فیهم الشیخ علی القرشی رضی اللّٰہ عنہ رأیت اربعۃ من المشائخ یتصرفون فی قبورہم کتصرف الاحیاء الشیخ عبد القادر والشیخ معروف الکرخی والشیخ عقیل المنبجی والشیخ حیاۃ بن قیس الحرانی رضی اللّٰہ عنہم یعنی یہ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں شیخ علی قرشی رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا ہے کہ میں نے مشائخ میں سے چار کو دیکھا جو اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں اور وہ یہ ہیں شیخ عبد القادر شیخ معروف کرخی۔ شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیات بن قیس حرانی رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔

بعض لوگ مزارات اولیاء اللہ کی طرف سفر کرنے کو منع کرتے ہیں۔ اور منع پر بطور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصی (نہ باندھے جائیں کجاوے مگر تین مسجدوں کی طرف یعنی مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد اقصےٰ)۔ یہ حدیث بے شک صحیح ہے۔ مگر اس کے معنے وہ نہیں جو مانعین خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ شیخ ابن حجر مکی ابن تیمیہ کے قول کی تردید میں لکھتے ہیں۔ قلت لیس معنی الحدیث ما فہم لما یاتی موضحا وانما معناہ لا تشد الرحال الی مسجد لاجل تعظیمہ والتقرب بالصلاۃ فیہ الا الی المساجد الثلاثۃ لتعظیمہا بالصلاۃ فیہا وھذا التقدیر لابد منہ عند کل احد لیکون الاستثناء متصلا ولان شد الرحل الی عرفۃ لقضاء النسک واجب اجماعا وکذا الجہاد والہجرۃ من دار الکفر بشرطہا وھو لطلب العلم سنۃ او واجب وقد اجمعوا علی جواز شدھا للتجارۃ وحوائج الدنیا فحوائج الآخرۃ لاسیما ما ھو آکدھا وھو الزیارۃ للقبر الشریف اولی ومما یدل ایضا لتاویل الحدیث بما ذکر التصریح بہ فی حدیث سندہ حسن وھو قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان تشد رحالہا الی مسجد یبتغی فیہ الصلاۃ غیر المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصی (الجوہر

المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم ۔ ص۱۶) ترجمہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معنے وہ نہیں جو ابن تیمیہ سمجھا ہے بنا بر اس دلیل کے جو بوضاحت آگے آتی ہے ۔ اس کے معنے تو یہ ہیں کہ کسی مسجد کی طرف اس کی تعظیم اور اس میں نماز کے ساتھ تقرب کے لئے کجاوے نہ باندھے جائیں سوائے تین مسجدوں کے کہ جن کی طرف ان میں نماز کے ساتھ تقرب کے لئے کجاوے باندھنے چاہئیں ۔ ہر ایک کے نزدیک یہ تقدیر ضروری ہے تاکہ استثناء متصل ہو اور اس لئے کہ عرفات کی طرف فریضہ حج کے ادا کرنے کے لئے سفر کرنا بالاتفاق واجب ہے ۔ اور اسی طرح جہاد کرنا اور دار الکفر سے ہجرت کرنا (جبکہ ہجرت کی شرط پائی جائے اور وہ طلب علم کے لئے ہوتا ہے) سنت یا واجب ہے ۔ اور اس امر پر اجماع ہے کہ تجارت اور دنیوی حوائج کے لئے سفر کرنا جائز ہے ۔ لہٰذا اُخروی حوائج کے لئے اور بالخصوص اس کے لئے جو ان میں سب سے آکد و اہم ہے اور وہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت ہے سفر کرنا بطریق اولے جائز ہوا ۔ ہم نے اس حدیث کی جو تاویل کی وہ درست ہے کیونکہ اس کی تصریح دوسری روایت میں موجود ہے جس کی سند حسن ہے ۔ اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے ۔ ~~لا~~[1] ینبغی للمطی ان تشد رحالها الی مسجد یبتغی فیه الصلاۃ الحدیث (نہ چاہئے کہ اونٹنی کے

---

[1] وقد روی ابن شبة بسند حسن ان ابا سعید یعنی الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه ذکر عنده الصلاۃ فی الطور فقال قال رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم لا ینبغی للمطی ان تشد رحالها الی مسجد یبتغی فیه الصلاۃ غیر المسجد الحرام ومسجدی هذا والمسجد الاقصی (وفاء الوفا للسمہودی جزء ثانی ۔ ص۴۱۲)

ترجمہ ۔ ابن شبہ نے بسند حسن روایت کی کہ حضرت ابو سعید خدری کے پاس کوہ طور میں نماز کا ذکر آیا ۔ تو آپ نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ چاہئے کہ اونٹنی کے کجاوے کسی مسجد کی طرف باندھے جائیں ۔ الخ ۔ ۱۲ +

کجاوے کسی مسجد کی طرف باندھے جائیں جس میں نماز مقصود ہو سوائے مسجد حرام اور میری اس مسجد اور مسجد اقصے کے) انتہے - علامہ شہاب خفاجی حنفی شفائے قاضی عیاض کی شرح میں لکھتے ہیں - والصحیح انه مأول أی لا تشد الرحال لنذر العبادة الا فیها ولذا قالوا لو نذر الصلاة فی غیرها لم تلزمه فلا یکره لرشد الرحل لبعض الاماکن المتبرک بها او لزیارة من فیها من الصالحین او لطلب العلم بل قدیکون هذا واجبا علیه (نسیم الریاض جزء ثالث - صفحہ) - ترجمہ - اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مأول ہے - یعنی نذر عبادت کے لئے ان تین مسجدوں کے سوا اور کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں - اسی واسطے علماء نے کہاہے کہ اگر کوئی شخص ان کے سوا کسی اور مسجد میں نماز کی نذر مانے - تو اُسے لازم نہیں - پس بعض متبرک مکانوں کے لئے یا وہاں کے صالحین کی زیارت کے لئے یا طلب علم کے لئے سفر کرنا مکروہ نہیں بلکہ بعض وقت یہ واجب ہوتا ہے انتہے - علامہ شامی (ردالمحتار - جزء اول - صفحہ ۶۶۳) لکھتے ہیں - وردہ الغزالی بوضوح الفرق فان ما عدا تلک المساجد الثلاثة مستویة فی الفضل فلا فائدة فی الرحلة الیها - واما الاولیاء فانهم متفاوتون فی القرب من الله تعالے ونفع الزائرین بحسب معارفهم واسرارهم قال ابن حجر فی فتاواه ولا تترک لما یحصل عندها من منکرات ومفاسد کاختلاط الرجال بالنساء وغیر ذلک لان القربات لا تترک لمثل ذلک بل علی الانسان فعلها وانکار البدع بل وازالتها ان امکن - ترجمہ اور مانعین کے منع کو امام غزالی نے رد کیاہے اور فرمایاہے کہ فرق ظاہر ہے کیونکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور مسجدیں فضیلت میں یکساں ہیں - پس ان کی طرف سفر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں - رہے اولیائے کرام - سو وہ قرب الٰہی اور زائرین کو فائدہ پہنچانے میں بحسب معارف واسرار متفاوت ہیں - ابن حجر نے اپنے فتاوے میں کہاکہ مزارات

Marfat.com

اولیاء کو اس لئے نہ چھوڑنا چاہیئے کہ اُن پر منکرات و مفاسد وقوع میں آتے ہیں مثلاً مردوں کا عورتوں سے اختلاط وغیرہ کیونکہ ایسی وجہ سے قربات کو ترک کرنا چاہیئے۔ بلکہ انسان پر لازم ہے کہ ایسی قربات بجا لائے۔ اور بدعتوں کو بُرا جانے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو بدعتوں کو دور کرے انتہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ مزارات انبیاء و اولیا و صالحین کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں۔ اما التقرب لمشاھد الانبیاء والائمۃ علیہم الصلاۃ والسلام فان المقصود منہ الزیارۃ والاستمداد من سؤال المغفرۃ وقضاء الحوائج من ارواح الانبیاء والائمۃ علیہم السلام والعبارۃ من ھذا الامداد الشفاعۃ وھذا یحصل من جہتین الاستمداد من ھذا الجانب والامداد من الجانب الآخر ولزیارۃ المشاھد اثر عظیم فی ھذین الرکنین اما الاستمداد فھو بانصراف ھمۃ صاحب الحاجۃ باستیلاء ذکر الشفیع والمزور علی الخاطر حتی تصیر کلیۃ ھمتہ مستغرقۃ فی ذلک ویقبل بکلیتہ علی ذکرہ وخطورہ ببالہ و ھذہ الحالۃ سبب منبہ لروح ذلک الشفیع او المزور حتی تمدہ تلک الروح الطیبۃ بما یستمد منہا ومن اقبل فی الدنیا بھمتہ وکلیتہ علی انسان فی دار الدنیا فان ذلک الانسان یحس باقبال ذلک المقبل علیہ عنایۃ بذلک فمن لم یکن فی ھذا العالم فھو اولی بالتنبیہ وھو مھیأ لذلک التنبیہ فان اطلاع من ھو خارج من احوال العالم الی بعض احوال العالم ممکن کما یطلع فی المنام علی احوال من ھو فی الآخرۃ اھو مثاب او معاقب فان النوم صنو الموت واخوہ فبسبب النوم صرنا مستعدین لمعرفۃ احوال لم نکن مستعدین فی حالۃ الیقظۃ لھا فکذلک من وصل الی الدار الآخرۃ ومات موتا حقیقیا کان بالاطلاع علی ھذا العالم اولی واحری فاما کلیۃ احوال ھذا العالم فی جمیع الاوقات لم تکن مندرجۃ فی سلک معرفتھم کما لم تکن احوال الماضین حاضرۃ فی معرفتنا فی منامنا عند الرؤیا

Marfat.com

ولآحاد المعارف معينات ومخصصات منها همة صاحب الحاجة وهي استيلاء صاحب تلك الروح العزيزة على صاحب الحاجة وكما تؤثر مشاهدة صورة الحي في حضور ذكره وخطور نفسه بالبال فكذلك تؤثر مشاهدة ذلك الميت ومشاهدة تربته التي هي حجاب قالبه فان اثر ذلك الميت في النفس عند غيبة قالبه ومشهده ليس كاثره في حال حضوره ومشاهدة قالبه ومشهده ومن ظن انه قادر على ان يحضر في نفس ذلك الميت عند غيبة مشهده كما يحضر عند مشاهدة مشهده فذلك ظن خطأ فان للمشاهدة اثرا فينا ليس للغيبة مثله ومن استعان في الغيبة بذلك الميت لم تكن هذه الاستعانة ايضا جزافا ولا تخلو من اثرما (المصنون الكبير ص ۲۸-۲۹) - ترجمہ انبیاء وائمہ علیہم الصلاۃ والسلام کے مزارات پر حاضر ہونے سے مقصود ان کی زیارت اور ان کی ارواح سے استمداد یعنی مغفرت و قضائے حاجات کا سوال ہے - اور اس امداد سے مراد شفاعت ہے - اور یہہ مطلب دو جہت سے حاصل ہوتا ہے یعنی اس طرف سے مدد مانگنا اور دوسری طرف سے مدد دینا - اور ان دونوں رکنوں میں زیارت مزارات کا بڑا اثر ہے استمداد کا طریق یہہ ہے کہ صاحب حاجت کی ہمت یوں مصروف ہو کہ شفیع ومزدد کا ذکر اُس کے دل پر غالب آجائے یہانتک کہ اس کی کلی ہمت اس مزور میں مستغرق ہو جائے - اور وہ بتمامہ اُس مزور کے ذکر اور اُسے اپنے دل میں لانے پر متوجہ ہو - یہہ حالت اس شفیع یا مزور کی آگاہی کا سبب ہوتی ہے یہانتک کہ وہ پاک روح اس کی مدد کرتی ہے اس چیز کے ساتھ جو اُس سے طلب کی گئی ہے - اور جو شخص اس دُنیا میں اپنی ہمت سے ہمہ تن کسی انسان کے دنیوی گھر پر متوجہ ہو - وہ انسان اس کے آنے کو محسوس کرتا ہے اور اسے اس کی خبر دیتا ہے - پس جو شخص اس جہان میں نہ ہو - وہ مطلع ہونے کا زیادہ سزاوار ہے اور اس میں اس آگاہی کی استعداد ہے - کیونکہ جو شخص اس عالم کے احوال سے خارج ہو اُس کا

اِس عالم کے بعض حالات سے آگاہ ہو جانا ممکن ہے جیساکہ خواب میں اُس شخص کے حالات سے آگاہی ہو جاتی ہے جو آخرت میں ہو کہ آیا وہ نعیم میں ہے یا عذاب میں ہے۔ کیونکہ موت نیند کی بہن ہے۔ پس جس طرح نیند کے سبب ہم میں اُن حالات کے جاننے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ جن کی معرفت کی استعداد ہم میں حالت بیداری میں نہ تھی۔ اسی طرح جو شخص دار آخرت میں پہنچ جاتا ہے اور حقیقی موت مرتا ہے۔ وہ اِس عالم کے حالات سے مطلع ہونے کا زیادہ سزاوار ہے۔ لیکن تمام اوقات میں اِس عالم کے تمام حالات سے واقف ہونا اُن کی معرفت کے سلسلے میں مندرج نہیں جیساکہ سوتے وقت خواب میں تمام گذشتہ لوگوں کے حالات ہماری معرفت میں حاضر نہیں ہوتے۔ اور (عالم برزخ میں) آحاد معارف کی تعیین و تخصیص کرنے والے کئی امر ہیں۔ منجملہ اُن کے صاحب حاجت کی ہمت ہے۔ اور وہ صاحب روح کا صاحب حاجت پر غلبہ پانا ہے۔ اور جس طرح زندے کی صورت کا مشاہدہ اس کا ذکر حاضر ہونے اور دل میں آنے میں اثر کرتا ہے۔ اسی طرح اُس میت کا مشاہدہ اور اس کی قبر کا مشاہدہ جو اس کے قالب کا حجاب ہے اثر کرتا ہے۔ کیونکہ میت کے قالب اور مزار کی غیبوبت کے وقت اس کا اثر ایسا نہیں ہوتا جیساکہ اس کے حضور اور اس کے قالب و مزار کے مشاہدے کی حالت میں ہوتا ہے۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ میں اس میت کے نفس میں مزار کی غیبوبت کے وقت اسی طرح حاضر ہونے پر قادر ہوں جیساکہ اُس کے مزار کے مشاہدے کے وقت قادر ہوں۔ اُس کا یہ گمان غلط ہے۔ کیونکہ مشاہدے کا ہم میں وہ اثر ہوتا ہے جو غیبوبت کا نہیں ہوتا۔ اور جو شخص غیبوبت میں اُس میت سے مدد طلب کرے۔ وہ استعانت بھی بیفائدہ نہیں۔ اور کسی نہ کسی اثر سے خالی نہیں۔ انتہے۔

علامہ شہاب الدین احمد سجاعی اپنے رسالہ[1] اثبات کرامات الاولیاء میں لکھتے ہیں

---

[1] یہ رسالہ شفاء السقام للسبکی مطبوعہ مصر کے اخیر میں منضم ہے ۱۲

قال صاحب الحصن الحصين وجربت استجابة الدعاء عند قبور الصالحين بشروط معروفة وقال العارف باللہ تعالٰی سیدی محمد بن عبد القادر الفاسی وقد کان الامام الشافعی یقول قبر موسی الکاظم التریاق المجرب قال العارف باللہ احمد زروق قال ابو عبد اللہ واذا کانت الرحمۃ تنزل عند ذکرھم فما ظنک بمواطن اجتماعھم علی ربھم ویوم قدومھم علیہ بالخروج من ھذہ الدار وھو یوم وفاتھم فزیارتھم فیہ تھنئۃ لھم وتعرض لما یتجدد من نفحات الرحمۃ علیھم فھی اذا مستحبۃ ان سلمت من محرم او مکروہ فی اھل الشرع کاجتماع النساء وتلک الامور التی تحدث۔ **ترجمہ**۔ صاحب حصن حصین نے کہا کہ شروط معروفہ کے ساتھ صالحین کی قبروں کے پاس دعا کے قبول ہونے کا میں نے تجربہ کیا ہے۔ اور عارف ربانی سیدی محمد بن عبد القادر فاسی نے کہا کہ امام شافعی فرماتے تھے کہ امام موسٰے کاظم کی قبر تریاق[1] مجرب ہے۔ عارف ربانی احمد زروق نے کہا کہ ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ جب صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ تو تیرا کیا گمان ہے صالحین کے مزارات کی نسبت (جو ان کے اپنے رب سے ملنے کے مواطن ہیں) اور ان کے یوم وفات کی نسبت (جو ان کے اس دار فانی سے نکل کر اپنے رب کے آگے جانے کا دن ہے)۔ پس اس دن ان کی زیارت کرنا اُن کو مبارک باد کہنا ہے اور ان نفحات رحمت کو طلب کرنا ہے جو ان پر نئے وارد ہوتے ہیں۔ پس اس

---

[1] علامہ دمیری حیات الحیوان (جزء ثانی۔ صـ۱۱۵) میں لکھتے ہیں۔ واما معروف وھو ابن قیس الکرخی کان مشہوراً باجابۃ الدعاء واھل بغداد یستسقون بقبرہ و یقولون قبر معروف تریاق مجرب۔ یعنی حضرت معروف بن قیس کرخی اجابت دعا میں مشہور تھے۔ اور اہل بغداد آپ کی قبر مبارک سے طلب باراں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معروف کی قبر تریاق مجرب ہے ۱۲

صورت میں زیارت مستحب ہے بشرطیکہ ایسی بات سے خالی ہو جو شرع میں مکروہ یا حرام ہے مثلاً عورتوں کا اجتماع اور وہ امور جو نئے پیدا ہوتے ہیں انتہے۔
قرآن مجید میں حضرت یحیےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت وارد ہے۔ وسلام علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا (اور سلام اُس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن وفات پائے گا اور جس دن زندہ اُٹھایا جائیگا)۔ اور حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام سے حکایۃً آیا ہے۔ والسلام علیّ یوم ولدتّ و یوم اموت و یوم ابعث حیا (اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مرونگا اور جس دن زندہ اُٹھایا جاؤنگا) قرآن کی ان آیتوں میں بھی یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ یوم میلاد و یوم وفات میں خاص نفحات رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اور یوم بعث میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ کیسے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو صالحین کے مزارات پر بالخصوص ان کے میلاد و وفات کے روز حاضر ہو کر انوار خاصہ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اہلِ قبور سے استمداد جائز بلکہ مستحسن ہے بعض مبتدی آیہ وایاک نستعین سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا منع ہے۔ ہم کہتے ہیں بے شک منع ہے جبکہ ہم اولیاء اللہ کو حقیقی حاجت روا اور بالاستقلال متصرف و معین سمجھیں۔ مگر جب ان کو وسیلہ و مظہر عون الٰہی سمجھا جائے۔ تو منع نہیں۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تفسیر عزیزی میں اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں۔ درینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد و اورا مظہر عون الٰہی نداند حرام است۔ واگر التفات محض بجانب حق است و اورا یکے از مظاہر عون دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب و حکمت او تعالےٰ درآں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود۔ و در شرع نیز جائز و رواست انتہے۔
ایک مرد خدا کی وصیت ذیل قابل غور ہے۔ وقال سیدی محمد رضی اللہ عنہ

فی مرض موته من کانت له حاجة فلیأت الی قبری و یطلب حاجته اقضها له فانّه ما بینی و بینکم غیر ذراع من تراب وکل رجل یحجبه عن اصحابه ذراع من تراب فلیس برجل (طبقات الکبری للشعرانی جزء ثانی - صفحہ) ترجمہ - سیدی شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ عنہ (متوفی ۸۴۷ھ) نے اپنے مرض موت میں فرمایا - جس کو کوئی حاجت ہو - وہ میری قبر پر آئے اور اپنی حاجت طلب کرے - میں اُس کی حاجت پوری کردوں گا - کیونکہ میرے اور تمہارے درمیان صرف ایک ہاتھ مٹی ہوگی - جس شخص کو ایک ہاتھ مٹی اپنے اصحاب کی مدد سے مانع ہو - وہ مرد نہیں ہے - انتہے - مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کاملین سے استمداد کا طریق یوں تحریر فرماتے ہیں طریق استمداد از ایشاں آنست کہ جانب سر قبر او سورہ بقرہ انگشت بر قبر نہادہ تا مفلحون بخواند - باز بطرف پائیں قبر بیاید وآمن الرسول تا آخر سورہ بخواند و بزبان گوید اے حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجا و دُعا میکنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائیہ - باز رو بقبلہ آرد و مطلوب خود را از جناب باری خواہد - (فتاوٰے عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی دہلی - جلد اول - صفحہ ۱۷۷)

مسافت بعید سے اولیاء اللہ کو مدد کے لئے پکارنا اور ان سے توسّل کرنا بھی جائز ہے - بعض نادان جہالت میں یہانتک ڈوبے ہوتے ہیں کہ جہاں کسی نے یا رسول اللہ کہا - انہوں نے جھٹ کہہ دیا کہ یہہ شرک ہے حالانکہ یہہ خود حضور اقدس بابی ہو وامی کی تعلیم ہے - چنانچہ خصائص کبرٰے للسیوطی (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن - جزء ثانی - صفحہ ۲۰۱) میں ہے اخرج البخاری فی تاریخه والبیهقی فی الدلائل والدعوات وصححه وابو نعیم فی المعرفة عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریرا اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ادع الله تعالی لی ان یعافینی قال ان شئت اخرت

Marfat.com

ذٰلك وهو خير لك وان شئت دعوت الله قال فادعه فامره ان يتوضأ فيحسن الوضوء ويصلى ركعتين ويدعو بهذا الدعاء اللهم انى اسألك و اتوجه اليك بنبيك محمد صلى الله عليه وسلم نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربى فى حاجتى هذه ليقضيها لى اللهم شفعه فى ففعل الرجل فقام وقد ابصر- واخرج البيهقى وابو نعيم فى المعرفة عن ابى امامة بن سهل بن حنيف ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان فى حاجة وكان عثمان لا يلتفت اليه ولا ينظر فى حاجته فلقى عثمان بن حنيف فشكا اليه ذٰلك فقال له ائت الميضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل ركعتين ثم قل اللهم انى اسألك واتوجه اليك بنبيك محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربى ليقضى لى حاجتى واذكر حاجتك فانطلق الرجل وصنع ذٰلك ثم اتى باب عثمان بن عفان فجاء البواب فاخذ بيده فادخله على عثمان فاجلسه معه على الطنفسة فقال انظر ما كانت لك من حاجة ثم ان الرجل خرج من عنده فلقى عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله خيرا ما كان ينظر فى حاجتى ولا يلتفت الى حتى كلمته قال ما كلمته ولكنى رأيت النبي صلے الله عليه وسلم وجاءه ضرير فشكا اليه ذهاب البصر فقال له او تصبر قال يا رسول الله ليس لى قائد وقد شق على فقال ائت الميضأة فتوضأ وصل ركعتين ثم قل اللهم انى اسألك واتوجه اليك بنبيك محمد صلى الله عليه وسلم نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربى ليجلى لى عن بصرى اللهم شفعه فى وشفعنى فى نفسى قال عثمان فوالله ما تفرقنا حتى دخل الرجل كان لم يكن به ضرر

ترجمہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے دلائل و دعوات میں (اور بیہقی نے اس کو صحیح کہا ہے) اور ابو نعیم نے معرفت میں بروایتؒ عثمان بن حنیف

ؒ یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے - (مشکوٰۃ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ - باب جامع الدعاء فصل ثانی)

نقل کیا ہے کہ ایک نابینا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی کہ میرے حق میں اللہ تعالے سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے شفا دے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے میں اس میں تاخیر کرتا ہوں اور یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دُعا کرتا ہوں۔ اس نے عرض کی۔ آپ اللہ سے دعا کریں۔ پس آپ نے اس سے فرمایا کہ وضو کرو اور اچھی طرح وضو کرو۔ اور دو رکعت نفل پڑھکر یوں دُعا مانگو۔ "خداوندا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جو نبی الرحمۃ ہیں۔ یا محمد میں متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ آپ کے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں تاکہ وہ اسے میرے لئے پورا کردے۔ خداوندا میرے حق میں حضور کی شفاعت کو قبول کر" اُس نابینا نے ایسا ہی کیا۔ پس وہ اُٹھا۔ تو بینا تھا۔ اور بیہقی نے اور حافظ ابونعیم نے معرفت میں بروایت ابو امامہ بن سہل بن حنیف نقل کیا ہے کہ ایک شخص کسی حاجت کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ مگر آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور اس کی حاجت میں غور نہ فرماتے۔ پس وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف سے ملا۔ اور اُن سے اس امر کی شکایت کی۔ پس حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے کہا کہ وضو کی جگہ جاکر وضو کرو۔ پھر مسجد میں آکر دو رکعت نفل پڑھو۔ پھر یہ دُعا مانگو۔ اللھم انی اسألك واتوجه اليك بنبيك محمد صلے الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد اني اتوجه بك الى ربي ليقضى لى حاجتي۔ اور اپنی حاجت بیان کرو۔ پس وہ شخص چلا گیا۔ اور اسی طرح کیا۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا۔ پس دربان نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور اُسے حضرت عثمان غنی کے پاس لے گیا۔ آپ نے اُسے اپنے ساتھ فرش پر بٹھایا۔ اور فرمایا کہ تیری جو حاجت ہے میں اُس میں غور کرتا ہوں۔ پھر وہ شخص وہاں سے نکلا۔ اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملا۔ اور کہنے لگا۔ اللہ تجھے نیک جزا دے۔

Marfat.com

وہ میری حاجت میں غور نہ کرتے تھے اور میری طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ یہانتک کہ آپ نے وہ عمل بتایا حضرت عثمان بن حنیف نے کہا میں نے وہ عمل نہیں بتایا بلکہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک نابینا آپ کی خدمت اقدس میں آیا۔ اور آپ سے شکایت کی کہ میری بینائی جاتی رہی۔ حضور نے فرمایا۔ کیا تو صبر کر سکتا ہے؟۔ اس نے عرض کی۔ یارسول اللہ کوئی میرا عصا پکڑنے والا نہیں مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وضو کی جگہ جاکر وضو کر اور دو رکعت نفل پڑھ۔ پھر یوں دعا مانگ۔ اللّٰھم انی اسألك و اتوجه اليك بنبيك محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبي الرحمة يا محمد انی اتوجه بك الی ربی ليجلی لی عن بصری اللّٰھم شفعه فی وشفعنی فی نفسی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا۔ اللہ کی قسم ہم جدا نہ ہوئے یہانتک کہ وہ شخص آیا گویا کہ اُسے کوئی ضرر ہی نہ تھا انتہے۔ یہی دعا اور بزرگوں کا بھی معمول بہ رہی ہے۔ چنانچہ علامہ یوسف نبھانی یوں نقل فرماتے ہیں۔ وقال كثير بن محمد بن كثير بن رفاعة جاء رجل الی عبد الملك بن سعيد بن خيار بن الجبر فجس بطنه فقال بك داء لا يبرأ قال ما هو قال الدبيلة فتحول الرجل فقال الله الله الله ربی لا اشرك به شيئا اللّٰھم انی اتوجه اليك بنبيك محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربك و ربی ان يرحمنی مما بی رحمة يغنينی بها عن رحمة من سواه ثلاث مرات ثم عاد الی ابن الجبر فجس بطنه فقال قد برأت ما بك علة (حجة اللہ علی العالمين فی معجزات سيد المرسلين۔ صث۷۹) ترجمہ کثیر بن محمد بن کثیر بن رفاعہ نے کہا کہ ایک شخص عبدالملک بن سعید بن خیار بن الجبر کے پاس آیا۔ پس اُس نے اُس شخص کا پیٹ ٹٹولا اور کہا کہ تجھے لاعلاج بیماری ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا بیماری ہے۔ ابن الجبر نے کہا۔ دُبیلہ[۱]۔ پس وہ شخص پھرا اور اُس نے یہ دُعا مانگی اللہ اللہ اللہ میرا پروردگار ہے

---

[۱] ایک پیٹ کی بیماری کا نام ہے۔

میں کسی کو اُس کا شریک نہیں ٹھیراتا۔ خداوندا میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جو نبی الرحمۃ ہیں۔ یا محمد میں متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ آپ کے آپ کے رب اور اپنے رب کی طرف کہ اس بیماری سے وہ مجھ پر ایسی رحمت کرے کہ جس سے وہ مجھے کسی غیر کی رحمت سے بے نیاز کر دے۔ یہ دُعا تین بار کی۔ پھر وہ ابن الجبر کی طرف لوٹا۔ اُس نے جو اس کا پیٹ ٹٹولا تو کہا۔ تو تندرست ہوگیا ہے۔ تجھے کوئی بیماری نہیں لنتھے۔ حروب و مصائب میں اس طرح حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور آپ سے توسل کرنا ہر زمانے میں صالحین کا مسلک رہا ہے۔ بطور توضیح چند اور مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) جب حضرت کعب بن ضمرہ کا یوقنا حاکم حلب سے مقابلہ ہوا۔ تو اس جنگ میں اہل اسلام یوں پکارتے تھے۔ یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل یعنی اے محمد اے محمد اے اللہ کی مدد تو نازل ہو۔ (مجموعہ کامل ترجمہ تاریخ واقدی۔ فتوح الشام۔ صفحہ ۲۹۸)

(۲) ابن جریر طبری سنہ ۱۸ھ کے واقعات میں یوں لکھتے ہیں۔ کتب الی السری عن شعیب عن سیف عن مبشر بن الفضیل عن جبیر بن صخر عن عاصم بن عمر بن الخطاب قال قحط الناس زمان عمر عاما فھزل المال فقال اھل بیت من مزینۃ من اھل البادیۃ لصاحبھم قد بلغنا فاذبح لنا شاۃ قال لیس فیھن شیئ فلم یزالوا بہ حتی ذبح لھم شاۃ فسلخ عن عظم احمر فنادی یا محمداہ الخ (تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری۔ جزء ۱۵ بع۔ صفحہ ۲۲۳) ترجمہ میری طرف سری نے لکھا بروایت شعیب از سیف از مبشر بن فضیل از جبیر بن صخر از عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ کہا عاصم نے کہ ایک سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں امساک باراں ہوا۔ پس مواشی لاغر ہوگئے۔ اہل بادیہ سے قبیلہ مزینہ کے ایک اہل خانہ نے اپنے صاحب سے کہا کہ

ہمیں غایت درجہ کی تکلیف ہے۔ تو ہمارے واسطے ایک بکری ذبح کر۔ اُس نے کہا کہ بکریوں میں کچھ رہا نہیں۔ وہ اہل خانہ اصرار کرتے رہے یہانتک کہ اُس نے اُن کے لیئے ایک بکری ذبح کی۔ جب کھال اُتاری۔ تو سُرخ ہڈیاں دکھائی دیں۔ پس اُس نے یوں پکارا یا محمداہ الخ۔

(۳) امام نووی کتاب الاذکار (باب ما یقولہ اذا خدرت رجلہ ص۱۳۵) میں لکھتے ہیں۔ رویناہ فی کتاب ابن السنی عن الہیثم بن حنش قال کنا عند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فخدرت رجلہ فقال لہ رجل اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم فکانما نشط من عقال۔ ورویناہ فیہ ایضًا عن مجاھد قال خدرت رجل رجل عند ابن عباس فقال ابن عباس رضی اللہ عنہما اذکر احب الناس الیک فقال محمد صلے اللہ علیہ وسلم فذھب خدرہ۔ ترجمہ۔ ابن السنی (متوفی ۳۶۴ھ) کی کتاب میں ہیثم بن حنش سے روایت ہے کہ اس نے کہا۔ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھے۔ پس ان کا پاؤں سوگیا۔ ایک شخص نے ان سے کہا۔ آپ اُس کو یاد کیجئے جو آپ کو سب لوگوں سے پیارا ہے۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا۔ یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ پس گویا آپ بند سے کھول دئے گئے۔ اور کتاب ابن سنی ہی میں مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کا پاؤں سوگیا۔ پس آپ نے اس سے کہا۔ تو یاد کر اُس کو جو تجھے سب لوگوں سے پیارا ہے۔ پس اس نے کہا۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ پس اس کے پاؤں کی خوابیدگی جاتی رہی انتہے۔

(۴) علامہ یوسف نبھانی (حجۃ اللہ علے العالمین فی معجزات سید المرسلین۔ ص۸۰۲) لکھتے ہیں۔ قال ابو عبد اللہ سالم عرف بخواجہ رأیت فی المنام کانی فی بحر النیل وانا بجزیرۃ فاذا بتمساح ارادان یقفز علی فخفت منہ فاذا بشخص وقع لی انہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال لی اذا کنت

فی شدۃ فقل انا مستجیر بک یارسول اللہ فاراد بعض الاخوان السفر لزیارۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکان ضریرًا فحکیت لہ الرؤیا وقلت لہ اذا کنت فی شدۃ فقل انا مستجیر بک یارسول اللہ فسافر فی تلک الایام فجاء الی رابغ وکان الماء بہ قلیلا وکان لہ خادم فراح فی طلب الماء قال لی فبقیت القربۃ فی یدی وانا فی شدۃ من طلب الماء فتذکرت ما قلت لی وقلت انا مستجیر بک یارسول اللہ فبینا انا کذلک اذ سمعت صوت رجل وھو یقول لی زم قربتک وسمعت خریر الماء فی القربۃ الی ان استلأت ولا اعلم من این اتی الرجل - ترجمہ ابو عبد اللہ سالم معروف بہ خواجہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں دریائے نیل میں ایک جزیرہ میں ہوں - کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مگرمچھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے پس میں اس سے ڈر گیا - ناگاہ ایک شخص نے جو میرے ذہن میں آیا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں مجھ سے فرمایا - جب تو کسی سختی ہو - تو یوں کہا کر - انا مستجیر بک یارسول اللہ (یارسول اللہ میں آپ سے مدد مانگنے والا ہوں) - پس کسی بھائی نے جو نابینا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کیا - میں نے اپنا خواب اس سے بتا دیا اور اس سے کہا کہ جب تو کسی سختی میں ہو - تو یوں کہا کر - انا مستجیر بک یارسول اللہ - ان دنوں میں وہ روانہ ہو گیا - پس رابغ میں آیا - اور وہاں پانی تھوڑا تھا - اور اس کا ایک خدمتگار تھا - پس وہ پانی کی تلاش میں چلا گیا - اس نابینا نے مجھ سے کہا کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی - اور میں پانی کی تلاش سے تنگ آ گیا - پس مجھے تیرا قول یاد آیا اور میں نے کہا - انا مستجیر بک یارسول اللہ - میں اسی حال میں تھا کہ ناگاہ میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو مجھ سے کہہ رہا تھا - تو اپنی مشک بھر لے - اور میں نے مشک میں پانی کی آواز سنی یہانتک کہ وہ بھر گئی - اور میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں سے آ گیا انتہے -

Marfat.com

(۵) کتاب حجۃ اللہ علی العالمین للنبہانی صـ۸۰۶ میں ہے - قال علی بن مصطفی العسقلانی ابو الحسن رکبنا فی باحۃ بحر عیذاب نطلب جدۃ فهاج علینا البحر و رمینا ما معنا فی البحر واشرفنا علی التلف فجعلنا نستغیث بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم ونحن نقول یا محمداہ یا محمداہ وکان معنا رجل مغربی صالح فقال ارفقوا یا حجاج انتم سالمون الساعۃ رأیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی المنام فقلت یا رسول اللہ امتک امتک یستغیثون بک قال فالتفت الی ابی بکر وقال یا ابا بکر انجدہ قال فان عینی تریئی ابابکر وقد خاض البحر وادخل یدہ فی مقدم الجلبۃ ولم یزل یجذبہا حتی دخل بہا البر فبسکم تستغیثون فالستم سالمون فسلمنا فبعد ھذا المرنو الاخیرا ودخلنا البر سالمین - ترجمہ ابو الحسن علی بن مصطفی العسقلانی نے کہا کہ ہم بحر عیذاب کے پانی میں جدہ کو کشتی میں روانہ ہوئے - پس سمندر میں طغیانی آگئی - اور ہم نے اپنا اسباب سمندر میں پھینک دیا - اور قریب الہلاک ہوگئے - پس ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے لگے - اور یوں پکارنے لگے - یا محمداہ یا محمداہ - اور ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نیک شخص تھا - اس نے کہا - اے حاجیو گھبراؤ مت - تم بچ جاؤ گے ابھی میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا - پس میں نے عرض کی - یا رسول اللہ آپ کی اُمت آپ سے مدد مانگتی ہے - پس آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے - اور فرمایا - اے ابوبکر تو اس کی مدد کر - کہا مغربی نے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سمندر میں گھس گئے اور انہوں نے کشتی کی پتوار پر اپنا ہاتھ ڈالا - اور اُسے کھینچتے رہے - یہانتک کہ خشکی سے جا لگے - پس وہ تم کو نرمی سے کھینچ لے گئے - حالانکہ تم فریاد کرتے رہے اور تم بچ رہے - پس ہم سلامت رہے اور اس کے بعد ہم نے بجز خیر کچھ نہ دیکھا اور خشکی پر صحیح وسالم پہنچ گئے - انتہے -

Marfat.com

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال اتباع کے سبب اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی کرامتیں حضور کے غلاموں کو بھی عطا کی ہیں۔ اولیائے کرام سے ایسی کرامت کا ظہور حقیقت میں حضور ہی کا معجزہ ہے کیونکہ کسی امتی کی کرامت اس امت کے نبی کا معجزہ ہوا کرتا ہے۔ امام نووی کتاب الاذکار صفحہ۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

روینا فی کتاب ابن السنی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلینادیا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوا فان للہ عز وجل فی الارض حاضرا سیحبسہ قلت حکی لی بعض شیوخنا الکبار فی العلم انہ انفلتت لہ دابۃ اظنہا بغلۃ وکان یعرف ہذا الحدیث فقالہ فحبسہا اللہ علیہم فی الحال وکنت انا مرۃ مع جماعۃ فانفلتت منا بہیمۃ وعجزوا عنہا فقلتہ فوقفت فی الحال بغیر سبب سوی ہذا الکلام۔ ترجمہ

کتاب ابن سنی میں بروایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کا چارپایہ کسی بیابان میں بھاگ جائے۔ تو اُسے چاہیئے کہ یوں پکارے۔ اے اللہ کے بندو روکو۔ اے اللہ کے بندو روکو۔ کیونکہ اس زمین میں اللہ عزوجل کی طرف سے ایک گھیرنے والا ہوتا ہے جو اُسے جلد روک لے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے شیوخ

ملہ حصن حصین میں علامہ جزری (متوفی ۸۳۳ھ) نے یہ حدیث بروایت طبرانی یوں نقل فرمائی ہے۔ اذا انفلتت دابۃ احدکم فلینادیا عباد اللہ اعینونی۔ یعنی جب تم میں سے کسی کا چارپایہ بھاگ جائے۔ تو اُسے چاہیئے کہ یوں پکارے۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو انتہے اور حصن حصین ہی میں ہے۔ ان اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یعنی جب مدد چاہے۔ تو یوں کہے۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو انتہے۔ ۱۲ منہ

میں سے ایک بڑے عالم نے مجھ سے بیان کیا کہ میرا چارپایہ جسے میں خچر گمان کرتا ہوں بھاگ گیا۔ مجھے یہ حدیث معلوم تھی۔ میں نے کہا۔ یا عباد اللہ احبسوا (اے اللہ کے بندو روکو)۔ پس اللہ نے اُسے اُسی وقت روک لیا۔ میں ایک دفعہ ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ ہمارا ایک چارپایہ بھاگ گیا۔ اور لوگ اس سے عاجز آگئے میں نے یہی عمل کیا۔ وہ اُسی وقت ٹھیر گیا اور اس کلام کے سوا کوئی اور سبب نہ تھا انتہے۔ اس حدیث میں عباد اللہ سے مراد فرشتے سمجھو یا رجال غیب ابدال وغیرہ یا مسلمان جن۔ بہر حال ندائے غیر اللہ موجود ہے۔ علامہ نووی نے دو واقعہ سے اس حدیث کی صحت کی تصدیق بھی کر دی ہے۔ حضرت ساریہ بن زنیم کا قصہ مشہور ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ کو ایک لشکر کا سردار بنا کر بلاد فارس کی طرف بھیجا تھا۔ باب نہاوند میں لشکر اسلام کو سخت مقابلہ پیش آیا۔ حضرت ساریہ نے شہر نہاوند کو جو ہمدان سے تین دن کی راہ ہے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ مگر دشمن کی تعداد زیادہ تھی۔ اور مسلمانوں کو شکست ہونے کو تھی۔ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اثنائے خطبہ میں آپ نے دو تین بار بآواز بلند فرمایا۔ یاساریة الجبل من استرعی الذئب الغنم فقد ظلم۔ یہ آواز

عہ ترجمہ۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف کو ہو جاؤ۔ جس نے بھیڑئے کو بھیڑوں کا چرواہا بنایا۔ اُس نے ظلم کیا انتہے یعنی بھیڑوں پر ظلم کیا۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اس نے بھیڑئے پر ظلم کیا کیونکہ اس کو ایسے کام کی تکلیف دی جو اس کی طبیعت میں نہ تھا۔ یہ مثل پہلے پہل اکثم بن صیفی نے کہی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر استعمال کی (حیوۃ الحیوان تحت ذئب)۔ کتاب جمہرۃ الامثال لابی ہلال العسکری (متوفی ۳۹۵ھ) میں اس مثل کے یہ معنے لکھے ہیں۔ ای من استرعی الذئب فقد وضع الامانة فی غیر موضعہ والظلم وضع الشیٔ فی غیر موضعہ یعنی جس نے بھیڑئے کو چرواہا بنایا۔ اس نے امانت کو امانت کی جگہ کے سوا رکھا۔ اور ظلم کے معنی ہیں کسی شے کو غیر محل میں رکھنا۔ ۱۲

نہاوند میں حضرت ساریہ اور لشکر اسلام نے سنی۔ اور وہ پہاڑ کی طرف کو ہو گئے۔
ایک مہینہ کے بعد قاصد فتح کی خوشخبری لایا۔ اس نے بیان کیا کہ جمعہ کے دن
فلاں وقت جبکہ ہم پہاڑ سے آگے بڑھ گئے تھے ہم نے ایک آواز سنی۔ جو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی۔ اور وہ یہ تھی۔ یا سارية الجبل
من استرعى الذئب الغنم فقد ظلم۔ یہ آواز سنکر ہم پہاڑ کی طرف مڑ آئے
پس اللہ تعالے نے ہم کو فتح دی۔ یہ قصہ دلائل حافظ ابی نعیم میں باسناد
متصل مذکور ہے۔ اور تہذیب الاسماء والصفات للنووی اور طبقات الشافعیۃ
الکبرے للتاج السبکی اور حیاۃ الحیوان للدمیری وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ علامہ
تاج سبکی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں۔ قلت عمر رضی اللہ عنہ لم یقصد اظہار
هذه الكرامة وانما كشف له ورأى القوم عيانا وكان كمن هو بين اظهرهم
او طويت الارض وصار بين اظهرهم حقيقة وغاب عن مجلسه بالمدينة
وانتقلت حواسه بما دهم المسلمين بنهاوند فخاطب اميرهم خطاب من
هو معه اذ هو حقيقة او كمن هو معه۔ (طبقات الشافعیۃ الکبرے۔
جزء ثانی۔ ص۶۵) ترجمہ میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس
کرامت کے ظاہر کرنے کا قصد نہ کیا تھا۔ آپ کو کشف ہو گیا اور آپ نے لشکر
اسلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور آپ مثل اس شخص کے ہو گئے جو انکے
درمیان ہو۔ یا زمین لپیٹی گئی اور آپ حقیقت میں ان کے درمیان ہو گئے
اور مدینہ میں مجلس سے غائب ہو گئے اور نہاوند میں مسلمانوں کی مصیبت کے
سبب آپ کے حواس منتقل ہو گئے۔ پس آپ نے سردار لشکر کو خطاب کیا مثل
اس شخص کے جو اس کے ساتھ ہو کیونکہ آپ حقیقۃً اس کے ساتھ یا اس شخص
کی مثل تھے جو اس کے ساتھ ہو۔ انتہے۔

علامہ شطنوفی بہجۃ الاسرار (مطبوعہ مصر۔ ص۱۰۲) میں بالاسناد یوں
تحریر فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

نے فرمایا۔ من استغاث بی فی کربة کشفت عنه ومن نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه ومن توسل بی الی الله عزوجل فی حاجة قضیت۔
ترجمہ جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگی۔ وہ مصیبت اس سے دُور ہو گئی۔ جس نے کسی سختی میں مجھے میرا نام لے کر پکارا۔ وہ سختی اس سے جاتی رہی۔ اور جس نے کسی حاجت میں اللہ عزوجل کی طرف میرا وسیلہ پکڑا۔ وہ حاجت پوری ہو گئی۔ انتہے۔ اسیواسطے مشائخ سلسلۂ قادریہ میں وظیفہ[1] یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ معمول ہے۔ اسی طرح جامع حقیقت و شریعت سیدنا ابوالعباس احمد زروق (متوفی ۸۹۹ھ) نے ایک قصیدے میں جو قصیدہ جیلانیہ کے طرز پر ہے یوں فرمایا ہے ؎

انا لمریدی جامع لشتاته - اذا ما سطا جور الزمان بنکبة
وان کنت فی ضیق وکرب ووحشة - فناد بیا زروق آت بسرعة

ترجمہ میں اپنے مرید کی پریشانیوں کو دُور کرنے والا ہوں۔ جب زمانے کا ستم سختی کے ساتھ حملہ آور ہو اور اگر تو تنگی اور تکلیف اور وحشت میں ہو۔ تو یا زروق کہکر پکار میں فوراً آموجود ہوں گا انتہے (دیکھو بستان المحدثین مصنفہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ۔ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ صـ۱۲۱)
اس مقام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ ہزاروں کوس سے کیونکر سن سکتے ہیں اور کس طرح آسکتے ہیں۔ اس اعتراض کا منشا یہ ہے کہ معترض عالم برزخ کو دار دُنیا پر قیاس کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ جس طرح پیکر استخوانی میں مقید ہونے کی حالت میں روح کے قوے محدود ہوتے ہیں۔ اسی طرح موت کے بعد بھی محدود ہوتے ہیں۔ مگر یہ قیاس غلط ہے کیونکہ حقیقت

[1] اس وظیفہ کے جواز پر علماء نے کیا رنہ فتوے دیا ہے۔ یہ فتوے ایک رسالہ کی شکل میں انجمن نعمانیہ ہند نے شائع کیا ہے جو انجمن مذکور کے دفتر سے مل سکتا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے کہ موت کے بعد روح کے قوے میں حیرت انگیز ترقی پائی جاتی ہے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ اگر کوئی زائر کسی مومن کی قبر پر جا کر سلام کہے۔ تو اس کی روح خواہ وہ علیین میں ہو اُس زائر کو پہچانتی ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے۔ اور یہہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ روح ایسی سریع الحرکت ہے کہ ایک لمحہ میں آسمان پر ہوتی ہے اور دوسرے لمحہ میں زمین پر آجاتی ہے۔ جب عامۂ مومنین کی روحوں کا یہہ حال ہے۔ تو اولیاء اللہ پر جنہیں حالت حیات ہی میں بحکم خدائی شنوائی حاصل ہو جاتی ہے یہہ اعتراض کیونکر وارد ہو سکتا ہے کہ وہ ہزاروں کوسوں سے کس طرح سنتے ہیں اور کیونکر جلد آموجود ہوتے ہیں۔

---

۱۴۱ بخاری شریف (کتاب الرقاق - باب التواضع) میں ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضتہ علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا الحدیث۔ ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے کہ جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اُس کو آگاہ کرتا ہوں کہ میں اس سے لڑائی کرنے والا ہوں۔ اور میرے بندے نے میری طرف کسی چیز سے نزدیکی نہ ڈھونڈی جو مجھ کو ادائے فرائض سے زیادہ محبوب ہو۔ اور میرا بندہ نوافل سے میری نزدیکی ڈھونڈتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ تو میں اُس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ چلتا ہے۔ الحدیث ۱۲

دسواں باب

مسائلِ متفرقہ

اس باب میں چند ضروری مسائل بعنوان سوال وجواب بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) سوال

کیا صوم وصلوٰۃ وغیرہ عمل نیک کا ثواب بصورتِ ایصال مُردے کو پہنچتا ہے یا نہیں

جواب

درمختار (باب الحج عن الغیر) میں ہے۔ الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما له جعل ثوابها لغیرہ وان نواھا عند الفعل لنفسه بظاھر الادلة یعنی اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے۔ اس کو جائز ہے کہ اُس کا ثواب غیر کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو۔ یہ اصل ثابت ہے قرآن وحدیث کی ظاہر دلالت سے انتہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ (قوله بعبادۃ ما) ای سواء کانت صلاۃ اوصوما اوصدقة اوقراءۃ اوذکرا اوطوافا اوحجا اوعمرۃ اوغیر ذٰلك من زیارۃ قبور الانبیاء علیهم الصلاۃ والسلام والشهداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتیٰ وجمیع انواع البر کما فی الهدایة ط وقدمنا فی الزکاۃ عن التاتارخانیه عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجرہ شیٔ۔ یعنی ہر عبادت کا

التاتارخانیہ

ثواب دوسرے کو پہنچتا ہے خواہ وہ عبادت نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرأت یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ یا اس کے سوا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور شہدا و اولیا و صالحین کی قبروں کی زیارت اور مُردوں کا کفنانا اور جمیع انواع خیر جیساکہ فتاوے ہندیہ میں ہے (طحطاوی) اور ہم نے کتاب الزکوۃ میں تاترخانیہ سے اور اس نے محیط سے نقل کیا ہے کہ جو شخص کوئی نفلی عبادت صدقہ کرے۔ اس کے لیئے افضل یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ وہ صدقہ اُن سب کو پہنچتا ہے۔ اور اس کے اجر سے کچھ کم نہیں ہوتا انتہے اور (قولہ لغیرہ) ای من الاحیاء والاموات بحر من البدائع یعنی وہ دوسرا خواہ مُردوں سے ہو خواہ زندوں سے (بحر الرائق بحوالہ بدائع) انتہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر عمل نیک کا ثواب بصورت ایصال مردے اور زندے کو پہنچتا ہے۔ مگر معتزلہ وصول ثواب کے منکر ہیں۔ اور اپنے انکار پر آیۂ لیس للانسان الا ما سعیٰ (نہیں ہے انسان کے لیئے مگر جو اُس نے سعی کی) کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ابن قیم نے جس جواب کو بہت پسند کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان جو ایمان لاتا ہے اور تمام مسلمانوں کے ساتھ عقدہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ یہی اس کی طرف دُعا وغیرہ کے وصول کا سبب ہے گویا کہ وصول ثواب اسی کی سعی سے ہے۔ ابن تیمیہ نے جس جواب کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن نے غیر کی سعی سے نفع اُٹھانے کی نفی نہیں کی۔ البتہ غیر کی سعی کے مالک ہونے کی نفی کی ہے۔ اور ان دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ پس اللہ تعالے نے خبر دی ہے کہ انسان بجز اپنی سعی کے مالک نہیں ہے۔ رہی غیر کی سعی۔ سو وہ غیر اُس کا مالک ہے۔ چاہے دوسرے کو عطا کرے۔ اور چاہے تو اپنے لیئے رکھ لے (کتاب الروح۔ صفحہ ۲۰۶)۔ اسی طرح انکار پر بعض دفعہ یہ آیت پیش کی جاتی ہے۔ ولا تجزون الا ما کنتم تعملون (یس ع ۴) مگر یہ آیت صراحتہً دلالت کرتی ہے کہ اس کا سیاق غیر کے عمل سے مواخذہ کی نفی کرتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - فالیوم لا تظلم نفس شیئا ولا تجزون الا ما کنتم تعملون (پس آج کے دن ظلم نہ ہوگا کسی جی پر کچھ اور تم وہی بدلہ پاؤ گے جو کرتے تھے) - پس اس میں نفی ہے اس امر کی کہ کوئی شخص ظلم کیا جائے بدیں طور کہ اُس کی برائیوں میں زیادتی کی جائے یا اُس کی نیکیوں میں کمی کر دی جائے۔ یا دوسرے کے عمل کی سزا پائے - اور اس امر کی نفی نہیں کہ انسان غیر کے عمل سے جزاء عمل کے سوا کسی اور طرح فائدہ اُٹھائے - کیونکہ انسان کا اس چیز سے نفع اُٹھانا جو اس کو ہدیہ کر دی جائے اس کے عمل کی جزا نہیں بلکہ یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بغیر اس کی سعی کے کیا ہے بلکہ اپنے کسی بندے کے ہاتھ سے جزائے عمل کے طور کے سوا عنایت کیا ہے (کتاب الروح صـ۲۰) - تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل (مطبوعہ مصر - جزء رابع - صـ۲۳۶) میں یوں لکھا ہے - قال الشیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ من اعتقد ان الانسان لا ینتفع الا بعملہ فقد خرق الاجماع وذلک باطل من وجوہ کثیرۃ احدھا ان الانسان ینتفع بدعاء غیرہ وھو انتفاع بعمل الغیر ثانیھا ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یشفع لاھل الموقف فی الحساب ثم لاھل الجنۃ فی دخولھا ثالثھا لاھل الکبائر فی الخروج من النار وھذا انتفاع بسعی الغیر رابعھا ان الملائکۃ یدعون ویستغفرون لمن فی الارض وذلک منفعۃ بعمل الغیر خامسھا ان اللہ تعالیٰ یخرج من النار من لم یعمل خیرا قط بمحض رحمتہ وھذا انتفاع بغیر عملھم سادسھا ان اولاد المومنین یدخلون الجنۃ بعمل آبائھم وذلک انتفاع بمحض عمل الغیر سابعھا قال تعالیٰ فی قصۃ الغلامین الیتیمین وکان ابوھما صالحا فانتفعا بصلاح ابیھما ولیس من سعیھما ثامنھا ان المیت ینتفع بالصدقۃ عنہ وبالعتق بنص السنۃ والاجماع وھو من عمل الغیر تاسعھا ان الحج المفروض یسقط عن المیت بحج ولیہ بنص السنۃ وھو

Marfat.com

انتفاع بعمل الغیر عاشرها ان الحج المنذور او الصوم المنذور یسقط عن المیت بعمل غیره بنص السنة وهو انتفاع بعمل الغیر حادی عشرها المدین قد امتنع صلے اللہ علیہ وسلم من الصلاۃ علیہ حتی قضی دینه ابو قتادۃ و قضی دین الآخر علی بن ابی طالب وانتفع بصلاۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وهو من عمل الغیر ثانی عشرها ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لمن صلی وحده الا رجل یتصدق علی هذا فیصلی معه فقد حصل له فضل الجماعة بفعل الغیر ثالث عشرها ان الانسان تبرأ ذمته من دیون الخلق اذا قضاها قاض عنه و ذلک انتفاع بعمل الغیر رابع عشرها ان من علیه تبعات ومظالم اذا حلل منها سقطت عنه و هذا انتفاع بعمل الغیر خامس عشرها ان الجار الصالح ینفع فی المحیا والممات کما جاء فی الاثر وهذا انتفاع بعمل الغیر سادس عشرها ان جلیس اهل الذکر یرحم بهم وهو لم یکن منهم ولم یجلس لذلک بل لحاجة عرضت له والاعمال بالنیات فقد انتفع بعمل غیره سابع عشرها الصلاۃ علی المیت والدعاء له فی الصلاۃ انتفاع للمیت بصلاۃ الحی علیه وهو عمل غیره ثامن عشرها ان الجمعة تحصل باجتماع العدد وکذلک الجماعة بکثرۃ العدد وهو للبعض بالبعض تاسع عشرها ان اللہ تعالےٰ قال لنبیه صلے اللہ علیہ وسلم وما کان اللہ لیعذبهم وانت فیهم وقال تعالےٰ ولولا رجال مومنون ونساء مؤمنات وقال تعالی ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض فقد رفع اللہ تعالےٰ العذاب عن بعض الناس بسبب بعض وذلک انتفاع بعمل الغیر عشرها ان صدقة الفطر تجب علی الصغیر وغیره ممن یمونه الرجل فانه ینتفع بذلک من یخرج عنه ولا سعی له فیها حادی وعشرها ان الزکاۃ تجب فی مال الصبی والمجنون ویثاب علی ذلک ولا سعی له ومن تأمل العلم وجد من انتفاع الانسان بما لم یعمله مالا یکاد یحصی فکیف یجوز ان تتاول الآیة الکریمة علی خلاف صریح الکتاب والسنة واجماع الامة انتهی۔ ترجمه شیخ تقی الدین

Marfat.com

ابو العباس احمد بن تیمیہ نے کہا کہ جو اعتقاد رکھے کہ انسان اپنے عمل کے سوا فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ اس نے اجماع کا خلاف کیا۔ اور یہہ اعتقاد کئی طرح سے باطل ہے۔ (۱) انسان دوسروں کی دُعا سے نفع اُٹھاتا ہے۔ یہہ غیر کے عمل سے فائدہ اُٹھانا ہے۔ (۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلم اہل موقف کے لئے حساب میں پھر اہل جنت کے لئے دخول بہشت میں شفاعت فرمائیں گے۔ (۳) نبی صلے اللہ علیہ وسلم اہل کبائر کے لئے دوزخ سے نکلنے میں شفاعت فرمائیں گے۔ یہہ غیر کی سعی سے فائدہ اُٹھانا ہے۔ (۴) فرشتے اہل زمین کے لئے دُعا و استغفار کرتے ہیں۔ یہہ غیر کے عمل سے منفعت ہے۔ (۵) اللہ تعالےٰ اپنی محض رحمت سے اُن کو دوزخ سے نکالے گا جنہوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔ (۶) مومنوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے بہشت میں داخل ہوگی۔ یہہ محض عمل غیر سے انتفاع ہے۔ (۷) اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں دو یتیم لڑکوں کے قصے میں فرمایا ہے کہ اِن کا باپ نیک تھا۔ پس انہوں نے اپنے باپ کی نیکی سے نفع پایا اور یہہ نیکی ان کی سعی نہ تھی۔ (۸) مردہ زندے کے صدقہ اور غلام آزاد کرنے سے نفع پاتا ہے جیسا کہ نص سنت و اجماع سے ثابت ہے۔ اور یہہ غیر کا عمل ہے (۹) میت کا ولی اگر میت کی طرف سے حج کرے۔ تو میت سے حج مفروض ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ نص سنت سے ثابت ہے۔ یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔ (۱۰) حج منذور یا صوم منذور میت سے ساقط ہو جاتا ہے اگر کوئی دوسرا شخص اُس کی طرف سے ادا کرے جیسا کہ نص سنت سے ثابت ہے۔ یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔ (۱۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مقروض پر نماز جنازہ نہ پڑھی یہانتک کہ ابو قتادہ نے اس کا قرض ادا کر دیا۔ اور ایک اور میت کا قرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ادا کیا۔ پس وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صلاۃ سے منتفع ہوا۔ یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔ (۱۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کی نسبت فرمایا جس نے اکیلے نماز پڑھی۔ کیا کوئی ہے جو اس پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ پس اس کو غیر کے فعل سے جماعت کی فضیلت حاصل ہوگئی۔ (۱۳) جب ایک شخص دوسرے کا دین ادا کر دے

تو ادا ہو جاتا ہے - یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے - (۱۴) جس شخص پر مظالم ہوں اگر معاف کردئے جائیں - تو ساقط ہو جاتے ہیں - یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے - (۱۵) نیک ہمسایہ حیات و ممات میں نفع دیتا ہے جیساکہ حدیث میں آیا ہے - یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے - (۱۶) جو شخص حلقہ ذکر میں بیٹھ جائے خواہ وہ کسی اور حاجت کے لئے آیا ہو اور بیٹھا ہو - اس پر رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے - (۱۷) زندوں کا مُردے پر نماز پڑھنا اور دُعا کرنا میت کے لئے مفید ہوتا ہے - یہہ غیر کا عمل ہے - (۱۸) جمعہ اور جماعت کثرت عدد سے حاصل ہوتی ہے - یہہ ایک کا دوسرے سے انتفاع ہے - (۱۹) اللہ تعالٰے نے اپنے جیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی نشان میں فرمایا ہے وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم (اور نہیں ہے اللہ تعالٰے کہ عذاب دے اُن کو اور تو اُن میں ہو) - دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے - ولولا رجال[۱] مؤمنون ونساء مؤمنات - اور ایک اور جگہ یوں ہے - ولولا دفع اللہ[۲] النّاس بعضہم ببعض - پس اللہ تعالٰے نے بعض کے سبب بعض سے عذاب دور کردیا - یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے - (۲۰) صدقۂ فطر واجب ہے صغیر پر اور غیر صغیر پر جو انسان کے عیال ومئونت میں ہو - پس اس سے وہ فائدہ اُٹھاتا ہے جس کی طرف سے نکالا جائے - حالانکہ اس میں اُس کی کوئی سعی نہیں - (۲۱) لڑکے اور دیوانے کے مال میں زکوۃ واجب ہے اور اُس سے اس کو ثواب ملتا ہے - حالانکہ اس کی کوئی سعی نہیں - جو شخص قرآن وحدیث پر غور کرے گا - وہ غیر کے عمل سے انتفاع کی بیشمار مثالیں پائے گا - پس یہہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ ہم آیہ لیس للانسان الا ما سعی کی تاویل صریح قرآن وحدیث واجماع کے خلاف کریں - انتہے -

(۲) سوال

کیا میت کا تیسرا ساتواں چہلم وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں -

---

[۱] دیکھو سورہ فتح - رکوع ۳ - [۲] سورۂ حج - رکوع ۶ -

جواب

عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ اوصدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا وان اللہ تعالیٰ لیدخل الی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لہم رواہ البیہقی فی شعب الایمان (مشکوۃ- کتاب اسماء اللہ تعالیٰ- باب الاستغفار والتوبۃ- فصل ثالث)

ترجمہ- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- نہیں مُردہ قبر میں مگر مثل ڈوبتے فریاد کرنے والے کی- وہ انتظار کرتا ہے دُعا کا کہ پہنچے اُس کو باپ یا ماں یا بھائی یا دوست سے- پس جب اُس کو دُعا پہنچتی ہے- تو وہ دُعا کا پہنچنا اس کو دنیا وما فیہا سے محبوب تر ہے- اور تحقیق اللہ تعالے البتہ اہل زمین کی دُعا سے اہل قبور پر پہاڑوں کی مثل (ثواب ورحمت) بھیجتا ہے- اور تحقیق زندوں کا تحفہ مُردوں کی طرف اُن کے لئے گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے- اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے[1] انتہے- علامہ دمیری حیوۃ الحیوان (جزء ثانی- ص۳۰) میں لکھتے ہیں- روی احمد عن طاؤس فی کتاب الزھد انہ قال ان الموتیٰ یفتنون فی قبورھم سبعۃ ایام فکانوا یستحبون ان یطعم عنہم تلک الایام یعنی امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد میں حضرت طاؤس تابعی سے روایت کی کہ فرمایا- مُردے اپنی قبروں میں سات دن آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں- اس لئے صحابہ کرام ان دنوں میں مُردوں کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے انتہے- اشعۃ اللمعات- ترجمہ مشکوۃ

---

[1] اس حدیث کو حافظ ابو نعیم نے بھی کتاب حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا ہے (شرح الصدور للسیوطی- باب فتنۃ القبر وسوال الملکین- ص۳۰)- ۱۲ +

Marfat.com

(باب زیارۃ القبور۔ جلد اول ص۲۶۳) میں ہے۔ ومستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز انتہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے آیہ والقمر اذا اتسق کی تفسیر کرتے ہوئے مردہ کی تین حالتیں بیان کی ہیں۔ اُن میں سے پہلی حالت کے ضمن میں یوں لکھا ہے۔ و نیز وارد است کہ مُردہ دراں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریادرسی مے برد۔ وصدقات وادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او مے آید۔ و ازینجا است کہ طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام مینمایند۔ و روح مردہ نیز در قرب موت در خواب و عالم تمثل ملاقات زندگان میکند و مافی الضمیر خود را اظہار مینماید انتہے۔ امام ابوبکر احمد بن محمد خلال بغدادی حنبلی (متوفی ۳۱۱ھ) نے اپنی کتاب جامع العلوم الامام احمد بن حنبل میں بروایت امام شعبی نقل کیا ہے کہ جب انصار میں کوئی میت ہو جاتی تھی۔ تو وہ اس کی قبر پر جا کر قرآن پڑھا کرتے تھے (کتاب الروح لابن القیم۔ ص۱۲۔ شرح الصدور للسیوطی ص۱۲۳)۔ علامہ عینی بنایہ شرح ہدایہ (مطبوعہ نول کشور، الجزء الثانی من المجلد الاول۔ باب الحج عن الغیر۔ ص۱۶۱۲) میں لکھتے ہیں۔ ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان ویقرؤن القرآن ویھدون ثوابہ لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذاھب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولا ینکر ذلک منکر فکان اجماعا۔ ترجمہ مسلمان ہر زمانے میں جمع ہو کر قرآن پڑھتے رہے ہیں۔ اور اس کا ثواب مردوں کو بطور تحفہ بھیجتے رہے ہیں۔ اور تمام مذاہب کے اہل صلاح و دیانت مالکیہ و شافعیہ وغیرہم اسی مسلک پر ہیں۔ اور کوئی منکر اس کا انکار نہیں کرتا پس یہ اجماع ہے انتہے۔

عبارت مذکورۂ بالا سے ثابت ہوا کہ موت کے بعد انسان مدد کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اپنے اقربا و احبار سے دعا و صدقہ وغیرہ کی توقع رکھتا ہے۔ اسی واسطے

Marfat.com

بالخصوص سات روز تک اس کی طرف سے کھانا کھلانا اور قرآن پڑھنا اور اس کے لئے استغفار کرنا مستحب ہے - بلکہ اگر ہو سکے تو چالیس دن یا اس سے بھی زائد خیرات وغیرہ سے میت کی امداد مناسب ہے - اگر زیادہ نہ ہو سکے - تو تیسرا ساتواں وغیرہ حسب استطاعت سب کریں - یہہ تیسرا ساتواں وغیرہ محض عوام کی سہولت کے لئے رواج پا گیا ہے - اس کے جائز ہہونے میں کوئی شک ہہیں - چنانچہ صحیحین میں آیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے - ہاں یہہ عقیدہ نہ ہونا چاہیئے کہ اور دنوں میں مردے کو ثواب پہنچتا ہی ہہیں - ایسا عقیدہ لغو ہے - اس مقام پر یہہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اہل میت کے ہاں سے کھانا جائز نہیں - مگر حدیث ذیل اس کی تردید کرتی ہے - عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو علی القبر یوصی الحافر یقول اوسع من قبل رجلیہ واوسع من قبل رأسہ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فاجاب ونحن معہ فجئی بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فاکلوا فنظرنا الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یلوک لقمۃ فی فیہ ثم قال اجد لحم شاۃ اخذت بغیر اذن اھلھا فارسلت المرأۃ تقول یارسول اللہ انی ارسلت الی النقیع وھو موضع یباع فیہ الغنم لیشتری لی شاۃ فلم توجد فارسلت الی جارلی قد اشتری شاۃ ان یرسل بھا الی بثمنھا فلم یوجد فارسلت الی امرأتہ فارسلت الی بھا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اطعمی ھذا الطعام الاسری رواہ ابوداؤد والبیھقی فی دلائل النبوۃ (مشکوۃ - کتاب الفتن - باب فی المعجزات) ترجمہ عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے اور اُس نے انصار میں سے ایک شخص سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے - پس میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ قبر کے نزدیک تشریف رکھتے تھے

Marfat.com

کہ کھودنے والے کو وصیت کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میت کے پاؤں کی طرف سے کشادہ کر۔ اور اس کے سر کی طرف سے کشادہ کر۔ پس جب آپ واپس ہوئے۔ تو میت کی عورت کی طرف سے دعوت کرنے والا آپ کے آگے آیا۔ پس آپ نے دعوت کو قبول فرمایا۔ اور ہم آپ کے ساتھ تھے۔ پس کھانا لایا گیا۔ اور آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ڈالا۔ پھر صحابۂ کرام نے اپنے ہاتھ ڈالے۔ اور کھانا کھایا۔ پس ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے منہ مبارک میں لقمہ چبا رہے ہیں اور نگلتے نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں اس گوشت کو اس بکری کا گوشت پاتا ہوں جو اپنے مالک کے اذن کے بغیر لی گئی ہے۔ پس اس عورت نے کسی کے ہاتھ یہہ کہلا بھیجا۔ یارسول اللہ میں نے اپنے خادم کو نقیع (یہہ ایک مقام کا نام ہے جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں) میں بھیجا تاکہ میرے لئے ایک بکری خرید لائے۔ پس بکری نہ ملی۔ پس میں نے کسی کو اپنے ہمسائے کے پاس بھیجا کہ جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ بکری اس قیمت پر میرے پاس بھیجدے۔ مگر وہ ہمسایہ نہ ملا۔ پس میں نے اس کی عورت کے پاس بھیجا۔ پس اس عورت نے وہ بکری میرے پاس بھیجدی۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ کھانا قیدیوں کو کھلا دے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے انتہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اہل میت کی دعوت قبول کرنا اور کھانا جائز ہے۔ بعض فقہا نے جو اسے مکروہ لکھا ہے۔ اس کی خاص وجہیں ہیں۔ چنانچہ ملا علی القاری نے حدیث عاصم بن کلیب کی شرح میں (مرقات۔ جزء خامس۔ ص۴۸۲) یوں لکھا ہے۔ ھذا الحدیث بظاہرہ یرد علی ما قررہ اصحاب مذھبنا من انہ یکرہ[1] اتخاذ الطعام فی الیوم الاول او الثالث او بعد الاسبوع کما فی البزازیۃ و

[1] فتاوے بزازیہ مطبوعہ مصر میں یہہ عبارت یوں ہے۔ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ ۱۲

Marfat.com

ذکر فی الخلاصة انه لا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثة ایام و قال الزیلعی ولا باس بالجلوس للمصیبة الی ثلاث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمة من اهل المیت و قال ابن الهمام یکرہ اتخاذ الضیافة من اهل المیت والکل عللوہ بانه شرع فی السرور لا فی الشرور قال وھی بدعة مستقبحة روی الامام احمد و ابن حبان باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة انتھی فینبغی ان یقید کلامهم بنوع خاص من اجتماع یوجب استحیاء اھل بیت المیت فیطعمونھم کرھا او یحمل علی کون بعض الورثة صغیرا او غائبا او لم یعرف رضاہ او لم یکن الطعام من احد معین من مال نفسه ولا من مال المیت قبل قسمته و نحو ذالک۔ ترجمہ یہہ حدیث بظاہر بطور اعتراض وارد ہوتی ہے اُس پر جو ہمارے اصحاب مذہب نے کہاہے کہ پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد دعوت کھانا مکروہ ہے جیساکہ فتاوے بزازیہ میں ہے۔ اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ تین دن ضیافت کھانا مباح نہیں۔ اور زیلعی نے کہا کہ مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کچھ ڈر نہیں۔ مگر کسی امر ممنوع یعنی فرش بچھانے اور اہل میت کی دعوت کھانے کا مرتکب نہ ہونا چاہیئے۔ اور ابن ہمام نے کہا کہ اہل میت کی دعوت کھانا مکروہ ہے۔ اور سب نے کراہت کی وجہ یہہ بیان کی ہے کہ ضیافت خوشی میں مشروع ہے نہ کہ مصیبتوں میں۔ اور کہا (ابن ہمام نے) کہ یہہ بری بدعت ہے کیونکہ امام احمد اور ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جریر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ ہم اہل میت کے پاس جمع ہونے اور ان کے طعام تیار کرنے کو نوحہ سے شمار کرتے تھے انتہے۔ پس چاہیئے کہ ان فقہاء کا کلام ایک طرح کے خاص اجتماع کے ساتھ مقید ہو کر

جس سے میت کے اہل بیت کو شرم وحیا آئے پس وہ مجبوراً ان کو کھانا کھلائیں۔ یا ان فقہاء کا کلام اس صورت پر محمول ہو کہ جب وارثوں میں سے کوئی نابالغ ہو یا غائب ہو یا اس کی رضامندی معلوم نہ ہو یا کھانا کسی ایک معین شخص کی طرف سے اس کے مال میں سے نہ ہو اور نہ بانٹنے سے پہلے میت کے مال میں سے ہو اور اس طرح کی اور صورتیں ہیں انتہی۔ اسی طرح کبیری شرح منیۃ المصلے (مطبوعہ لاہور۔ صـ۵۱۲) میں فتاوے بزازیہ کی عبارت یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول الخ نقل کرکے یوں لکھا ہے۔ ولا یخلوا عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراھۃ الاحدیث جریر بن عبد اللہ المتقدم وانما یدل علی کراھۃ ذلک عند الموت فقط علی انہ قد عارضہ ما رواہ الامام احمد بسند صحیح وابو داؤد عن عاصم بن کلیب۔

ترجمہ اور بزازیہ کا قول بحث سے خالی نہیں۔ کیونکہ حدیث جریر بن عبد اللہ کے سوا جو اوپر آچکی ہے کراہت کی کوئی دلیل نہیں۔ اور وہ حدیث بھی فقط موت کے وقت ضیافت کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی معارض ہے حدیث عاصم بن کلیب جسے امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ انتہی۔ غرض فقہاء نے بعض عوارض کی وجہ سے اہل میت کے طعام کو مکروہ کہا ہے۔ اگر یہ عوارض یا کوئی اور محظور شرعی دعوت میں نہ ہو۔ تو وہ طعام ہرگز مکروہ نہ ہوگا۔ مگر یہ خیال رہے کہ ایسی دعوت میں اولےٰ یہ ہے کہ فقراء ومساکین ہی شامل ہوں یا وہ لوگ جو تدفین وتکفین میں مشغول رہے ہوں یا جو دور سے آئے ہوں اور اسی روز وطن میں واپس نہ پہنچ سکتے ہوں۔ اس ملک میں جو رواج ہے کہ

مـ۱ میت کو اہل میت شرم کے مارے بدیں خیال کھانا کھلائیں کہ اپنے بیگانے سب لوگ جمع ہیں اگر بھوکے واپس جائیں گے۔ تو ہماری بدنامی ہوگی۔ ۱۲ ☆

Marfat.com

چالیس روز کے بعد یا چھ ماہ یا سال کے بعد اپنے اقارب کو جمع کر کے کھانا کھلاتے ہیں۔ اور رسوم بھاجی کے مطابق نقدی یا غلہ جو دیا ہو وہ وصول کرتے ہیں۔ اس سے مُردے کے لئے ثواب کی امید نہیں ہو سکتی۔

سوال (۳)

اِس ملک میں رواج ہے کہ جمعہ کی رات کو فاتحۂ اموات کرتے ہیں۔ اِس کی کیا وجہ ہے۔

جواب

اخرج ابن المبارک فی الزھد والحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وابن ابی الدنیا وابن مندہ عن سعید بن المسیب عن سلمان قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت و نفس الکافر فی سجین قال ابن القیم البرزخ ھو الحاجز بین الشیئین فکانہ اراد فی ارض بین الدنیا والآخرۃ واخرج ابن ابی الدنیا عن مالک بن انس قال بلغنی ان ارواح المومنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت۔ (شفاء الصدور للسیوطی۔ باب مقر الارواح۔ ص ۹۳)۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کتاب الزہد میں اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن ابی الدنیا اور ابن مندہ نے بروایت سعید بن المسیب نقل کیا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مومنوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں۔ جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں۔ اور کافر کی روح سجین میں ہوتی ہے۔ ابن قیم نے کہا کہ برزخ دو چیزوں کے درمیان حاجز کو کہتے ہیں۔ پس گویا ابن قیم کی مراد یہ ہے کہ مومنوں کی روحیں دنیا و آخرت کے درمیان زمین میں ہوتی ہیں۔ اور ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے

Marfat.com

کہ حضرت مالک بن انس نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ مومنوں کی روحیں آزاد ہوتی ہیں۔ چلی جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں انتہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت مے آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر مے کند کہ تصدق میکنند از وے یا نہ (اشعۃ اللمعات۔ جزء اول باب زیارت القبور۔ صفحہ ۷۶۳)۔ اسیواسطے جمعہ کی رات کو طعام پر فاتحہ پڑھکر ہر دو کا ثواب ایصال کرتے ہیں تاکہ روح محروم و مایوس واپس نہ جائے۔

سوال (۴)

میت کی طرف سے اسقاط کرنے کا کیا حکم و طریقہ ہے۔

جواب

اگر میت کے ذمہ فرائض و واجبات ہوں۔ تو اُس پر واجب ہے کہ ان کے فدیہ کی وصیت کرے جو ثلث ترکہ میں نافذ ہوگی۔ اگر اس کے ذمہ واجبات نہ ہوں۔ تو اس کے لئے وصیت کرنا مستحب ہے۔ اسقاط کا طریق یہ ہے کہ مرد کے لئے بارہ سال اور عورت کے لئے نو سال کل عمر میں سے وضع کر کے باقی عمر کے نماز روزے وغیرہ کا فدیہ شمار کیا جائے۔ اگر ثلث ترکہ اس تمام کو کفایت کرے۔ تو وہ ثلث دیدیا جائے۔ اگر ثلث بہت کم ہو یا ترکہ کچھ بھی نہ ہو۔ تو ورثہ حیلہ کو عمل میں لائیں۔ کیونکہ حیلہ کا جواز بروئے قرآن قصہ یمین ایوب علیہ السلام سے ظاہر ہے۔ مثلاً ہر نماز کے لئے نصف صاع گیہوں جو قریباً پونے دو سیر انگریزی کے برابر ہوتے ہیں شمار کریں۔ اور روزانہ چھ نمازوں کے حساب سے ایک مدت معینہ کی نمازوں کے فدویہ کا حساب لگادیں۔ پھر اس کے عوض نقدی یا قرآن شریف قرار دیں۔ اور کسی مسکین کو یہ کہہ کر دیں کہ یہ فلاں بن فلاں یا فلانہ بنت فلاں کی نمازوں کا فدیہ ہے۔ وہ

Marfat.com

شخص قبول کرے۔ اور پھر معطی کو ہبہ کردے۔ اسی طرح یہہ دَور جاری رکھا جائے یہانتک کہ تمام نمازیں میت کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں۔ نماز کی طرح ہر روزے کے لئے بھی نصف صاع گیہوں محسوب کیا جائے۔ اگر میت وصیت نہ کرے اور ورثہ تبرعًا اسقاط کرائیں دتو یہہ بھی جائز ہے۔ روح البیان (جزء اول۔ صفحہ ۹۴۶) میں مذکور ہے کہ مسئلہ اسقاط میں یہہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ نماز کے فدیہ میں قدر طعام معتبر ہے نہ کہ عدد مساکین حتے کہ اگر ایک دن ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں سے زائد دیا جائے۔ تو جائز ہے۔ مگر کفارہ صوم اور کفارہ ظہار اور کفارہ یمین میں عدد مساکین معتبر ہے۔ اور بقدر نصاب یا نصاب سے زائد ایک فقیر غیر مقروض کو دینا مکروہ ہے۔ ہاں اگر فقیر مقروض یا صاحب عیال ہو۔ تو مکروہ نہیں۔ غرض اسقاط کے جواز میں کلام نہیں۔ زیادہ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ کتب فقہ کا مطالعہ کیجیئے۔

سوال (۵)

کیا بزرگوں کا عرس کرنا جائز ہے ؟

جواب

عرس کرنے سے مراد یہہ ہے کہ کسی بزرگ کی وفات کے دن قرآن شریف پڑھکر یا طعام وشیرینی تقسیم کرکے اس کا ثواب اُس بزرگ کی روح کو بخشا جائے۔ یہہ جائز بلکہ مستحسن ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ نے ماثبت بالسنہ میں اس کو مستحسنات متاخرین سے شمار کیا ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور دیگر اکابر سے بھی عرس ثابت ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ تو عرس کی اصل خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ حضور انور ہر سال شہدائے اُحد کی قبور پر حاضر ہو کر دعا فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کے بعد حضرات

Marfat.com

خلفاے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔ اور یہہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ وفات و میلاد کے دن تہنیت و افادہ کے علاوہ زائرین بھی ان خاص انوار سے مستفیض ہوتے ہیں جو اُس دن وارد ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نسبت اولیسیہ کے بیان میں یوں لکھتے ہیں۔

وصاحب ایں نسبت را لابد بہ نسبت آں ارواح محبت و عشق حاصل شود۔ و فنا فی الشیخ دست دہد۔ وایں سر در جمیع احوال وے داخل شود در رنگ آنکہ آب در بیخ نہالے میریزند و تازگی آں در ہر شاخ و برگ و گل و میوہ سرایت میکند۔ و در ہر کسے حالے دیگر و واقعہ دیگر ظاہر شود۔ از ینجاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشان و التزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں و اعتنائے تمام کردن بہ تعظیم آثار و اولاد و منتسبان ایشان (ہمعات مطبوعہ اسلامی پریس تحفہ محمدیہ۔ صـ ۶۲)۔

مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں۔ رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر بر قبور محض بنا بر زیارت و استغفار بروند۔ این قدر از روے روایات ثابت است و در تفسیر در منثور نقل نمودہ کہ ہر سر سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بر مقابر میرفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور مے نمودند۔ ایں قدر ثابت و مستحب است۔ دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند۔ و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمایند۔ ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفاے راشدین نہ بود۔ اگر کسے اینطور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبیح نیست بلکہ فائدہ احیا و اموات را حاصل میشود۔ سوم طور جمع شدن بر قبور اینست کہ مردمان یک روز معین نمودہ و لباسہاے فاخرہ و نفیس پوشیدہ مثل روز عید شادمان شدہ بر قبرہا جمع میشوند۔ رقص و مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور

Marfat.com

وطواف کردن قبور مینمائند - ایں قسم حرام و ممنوع است بلکہ بعضے بحد کفر میرسند وہمین است محل ایں دو حدیث ولا تجعلوا قبری عیدا چنانچہ در مشکوۃ شریف موجود است و اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد ایں ہم در مشکوۃ است (فتاویٰ عزیزیہ - جلد اول - ص۳) بعض لوگ حدیث لا تجعلوا قبری عیدا (میری قبر کو عید نہ بناؤ) کو منع عرس کی دلیل ٹھیراتے ہیں - جس کا جواب شاہ صاحب کی عبارت بالا سے ظاہر ہے - علامہ سمہودی وفاء الوفا (جزء ثانی - ص۴۱۲) میں یوں لکھتے ہیں - وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا قبری عیدا - قال الحافظ المنذری یحتمل ان یکون المراد بہ الحث علی کثرۃ زیارۃ قبرہ صلے اللہ علیہ وسلم وان یہمل حتی لا یزار الا فی بعض الاوقات کالعید الذی لا یاتی فی العام الا مرتین قال و یؤیدہ قولہ لا تجعلوا بیوتکم قبورا ای لا تترکوا الصلوٰۃ فیہا حتی تجعلوھا کالقبور التی لا یصلی فیہا - قال السبکی یحتمل ان یکون المراد لا تتخذوا لہ وقتا مخصوصا لا تکون الزیارۃ الا فیہ ویحتمل ایضًا ان یراد لا تتخذوہ کالعید فی العکوف علیہ واظہار الزینۃ والاجتماع وغیر ذٰلک مما یعمل فی الاعیاد بل لا یاتی الا للزیارۃ والسلام والدعاء ثم ینصرف عنہ -

ترجمہ اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا قول لا تجعلوا قبری عیدا - حافظ منذری نے کہا - احتمال ہے کہ اس سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کی کثرت پر ترغیب ہو اور اس امر پر کہ وہ یوں نہ چھوڑی جائے - کہ بجز بعض اوقات کے زیارت نہ کی جائے مثل عید کے جو سال میں دو دفعہ کے سوا نہیں آتی - کہا منذری نے اس معنے کی تائید کرتا ہے قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ - یعنی ان میں نماز پڑھنا ترک نہ کرو یہانتک کہ تم ان کو قبروں کی مثل بنادو - کہ جن میں نماز نہیں پڑھی جاتی - امام سبکی نے کہا - احتمال ہے کہ مراد یہہ ہو کہ تم قبر شریف کے لئے خاص وقت مقرر نہ کرو

کہ بجز اُس وقت کے زیارت نہ ہو۔ اور یہہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہہ ہو کہ تم قبر شریف کو مثل عید کے نہ سمجھو کہ اس کی پوجا کرنے لگو۔ اور زینت و اجتماع وغیرہ ظاہر کرنے لگو جو عیدوں میں معمول ہیں۔ بلکہ زائر فقط زیارت اور سلام اور دُعا کے لئے آئے۔ پھر وہاں سے چلا جائے۔ انتہے۔ پس اس حدیث سے عرس زیر بحث نا جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سوال (۶)

عام لوگ بکرا وغیرہ بنام اولیاء اللہ نذر کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں کہ یہہ پیر کا بکرا ہے۔ ایسے بکرے کا کیا حکم ہے۔

جواب

اس قول سے عوام کی مراد یہہ ہوتی ہے کہ نذر تو اللہ کے واسطے ہے۔ اور اس کا ثواب اُس بزرگ کی روح کے لئے ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر احمدی یوں فرماتے ہیں۔ وما اھل بہ لغیر اللہ معناہ ذبح بہ لاسم غیر اللہ مثل لات وعزی واسماء الانبیاء (الی ان قال) ومن ھٰہنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیہا وقت الذبح وان کانوا ینذرو نہا لہ۔ ترجمہ۔ اور جس پر نام پکارا جاوے اللہ کے سوا کا اس کے معنے یہہ ہیں کہ اللہ کے سوا لات وعزے اور پیغمبروں کے نام لیکر ذبح کیا جاوے (یہانتک کہ مصنف نے کہا) اور یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جو اولیاء کی نذر کی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رسم ہے حلال طیب ہے۔ کیونکہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کے سوا کا نام نہیں لیا جاتا۔ اگرچہ غیر اللہ کے لئے نذر کرتے ہیں انتہے صاحب تفسیر احمدی نے آیۂ (وما اھل بہ لغیر اللہ) کے جو معنے بیان کئے ہیں وہی تفسیر جلالین و مدارک و خازن و معالم وغیرہ میں موجود ہیں۔ پس اس تقریر سے

Marfat.com

ظاہر ہوا کہ کسی حلال جانور کا غیر اللہ کے لئے محض مشہور کیا جانا اس کی حرمت کا باعث نہیں بن سکتا۔ بلکہ ذبح کے وقت اگر بجائے تکبیر کے غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ تو وہ حرام ہو جائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ ماجعل اللہ من بحیرۃ و لا سائبۃ و لا وصیلۃ و لا حام الآیہ (مائدہ ۷-ع۱۴) یعنی اللہ نے نہیں ٹھیرایا بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی۔ اس آیت پر حاشیہ موضح القرآن میں ہے۔ یہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں کوئی بچہ نیاز رکھتے بت کی۔ تو اس کا کان پھاڑ دیتے نشان کو اور اس کو بحیرہ کہتے۔ اور کوئی جانور بُت کے نام پر آزاد کرتے۔ اس کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیتے وہ سائبہ تھا۔ اور بعض شخص نے ٹھیرایا کہ جو بچہ نر ہو۔ وہ بت کی نیاز ذبح کروں۔ اور جو مادہ ہو میں رکھوں۔ پھر اگر نر و مادہ ملے ہوتے۔ تو نر بھی آپ رکھتا مادہ کے ساتھ۔ یہ وصیلہ تھا۔ اور جب اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے لائق سواری کے اور بوجھ کے۔ اس اونٹ کو لادنا موقوف کرتے۔ اور جاری پانی پر سے نہ ہانکتے۔ وہ حامی تھا۔ یہ سب غلط رسمیں ڈالکر اس کو حکم شرعی سمجھتے تھے نتیجہ یہ بحیرہ سائبہ وصیلہ حامی اگر تکبیر سے ذبح کئے جائیں۔ تو حلال ہیں جیسا کہ آیۂ یایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا و لا تتبعوا خطوات الشیطان ط انہ لکم عدو مبین۔ (بقرہ ۲-ع۲۱) کے شان نزول سے ظاہر ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے۔ نزلت فی ثقیف و خزاعۃ و عامر بن صعصعۃ و بنی مدلج فیما حرموا علی انفسہم من الحرث و الانعام و البحیرۃ و السائبۃ و الوصیلۃ و الحام۔ یعنی یہ آیت قبیلہ ثقیف اور خزاعہ اور عامر بن صعصعہ اور بنو مدلج کی شان میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے نفسوں پر کھیتی اور مواشی اور بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ

علہ ترجمہ۔ اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو حلال ہے ستھرا۔ اور نہ چلو قدموں پر شیطان کے۔ وہ تمہارا دشمن ہے صریح ۱۲

Marfat.com

اور حام کو حرام کر دیا تھا - انتہے - تفسیر روح المعانی میں ہے - نزلت فی المشرکین الذین حرموا علی انفسہم البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام کما ذکرہ ابن جریر وابن عباس رضی اللہ عنہما - یعنی یہ آیت ان مشرکین کی شان میں اتری جنہوں نے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کو اپنے نفسوں پر حرام کر دیا تھا جیسا کہ ابن جریر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے انتہے -
اب غور کیجیئے کہ جو جانور کان چیر کر بتوں کی نذر کئے جائیں یا ویسے ہی بتوں کے نام پر چھوڑ دئے جائیں - وہ تو بحکم الٰہی اس فعل سے حرام نہ ہوں اور جو اولیاء اللہ کی نذر مشہور کر دئے جائیں - وہ حرام ہو جائیں - یہ صریح بے انصافی ہے - اللہ تعالےٰ ہدایت دے سے

ترسم آں قوم کہ بر دُردکشاں میخندند ٭ در سرِ کارِ خرابات کنند ایماں را

سوال (۷)

کیا اولیاء اللہ اور صلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا اور غلاف ڈالنا اور چراغ جلانا جائز ہے ؟

جواب

شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ شرح سفر السعادت (مطبوعہ نولکشور صـ۲۷۲) میں اس متن (و نہی فرمود کہ بر سر قبرہا مساجد بنا کنند و یا بر گورہا چراغ افروزند و بر فاعل آں لعنت کرد و نہی فرمود از نماز گزاردن در گورستان و در برابر گور و نہی فرمود از خوار داشتن گور بحدے کہ پامال کنند یا براں تکیہ کنند یا بالائے آں نشینند) کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں - آنچہ مصنف ذکر کردہ حق است و احادیث صحیحہ دریں باب وارد - و اصل سنت در زمان نبوت و خلفائے راشدین و صحابہ ہمیں بود - ولیکن بعد ازاں ایں تکلفات در مقابر پیدا شد - و مفاخرت و مباہات بداں راہ یافتہ - و در آخر زمان بجہت اقتصار

Marfat.com

نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویجِ مشاہد و مقابر مشائخ و عظما دیدہ چیزہا افزودند۔ تا ازانجا ابہت و شوکت اہل اسلام و ارباب صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہندوستان کہ اعداے دین از ہنود و کفار بسیار اند۔ و ترویج و اعلائے شان ایں مقامات باعثِ رعب و انقیاد ایشان است۔ و بسا اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ در آخر زمان از مستحسنات گشتہ۔ و اگر جہال و عوام چیزے کنند۔ یقین کہ ارواح بزرگان ازاں راضی نخواہد بود۔ و ساحت کمال و دیانت ایشاں منزہ است ازاں۔ و دفن در جوارِ قبور صلحا و حضور و شہود در ساحت عزت ایشان موجبِ برکت و نورانیت و صفا است۔ و زیارت مقامات متبرکہ و دعا در آنجا متوارث است۔ امام شافعی گفتہ اند کہ قبر امام موسے کاظم سلام اللہ علیہ وعلے آبائہ الکرام تریاق مجرب است براے اجابتِ دعاء۔ و در زیارتِ قبور احترام اہلِ آں را در استقبال و جلوس و تادب ہماں حکم است کہ در حالت حیات بود کذا قال الطیبی۔ و در بعضے ازیں امور مذکورہ ببعض وجوہ در کتب فقہ متاخرین توسعہ و ترخیصے نیز میتواں یافت واللہ اعلم انتہے۔

تفسیر روح البیان (جزء اول۔ صفحہ ۴۰۹) میں ہے۔ قال الشیخ عبد الغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصتہ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ۔ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورھم جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضا للاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن۔ ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم ومحبۃ فیھم جائز ایضا لاینبغی النھی عنہ۔

Marfat.com

ترجمہ - شیخ عبد الغنی نابلسی نے جو کشف النور عن اصحاب القبور میں فرمایا - اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت حسنہ جو مقصود شرع کے موافق ہو سنت کہلاتی ہے - پس علما و اولیا و صلحا کی قبروں پر گنبد بنانا اور اُن کی قبروں پر پردے اور عمامے اور کپڑے ڈالنا جائز ہے جبکہ اس سے مقصود عوام کی نظروں میں تعظیم ہو تاکہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ سمجھیں - اور اسی طرح اولیا و صلحا کی قبروں کے پاس قنادیل و شمع کا جلانا بھی ان کی تعظیم و قدر افزائی کی قسم سے ہے - پس اس میں نیک مقصد ہے - اور اولیاء اللہ کے لئے از روئے تعظیم و محبت روغن زیتون اور شمع کی نذر بھی جو ان کی قبروں کے پاس جلائی جائے جائز ہے - ایسی نذر سے منع نہ کرنا چاہیئے انتہے - مرقات شرح مشکوٰۃ (جزء اول - صـ۳۷۲) میں ہے - وقد اباح السّلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشهورین لیزورهم النّاس ویستریحوا بالجلوس فیه - یعنی سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبر پر عمارت کو روا رکھا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں - اور اس میں بیٹھکر آرام پائیں انتہے -

رد المحتار حاشیہ در مختار (مطبوعہ مصر - جزء خامس - کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس - صـ۲۷۶) میں ہے - کرہ بعض الفقهاء وضع السّتور والعمائم والثیاب علی قبور الصّالحین والاولیاء قال فی فتاوی الحجۃ وتکرہ السّتور علی القبور اه ولکن نحن نقول الآن اذا قصد به التعظیم فی عیون العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنّیات وان کان بدعۃ فهو کقولهم بعد طواف الوداع یرجع القهقری حتی یخرج من المسجد اجلالا للبیت حتی قال فی منهاج السالکین انه لیس فیه سنۃ مرویۃ ولا اثر محکی وقد فعله اصحابنا اه کذا فی کشف النور عن اصحاب القبور للاستاد عبد الغنی النابلسی قدس سرہ - ترجمہ بعض فقہاء نے صالحین اور اولیاء کی قبروں پر پردوں عماموں

اور کپڑوں کے ڈالنے کو مکروہ کہا ہے۔ فتاوے حجہ میں کہا کہ قبروں پر پردے مکروہ ہیں انتہے۔ لیکن ہم اب کہتے ہیں کہ جب اس سے مقصود عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم ہو اور یہہ غافل زائریں کے ادب وخشوع پیدا کرنے کے لئے ہو۔ تو جائز ہے کیونکہ اعمال نیتوں پر موقوف ہیں۔ اگرچہ یہہ بدعت ہے۔ پس یہہ امر فقہاء کے اس قول کی مثل ہے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کے لئے طواف وداع کے بعد رجعت قہقری کرے یہانتک کہ مسجد حرام سے نکل جائے۔ حتے کہ منہاج السالکین میں کہا کہ اس بارے میں نہ کوئی سنت آئی ہے نہ کوئی اثر۔ حالانکہ اس کو ہمارے اصحاب نے کیا ہے انتہے کشف النور عن اصحاب القبور مصنفہ استاد عبد الغنی نابلسی قدس سرہ میں ایسا ہی لکھا ہے اھ

سوال (۸)

دستور ہے کہ مُردے کے کفن کو آب زمزم سے تر کرتے ہیں۔ اور ستر کعبہ یا کوئی اور تبرک کفن میں شامل کر دیتے ہیں۔ اور عہد نامہ یا کلمہ شریف کفن پر لکھتے ہیں کیا یہہ جائز ہیں۔

جواب

حجۃ الاسلام امام غزالی اپنے رسالہ مضنون کبیر صفحہ ۲۹-۳۰ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ لو وضع شعر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم او عصاہ او سوطہ علی قبر عاص او مذنب نجا ذلک المذنب ببرکات تلک الذخیرۃ من العذاب وان کانت فی دار انسان او بلدۃ لا یصیب تلک الدار داھلھا وتلک البلدۃ وسکانھا ببرکاتھا بلاء وان لم یشعر بھا صاحب الدار وساکن البلدۃ (الی ان قال) وکل من اطاع سلطانا وعظمہ فاذا دخل بلدتہ ورای فیھا سھما من جعبۃ ذلک السلطان او سوطالہ فانہ یعظم تلک البلدۃ فالملائکۃ علیھم السلام یعظمون النبی فاذا ارادا ذخائرہ فی دار او بلدۃ

او قبر عظموا صاحبه وخففوا علیه العذاب ولذلك التسبب ینفع الموتیٰ ان توضع علی قبورهم المصاحف ویتلی القرآن علی رؤس قبورهم ویکتب القرآن علی قراطیس وتوضع القراطیس فی ایدی الموتیٰ - ترجمہ - اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک یا آپ کا عصا مبارک یا آپ کا کوڑا مبارک کسی عاصی یا گنہگار کی قبر پر رکھا جائے - تو وہ گنہگار اس ذخیرے کی برکتوں سے عذاب سے نجات پاتا ہے - اگر یہ ذخیرہ کسی انسان کے گھر یا کسی شہر میں ہو - تو اس گھر اور گھر والوں اور اس شہر اور باشندگان شہر کو اس کی برکتوں سے کوئی بلا نہیں پہنچتی - اگرچہ صاحب خانہ اور باشندۂ شہر کو اس ذخیرہ کا علم نہ ہو (یہانتک کہ کہا مصنف نے) اور جو شخص کسی بادشاہ کی اطاعت و تعظیم کرتا ہو - جب وہ اُس بادشاہ کے شہر میں داخل ہو اور اُس میں اس بادشاہ کی ترکش کا ایک تیر دیکھے یا اُس کا کوڑا دیکھے - تو وہ اس شہر کی تعظیم کرے گا - اسی طرح ملائکہ علیہم السلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں - پس جب وہ کسی گھر یا شہر یا قبر میں آپ کے ذخائر کو دیکھتے ہیں - تو وہ صاحب قبر کی عزت کرتے ہیں اور اُس پر عذاب ہلکا کر دیتے ہیں - اسی سبب سے مُردوں کی قبروں پر قرآن مجید کا رکھا جانا اور اُن کی قبروں کے پاس قرآن مجید کا پڑھا جانا اور کاغذوں پر قرآن شریف لکھکر مردوں کے ہاتھوں میں رکھا جانا فائدہ دیتا ہے انتہے - تفسیر روح البیان (جزء اول - ص۲۸۳) میں بحوالہ اسرار محمدیہ دان لم یشعر بہا کے بعد یہ بھی لکھا ہے - ومن هذا القبیل ماء زمزم والکفن المبلول به وبطانة استار الکعبة والتکفن بها - یعنی اسی قبیل سے ہیں آب زمزم اور آب زمزم سے تر کیا ہوا کفن اور ستر کعبہ کا استر اور اس کو کفن بنانا انتہے -

طبقات ابن سعد (جزء خامس ترجمہ عمر بن عبد العزیز - ص۳۰۲) میں ہے - اخبرنا محمد بن عمر قال نا محمد بن مسلم بن جمار عن عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ

قال اوصی عمر بن عبد العزیز عند الموت فدعا بشعر من شعر النبی صلے اللہ علیہ وسلم واظفار من اظفارہ وقال اذا مت فخذوا الشعر والاظفار ثم اجعلوہ فی کفنی ففعلوا ذالک۔ ترجمہ۔ خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے۔ کہا خبر دی ہم کو محمد بن مسلم بن جمار نے عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد اللہ سے کہ کہا اُس نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت وصیت کی۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے موے مبارک اور ناخن مبارک طلب کئے۔ اور فرمایا کہ جب میں مرجاؤں۔ ان موے مبارک و ناخن مبارک کو لے کر میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا انتہے۔

در مختار میں لکھا ہے کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اس میت کو بخش دے۔ اس پر شامی نے بحث کی ہے اور نظر براحترام قرآن مجید واسماء حسنےٰ اس کے جواز میں تامل کیا ہے۔ (دیکھو ردالمحتار۔ جزء اول۔ صـــــ ۶۶۲)۔ مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالےٰ لکھتے ہیں۔ شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان است۔ لیکن ایں را دو طریق است اول اینکہ بر سینہ مُردہ درون کفن یا بالاے کفن گزارند۔ ایں طریق را فقہاء منع میکنند و میگویند کہ از بدن مردہ خون وریم سیلان مے کند و موجب سوء ادب باسماء بزرگان میشود۔ وطریق دوم اینست کہ جانب سر مردہ اندرون قبر طاقچہ بگذارند۔ و درآں کاغذ شجرہ را نہند (فتاوے عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ جلد اول۔ صـــــ ۱۷۴)۔ پس اگر عہد نامہ کو بھی قبر کے اندر مُردے کے سرہانے ایک طاقچہ میں رکھ دیں۔ تو اس کے جواز میں کسی کو بھی کلام نہیں۔

سوال (۹)

کیا والدین اور اولیاء صالحین کی قبروں کو بوسہ دینا اور اماکن متبرکہ اور بزرگوں کے ہاتھوں کو چومنا جائز ہے؟

جواب

بہ نیت تبرک جائز بلا کراہت ہے۔ چنانچہ فتاوے عالمگیری (کتاب الکراہیۃ۔ باب ۱۶)

Marfat.com

میں ہے - ولا یمسح القبر ولا یقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاریٰ ولا بأس بتقبیل قبر والدیہ کذا فی الغرائب - یعنی قبر پر ہاتھ نہ ملے اور نہ اُس کو بوسہ دے - کیونکہ یہہ نصاریٰ کی عادت ہے - اور والدین کی قبر کے بوسہ دینے میں کچھ ڈر نہیں انتہے - علامہ ابن مرزوق قصیدہ بردہ کی بیت لاطیب یعدل کی شرح میں لکھتے ہیں - فلیس المراد بہ تقبیل القبر الشریف فانہ مکروہ یعنی التثام سے مراد قبر شریف کو بوسہ دینا نہیں کیونکہ یہہ مکروہ ہے - اس پر علامہ زرقانی لکھتے ہیں - الا لقصد تبرک فلا کراھۃ کما اعتمدہ الرملی - یعنی اگر بقصد تبرک قبر شریف کو بوسہ دے - تو بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ علامہ رملی نے فتوے دیا ہے (شرح زرقانی علی المواہب - جزء ثامن - صفحہ ۳۱۵) - علامہ بدرالدین عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (جزء رابع - صفحہ ۶۰۷) میں تحریر فرماتے ہیں - وقال (شیخنا زین الدین) ایضا واما تقبیل الاماکن الشریفۃ علی قصد التبرک وکذلک تقبیل ایدی الصالحین وارجلھم فھو حسن محمود باعتبار القصد والنیۃ وقد سأل ابوھریرۃ الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یکشف لہ المکان الذی قبلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو سرتہ فقبلہ تبرکا باٰثارہ وذریتہ صلے اللہ علیہ وسلم وقد کان ثابت البنانی لایدع ید انس رضی اللہ عنہ حتی یقبلھا ویقول ید مست ید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال ایضا واخبرنی الحافظ ابوسعید بن العلائی قال رأیت فی کلام احمد بن حنبل فی جزء قدیم علیہ خط ابن ناصر وغیرہ من الحفاظ ان الامام احمد سئل عن تقبیل قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم وتقبیل منبرہ فقال لا بأس بذلک قال فاریناہ للشیخ تقی الدین بن تیمیہ فصار یتعجب من ذلک ویقول عجبت احمد عندی جلیل یقولہ ھذا کلامہ او معنی کلامہ وقال وای عجب فی ذلک وقد روینا عن الامام احمد انہ غسل قمیصا للشافعی وشرب الماء الذی غسلہ بہ واذا کان

Marfat.com

هذا تعظیمہ لاھل العلم فکیف بمقادیر الصحابۃ وکیف بآثار الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ولقد احسن مجنون لیلےٰ حیث یقول ؎

امر علی الدیار دیار لیلےٰ - اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا

وما حب الدیار شغفن قلبی - ولکن حب من سکن الدیارا

وقال المحب الطبری ویمکن ان یستنبط من تقبیل الحجر واستلام الارکان جواز تقبیل ما فی تقبیلہ تعظیم اللہ تعالیٰ فانہ ان لم یرد فیہ خبر بالندب لم یرد بالکراھیۃ قال وقد رأیت فی بعض تعالیق جدی محمد بن ابی بکر عن الامام ابی عبد اللہ محمد بن ابی الصیف ان بعضھم کان اذا رأی المصاحف قبلھا و اذا رأی اجزاء الحدیث قبلھا واذا رأی قبور الصالحین قبلھا قال ولا یبعد ھذا واللہ اعلم فی کل ما فیہ تعظیم للہ تعالیٰ۔ ترجمہ - اور ہمارے شیخ زین الدین نے یہ بھی کہا کہ تبرک کے ارادے سے اماکن شریفہ کا بوسہ دینا اور اسیطرح صالحین کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ دینا ارادے اور نیت کے اعتبار سے اچھا پسندیدہ ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ میرے لئے وہ جگہ برہنہ کردیں جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ اور وہ آپ کی ناف مبارک تھی۔ پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ذریت اور آپ کے آثار کو متبرک سمجھکر اُسے بوسہ دیا۔ اور حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ہاتھ بوسہ دئے بغیر نہ چھوڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ ہاتھ ہے کہ جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو چھوا ہے۔ اور شیخ زین الدین نے یہہ بھی بیان کیا کہ مجھے حافظ ابوسعید بن العلائی نے خبردی۔ کہا (حافظ موصوف نے) کہ میں نے امام احمد بن حنبل کے کلام میں ایک پرانے جزء میں جس پر ابن ناصر وغیرہ حفاظ کی تحریر بھی یہہ لکھا دیکھا ہے کہ امام احمد سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف

اور منبر شریف کے بوسہ دینے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اس میں کچھ ڈر نہیں۔ حافظ موصوف کا بیان ہے کہ ہم نے یہ مسئلہ ابن تیمیہ کو دکھایا۔ وہ اس پر تعجب کرنے لگا اور کہنے لگا۔ مجھے تعجب ہے۔ امام احمد میرے نزدیک بزرگ شخص ہیں۔ یہ ابن تیمیہ کا کلام ہے یا اس کے کلام کے معنے ہیں۔ حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ اس میں کیا عجب ہے۔ ہم سے امام احمد کی نسبت روایت کی گئی کہ آپ نے امام شافعی کی قمیص کو دھویا۔ اور اُس کا غُسالہ پی لیا۔ جب آپ اہل علم کی اتنی تعظیم کرتے تھے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے آثار اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے آثار کی کس قدر تعظیم کرتے ہوں گے۔ اور لیلےٰ کے عاشق مجنوں نے اچھا کہا ہے ؎

امرّ علی الدیار دیار لیلی ۔ اقبل ذا الجدار وذا الجدارا

میں لیلے کے گھروں پر گذرتا ہوں۔ تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو

وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا

اور گھروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا بلکہ گھروں میں رہنے والوں کی محبت نے

اور محب طبری نے کہا کہ حجر اسود اور ارکان کعبہ کے بوسہ دینے سے یہ مسئلہ نکل سکتا ہے کہ جس شے کے بوسہ دینے میں اللہ تعالےٰ کی تعظیم ہو اس کا بوسہ دینا جائز ہے۔ کیونکہ اگر اس کے استحباب میں کوئی حدیث نہیں آئی۔ تو اس کی کراہیت میں بھی کوئی حدیث وارد نہیں۔ کہا (محب طبری نے) کہ میں نے اپنے جد بزرگوار محمد بن ابی بکر کی ایک تعلیق میں بروایت امام ابو عبد اللہ محمد بن ابی الصیف دیکھا ہے کہ ایک بزرگ جب قرآن کریم کو دیکھتا تو اُسے بوسہ دیتا۔ اور جب حدیث کے اجزاء کو دیکھتا۔ تو انہیں بوسہ دیتا۔ اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتا۔ تو انہیں بوسہ دیتا۔ اور جس شے میں اللہ تعالےٰ کی تعظیم ہو اس میں یہ بعید نہیں واللہ اعلم انتہے۔ بزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کی اور بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن کے ایراد کی یہاں گنجائش نہیں۔

Marfat.com

سوال (۱۰)

کیا بزرگان دین کے مزارات پر خوشبودار پھول رکھنے جائز ہیں ؟

جواب

عن ابن عباس قال مر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انهما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول وفی روایة لمسلم لا یستنزہ من البول و اما الآخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة ثم غرز فی کل قبر واحدة قالوا یا رسول اللہ لم صنعت هذا فقال لعلہ ان یخفف عنهما ما لم ییبسا متفق علیہ (مشکوٰة - کتاب الطہارة باب آداب الخلاء) - ترجمہ - حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دو قبروں سے گزرے - پس آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دئے جاتے ہیں - اور کسی بڑے گناہ کے سبب عذاب نہیں دئے جاتے - ان میں سے ایک تو پیشاب سے پرواہ نہیں کرتا تھا - اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا - اور غیبت کے لئے لوگوں کی طرف جایا کرتا تھا - پھر آپ نے کھجور کی تر شاخ لی - اور اسے دو ٹکڑے کیا - پھر ہر قبر میں ایک ایک گاڑ دیا - صحابہ کرام نے عرض کی - یا رسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا - آنحضرت صلے اللہ

لمعات - عذاب کردہ نمے شوند بجہت گناہے بزرگ یعنی در گمان ایشان یا در کارے کہ شاق و دشوار بود پرہیز کردن ازاں نہ آنکہ آں چیز در دین کارے آسان است و شناعتے ندارد چنیں باشد کہ تلوث ببول و تلبس بہ نمیمہ از شنائع و قبائح عظیمہ اند در دین (اشعۃ اللمعات)

علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدیں امید کہ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کی جائے۔ یہانتک کہ یہہ دو ٹکڑے خشک ہو جائیں انتہی۔

شیخ عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں۔ و در توجیہ ایں حدیث علما را اختلاف است کہ بنائے امید داشت تخفیف عذاب تا مدت رطوبت آن شاخہا بر چیست۔ بعض مردم بر آنند کہ بنائے آں بر آن است کہ نباتات تا زمانیکہ تر و تازہ اند تسبیح مے گویند حق را۔ و مراد بشیٔ در کریمہ (و ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ) شیٔ حی است و حیات چوب تا زمانے است کہ خشک نہ شدہ است و حیات سنگ تا شکستہ نشدہ یا تسبیح خاص مخصوص بحی است و آنکہ عام است ہر شے را بمعنی دلالت بر وجود صانع و وحدت و صفات کمال اوست۔ و تمسک کنند ایں جماعہ بایں حدیث در انداختن سبزہ و گل و ریحان بر قبور۔ و خطابی کہ از ائمہ اہل علم و قدوہ شراح حدیث است ایں قول را رد کردہ است۔ و انداختن سبزہ و گل را بر قبور بہ تمسک بایں حدیث انکار نمودہ و گفتہ کہ ایں سخن اصلے ندارد و در صدر اول نبودہ انتہے بقدر الحاجۃ (اشعۃ اللمعات۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۱۵)۔

علامہ ابن حجر شافعی نے خطابی کے اعتراض کا یوں جواب دیا ہے۔ قولہ لا اصل لہ ممنوع بل ھذا الحدیث اصل اصیل لہ و من ثم افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث (مرقات شرح مشکوۃ۔ جزء اول۔ صفحہ ۲۸۶) ترجمہ۔ خطابی کا یہہ قول کہ قبروں پر سبزہ و گل ڈالنے کی کوئی اصل نہیں ممنوع ہے۔ بلکہ یہہ حدیث اس عمل کے لئے اصل اصیل ہے اسیواسطے ہمارے اصحاب متاخرین میں سے بعض ائمہ نے فتوے دیا ہے کہ قبر پر شاخ خرما اور ریحان کا رکھنا اس حدیث کی رو سے سنت ہے انتہے۔

Marfat.com

علامہ ابن عابدین اس حدیث کی بحث میں لکھتے ہیں۔ ویوخذ من ذٰلک ومن الحدیث ندب وضع ذٰلک للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ وصرح بذلک ایضا جماعۃ من الشافعیۃ وھذا اولیٰ مما قالہ بعض المالکیۃ من ان التخفیف عن القبرین انما حصل ببرکۃ یدہ الشریفۃ صلے اللہ علیہ وسلم او دعائہ لھما فلا یقاس علیہ غیرہ وقد ذکر البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ بن الخصیب رضی اللہ عنہ اوصی بان یجعل فی قبرہ جریدتان واللہ تعالےٰ اعلم۔ (رد المحتار۔ جزء اول۔ صـ۶۶۷) ۔ ترجمہ۔ نباتات کی تسبیح اور اس حدیث سے یہ مسئلہ لیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لئے شاخ کا قبر پر رکھنا مستحب ہے۔ اور یہ جو ہمارے زمانے میں عادت ہے کہ قبروں پر آس کی شاخیں اور اس طرح کی اور چیزیں رکھتے ہیں وہ اسی پر قیاس کیا جاتا ہے اور شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ اور یہ بہتر ہے اُس سے۔ جو بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ دونوں قبروں سے تخفیف صرف حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی برکت سے یا آپ کی دُعا سے ہوئی۔ اس لئے اس پر غیر کو قیاس نہ کیا جائے۔ اور امام بُخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ حضرت بریدہ بن الخصیب رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میری قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں۔ واللہ اعلم انتہےٰ۔

جب میں بعونِ الٰہی یہ کتاب یہاں تک لکھ چکا۔ تو مجھے بسبیل ڈاک مولوی محمد فاضل صاحب کا اشتہار ملا۔ جو بلفظہ مع جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

باسمہ سبحانہ و تعالےٰ

(کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اس مسئلہ میں)

کہ تمام مُردگان یا اولیاء اللہ بعد الموت زیارت کرنے والوں کا سلام کلام سُنتے

ہیں یا نہ جو کچھ جواب ہووے بمعہ نام کتاب ونقل عبارت ہووے۔ بینوا توجروا عند اللہ الوہاب یوم الحساب

الجواب

علاوہ انبیاء علیہم السلام و شہدائے کرام تمام مُردگان عموماً کچھ نہیں سُنتے۔ اور نہ اُن میں سُننے سمجھنے کی صلاحیت باقی رہتی ہے۔ لان المقصود من کلام الافہام والموۃ ینافیہ ہدایہ یوسفی آخرین صفحہ ۲۸۳/۴ والموۃ ینافیہ لانہ لا یسمع ولا یفہم فتح القدیر نولکشوری باب الایمان صفحہ ۵۶۰/۴ والموۃ ینافی الکلام لان المراد من الکلام الاسماع والمیت لیس باہل للاسماع عینی شرح ہدایہ نولکشوری جلد ۲ صفحہ ۶۴۰/۲ لان المقصود من الکلام الافہام والموۃ ینافیہ شامی جلد ۳ صفحہ ۱۴۳/۱۶ انما السماع یستلزم الحیاۃ وھی مفقودۃ وانما تجیی عند السوال طحطاوی علی المراقی الفلاح ۳۲۷/۱۲ عند اکثر مشائخنا ھو ان المیت لا یسمع فتح القدیر باب الجنائز نولکشوری جلد ۱ صفحہ ۲۷۳/۲ لان المیت لا یسمع بنفسہ شرح فقہ اکبر علی قاری صفحہ ۱۵۹/۶ ولھذا شبہ الکفار بالموتی لان المیت لا یسمع ولا یتکلم خازن جلد ۲ صفحہ ۱۵ ومعنی الآیۃ انہم لفرط اعراضہم عما یدعون الیہ کالمیت الذی لا سبیل الی سماعہ خازن جلد ۳ صفحہ ۲۱۶/۹۔

اکثر عدم جواز استمداد کے قائل ہیں اس بناء پر کہ سماع اموات ثابت نہیں فتاوٰی عبد الحی جلد اول صفحہ ۱۳۳۸/۱۴ یہ تمام عبارتیں کتب فقہائے حنفی المذہب کی ہیں جو کہ متفق اللفظ ہو کر حکم سناتی ہیں کہ مراد کلام کرنے سے مخاطب کا سُننا یا سمجھنا ہوتا ہے اور موت سُننے و سمجھنے دونوں کو اُڑا دیتی ہے۔ جس بناء پر تمام فقہائے حنفیہ و بعض شافعیہ فرماتے ہیں کہ مُردہ کچھ نہیں سُنتا۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

المشتہر خادم العلماء محمد فاضل امام مسجد چک نمبر ۲۰ شمالی گوگیرہ براینچ ڈاکخانہ چک ملک ۲۵۶ براستہ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور۔

Marfat.com

اقول وباللہ التوفیق

مجیب نے جو عبارات کتب فقہ سے نقل کی ہیں۔ وہ مسئلہ یمین کے متعلق ہیں مسئلہ یمین یوں ہے کہ اگر کوئی قسم کھائے۔ کہ میں فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا۔ تو یہ قسم اس شخص کی حیات پر مقصور ہوگی۔ اصل مسئلہ صرف اتنا ہی ہے۔ اور یہی کتب ظاہر روایت میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ امام صاحب کے بہت مدت بعد اِس متن کی شرح میں قسم زیر بحث کے حالت حیات پر مقصور ہونے کی یہ وجہ درج کر دی گئی۔ کہ کلام سے مقصود سمجھانا ہوتا ہے۔ مگر مردہ نہ سُنتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ پس اگر موت کے بعد اُس شخص سے کلام کرے گا۔ تو حانث نہ ہوگا۔ یہی وجہ مجیب نے مختلف کتابوں سے نقل کی ہے۔ ہم اس پر بحوالہ کتب مفصل بحث کر آئے ہیں۔ لہذا یہاں اس کا بقدر ضرورت خلاصہ مگر مع الاضافہ درج کیا جاتا ہے۔ عبارات مندرجۂ اشتہار سے تو مجیب کی سمجھ کے مطابق انبیاے کرام و شہداے عظام کا سماع بھی ثابت نہیں ہوتا۔ ان عبارتوں میں اگر میت سے مراد فقط بدنِ مُردہ ہے۔ تو اس کے عدم سماع میں کسی کو کلام نہیں۔ ہاں اگر اس سے مراد بدن مردہ کے ساتھ روح کی موت بھی ہے۔ تو روح کی موت بدیں معنے کہ اس کو بدن سے مفارقت کے سبب فقط تألم ہوتا ہے مسلّم ہے۔ اور سماع موتے کے یہی معنے ہیں کہ روح جس پر اس طرح کی موت وارد ہو چکی ہے بتوسط ابدان یا بلا توسط ابدان سُنتی ہے۔ مگر بدیں معنے کہ بدن کی موت کے ساتھ روح کے ادراکات زائل ہو جاتے اور وہ نیست ونابود ہو جاتی ہے مسلّم نہیں۔ کیونکہ یہ حنفیہ کرام کا مذہب نہیں۔ بلکہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ حنفیۂ کرام کیا بلکہ تمام اہل سنت وجماعت کا اعتقاد ہے کہ موتے کے لئے ادراکات مثل علم وسمع ثابت ہیں۔ اور یہی قرآن کریم اور آثار واحادیث صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا عبارات زیر بحث میں میت

Marfat.com

سے شارحین کی مراد بدن مُردہ ہے۔ جس سے روح پرواز کرچکی ہو۔ اور سیاق (قبر میں حیات کا دیا جانا) بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کوئی حنفی بھائی اصرار کرے کہ اس سے یہی مراد ہے کہ نہ بدن مردہ سُنتا ہے اور نہ روح مردہ سُنتی ہے۔ تو میں نہایت ادب سے یہہ گزارش کروں گا۔ کہ جن مشائخ کی طرف ایسے عدم سماع کا قول منسوب ہے۔ وہ یقیناً معتزلی الاصول حنفی الفروع اصحاب ہیں جو مشائخ حنفیہ میں شمار ہوتے رہے ہیں جیسا کہ جواہر مضیہ فی طبقات الحنفیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں معتزلہ کا یہہ قول سہواً کسی شرح میں درج ہو گیا۔ پھر بغیر تدبر و تنبیہ کے یکے بعد دیگرے اسی کو نقل کرتے چلے آئے۔ ایسا ہونا کچھ محال نہیں۔ امام ابوالبرکات عبد اللہ نسفی کو دیکھئے۔ کہ تفسیر مدارک میں اللہ یتوفی الانفس الآیہ کی تفسیر میں جار اللہ زمخشری کی تفسیر کشاف کی عبارت لفظ بلفظ نقل کر گئے۔ جس کا مطلب یہہ ہے۔ کہ موت سے روح کے ادراکات سلب ہو جاتے ہیں۔ بریں تقدیر عبارات زیر بحث سے یہہ خیال نہ کیا جائے۔ کہ علامہ شامی وطحطاوی و علی القاری و عینی وغیرہ سماع موتے کے قائل نہیں۔ کیونکہ سماع موتے تو اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ یہہ بزرگ کس طرح اس کی خلاف ورزی کر سکتے تھے۔ توضیح مطلب کے لئے ہم ان کی دوسری عبارتیں نقل کرتے ہیں۔

علامہ شامی زیارتِ قبور کے آداب کو یوں لکھتے ہیں۔ وفی شرح اللباب للملا علی القاری ثم من آداب الزیارۃ ما قالوا من انہ یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل رأسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ لکن ھذا اذا امکنہ والا فقد ثبت انہ علیہ الصلاۃ والسلام قرأ اول سورۃ البقرۃ عند رأس میت و

آخرھا عند رجلیہ ومن آدابھا ان یسلم بلفظ السلام علیکم علی الصحیح لا علیکم السّلام فانّہ ورد السّلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ونسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ ثم یدعو قائما طویلا وان جلس جلس بعیدا او قریبا بحسب مرتبتہ فی حال حیاتہ اھ (رد المحتار جزء اول ص۶۶۴)

ترجمہ۔ لباب المناسک کی شرح جو ملا علی القاری نے لکھی ہے اس میں یہہ لکھا ہے۔ پھر زیارت قبور کے آداب میں سے فقہا نے یہہ بتایا ہے۔ کہ زائر میت کے پاؤں کی طرف سے آئے۔ اور سر کی طرف سے نہ آئے۔ کیونکہ سر کی طرف سے آنا میت کی بصر کے لئے زیادہ مشقت کا باعث ہے بخلاف صورت اول کے کیونکہ وہ میت کی بصر کے مقابل ہوگا۔ مگر یہہ حکم جب ہے کہ ایسا کرنا ممکن ہو۔ ورنہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے سورۂ بقرہ کا اول میت کے سر کے پاس اور اسی سورہ کا آخر میت کے پاؤں کے پاس پڑھا۔ اور آداب زیارت سے یہہ ہے۔ کہ بنا بر قول صحیح لفظ السلام علیکم سے سلام کرے۔ نہ کہ علیکم السّلام سے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ السّلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ونسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔ پھر دیر تک کھڑے ہو کر دُعا مانگے۔ اگر زائر بیٹھے۔ تو حالت حیات میں جو میت کا مرتبہ تھا اُسے ملحوظ رکھ کر دُور یا نزدیک بیٹھے لمبتھے۔ اس عبارت میں سلام کہنے والے کو زائر کہا گیا۔ اگر مزور کو زیارت کا علم نہ ہو۔ تو اس کے سلام کہنے والے کو زائر نہیں کہتے۔ اور آداب زیارت میں سے ایک یہہ بتایا گیا۔ کہ میت کو سلام کے وقت زندہ شخص کی طرح جو سُنتا سمجھتا ہو خطاب کرنا چاہیئے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور

میت کا دیکھنا بھی مذکور ہے - اور پھر یہہ بھی حکم ہے - کہ میت کی تعظیم حالت حیات کی طرح کرنی چاہیئے - شامی نے اسی صفحہ (جزء اول - ص۶۴۴) پر محمد بن واسع کا یہہ قول نقل کرکے برقرار رکھا ہے کہ مُردے جمعہ کو اور اس سے ایک دن آگے پیچھے زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں - اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ شامی سماع موتے کے قائل ہیں - اسی طرح علامہ ابن الہمام آداب زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں - وقالوا فی زیارۃ القبور مطلقا الاولی ان یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل راسہ فانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ لان بصرہ ناظر الی جھۃ قدمیہ اذا کان علی جنبہ (فتح القدیر - جزء ثالث - ص۹۵)

ترجمہ - اور فقہاء نے مطلق زیارت قبور میں فرمایا ہے کہ اولے یہہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے آئے نہ کہ اُس کے سر کی طرف سے - کیونکہ سر کی طرف سے آنا میت کی بصر کے لئے زیادہ مشقت کا باعث ہے بخلاف صورت اوّل کے کیونکہ وہ میت کی بصر کے مقابل ہوگا - اس لئے کہ میت کی بصر اس کے قدموں کی طرف دیکھنے والی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے پہلو پر ہوتا ہے انتہے - مجیب نے حاشیہ طحطاوی علے مراقی الفلاح کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی ہے - وہ اُس میں نہیں ہے - بلکہ اس میں تو زیارت القبور کے بیاں میں یوں لکھا ہے - واخرج ابن ابی الدنیا والبیہقی فی الشعب عن محمد بن واسع قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ وقال ابن القیم الاحادیث والآثار تدل علے ان الزائر متی جاء علم بہ المزور وسمع سلامہ وأنس بہ ورد علیہ وھذا عام فی حق الشھداء وغیرھم وانہ لا توقیت فی ذلک قال وھو اصح من اثر الضحاک الدال علی التوقیت (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصر - ص۳۴۰) -

Marfat.com

ترجمہ - ابن ابی الدنیا نے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن واسع سے روایت کی کہ کہا محمد بن واسع نے کہ مجھے یہہ روایت پہنچی ہے کہ مُردے جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے اور ایک دن پیچھے اپنے زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں - اور ابن قیم نے کہا - کہ احادیث و آثار دلالت کرتے ہیں - کہ زیارت کرنے والا جب آتا ہے - تو مزور کو اس کا علم ہو جاتا ہے - اور وہ اس کا سلام سُن لیتا ہے - اور اس سے میت کا دل بہلتا ہے - اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے - یہہ (یعنی میت کو علم ہو جانا اور زائر کے سلام کا جواب دینا وغیرہ) شہدا اور غیر شہدا کے حق میں عام ہے - اور اس کے لئے کسی خاص وقت کی قید نہیں - اور ابن قیم نے کہا کہ یہہ روایت زیادہ صحیح ہے ضحاک کی روایت سے جو توقیت پر دلالت کرتی ہے انتہے - اس سے علامہ طحطاوی کا عقیدہ درباب سماع موتےٰ ظاہر ہے - مجیب نے جو شرح فقہ اکبر کا حوالہ دیا ہے - وہ اُسے مُفید نہیں - اہل سنت وجماعت کا قول ہے کہ میت کو غیر کے عمل کا ثواب بصورت ایصال پہنچتا ہے - جو اس کے منکر ہیں - وہ ایک تو آیہ وان لیس للانسان الا ما سعی پیش کرتے ہیں - اور دوسرے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد[1] اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثة الحدیث - ملا علی القاری نے آیت کا جواب دے کر اس حدیث کا جواب یوں دیا ہے - واما الحدیث فیدل علی انقطاع عمله ونحن نقول به - وانما الکلام فی وصول ثواب غیره الیه والموصل للثواب الی المیت ھو اللہ

---

[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثة صدقة جاریة او علم ینتفع به او ولد صالح یدعو له رواہ مسلم (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل اول) - ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے - تو اس سے اس کے عمل کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل سے صدقہ جاریہ یا علم جس سے نفع اُٹھایا جائے یا نیک فرزند جو اس کے حق میں دُعا کرے انتہے

Marfat.com

تعالےٰ سبحانہ لان المیت لا یسمع بنفسہ والقرب والبعد سواء فی قدرۃ الحق سبحانہ (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ صفحہ ۱۵۹) ترجمہ رہی حدیث۔ سو وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مُردے کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں کلام تو صرف اس میں ہے کہ غیر کے عمل کا ثواب مُردے کو پہنچتا ہے۔ اور میت کو ثواب پہنچانے والا اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ کیونکہ مُردہ بالذات سُنتا نہیں۔ اور اللہ پاک کی قدرت میں نزدیکی اور دُوری برابر ہے انتہے۔ یہ عبارت شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر اور مطبوعہ لاہور میں بھی اسی طرح ہے۔ مگر میرے خیال میں یہاں کاتب کی غلطی ہے۔ کیونکہ عدم سماع بالذات اپنے ماقبل کی علت نہیں ٹھیر سکتا۔ پس لا یسمع بنفسہ کی جگہ لا یتمتع بنفسہ (یعنی مُردہ بذات خود فائدہ نہیں اٹھا سکتا) ہونا چاہیے شیخ اسماعیل حقی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔ والحاصل ان المراد بھذا الحدیث عملہ المضاف الی نفسہ فھو منقطع واما العمل المضاف الی غیرہ فلا ینقطع فللغیر ان یجعل مالہ من اجر عملہ الی من اراد (تفسیر روح البیان۔ جزء رابع۔ صفحہ ۱۶۸)۔ ترجمہ۔ حاصل کلام یہ کہ اس حدیث سے مراد مُردے کا عمل ہے جو اس کی ذات کی طرف منسوب ہو۔ سو یہ منقطع ہے۔ رہا وہ عمل جو غیر کی طرف منسوب ہو۔ وہ منقطع نہیں۔ غیر کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب جس کو چاہے بخش دے انتہے۔ اگر لا یسمع بنفسہ کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو ہمیں مضر نہیں اور مجیب کو مفید نہیں۔ کیونکہ سماع بالذات کا کوئی قائل نہیں۔ مجیب نے اس مقام پر تدبر سے بالکل کام نہیں لیا۔ اس سے چند سطریں پہلے یہ عبارت ہے۔ والشافعی رحمہ اللہ جوز ھذا فی الصدقۃ والعبادۃ المالیۃ وجوزہ فی الحج واذا قرئ للمیت اجر المستمع ومنع وصول ثواب القرآن الی الموتے وثواب الصلوٰۃ والصوم وجمیع الطاعات والعبادات غیر المالیۃ وعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ و

اصحابہ یجوّز ذٰلک وثوابہ الی المیت (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۱۵۱) ترجمہ - اور امام شافعی اس کو جائز رکھتے ہیں کہ صدقہ اور عبادت مالیہ اور حج کا ثواب مُردے کو پہنچ جاتا ہے - اور جب (قبر پر) قرآن پڑھا جائے تو مُردے کو سُننے والے کا ثواب ملتا ہے - اور وہ (یعنی امام شافعی) عبادت مالیہ کے سوا تمام طاعات وعبادات اور صوم وصلوٰۃ اور قرآن کا ثواب مردے کو پہنچنے کے قائل نہیں - اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک یہہ سب جائز ہے - اور اس کا ثواب مُردے کو ملتا ہے انتھے -

فخر الملۃ والدین قاضیخان محمود اور جندی حنفی (متوفی سنہ ۵۹۲ھ) تحریر فرماتے ہیں - وان قرأ القرآن عند القبور ان نوی بذلک ان یونسھم صوت القرآن فانہ یقرأ فان لم یقصد ذٰلک فاللہ تعالےٰ یسمع قراءۃ القرآن حیث کانت (فتاوے قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ - فصل فی التسبیح والتسلیم والصلاۃ علی النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم) ترجمہ - اگر قبروں کے پاس قرآن پڑھے - تو اگر اس سے یہہ نیت کرے کہ قرآن کی آواز مُردوں کا جی بہلائیگی - بے شک پڑھے - اگر یہہ مقصود نہ ہو - تو اللہ تعالےٰ قرآن کی قرأت سُنتا ہے جہاں وہ قرأت ہو انتھے - حاصل کلام یہہ کہ امام شافعی کے نزدیک چونکہ عبادات بدنیہ محضہ مثلاً نماز وتلاوت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا - اس لئے ان کے نزدیک میت کو صرف قرآن سُننے والے کا ثواب ہوگا - اور حنفیہ کرام چونکہ قائل ہیں کہ مُردے کو عبادات مالیہ وبدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے - اس لئے ان کے نزدیک اس صورت میں میت کو نفس ثواب قاری ملے گا - اور مُردہ اگرچہ قرأت سُنتا ہے - مگر سُننے کا ثواب نہ ملے گا - کیونکہ اس کا عمل منقطع ہو چکا ہے -

Marfat.com

ہاں اس قرأت سے میت کا جی بہلے گا۔ پس اس مسئلے سے ثابت ہو گیا کہ حنفیہ و شافعیہ بالاتفاق سماع موتے کے قائل ہیں۔ اگر اختلاف ہے۔ تو اس میں کہ مُردہ جو قرآن سُنتا ہے آیا اس کو سننے والے کا ثواب ملتا ہے یا نہیں۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ قال القرطبی وقد قیل ان ثواب القراۃ للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذلک تلحقہ الرحمۃ قال اللہ تعالٰی واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون قال ولا یبعد فی کرم اللہ تعالٰی ان یلحقہ ثواب القراءۃ والاستماع معا ویلحقہ ثواب ما یھدی الیہ من القراءۃ وان لم یسمع کالصدقۃ والدعاء (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور مطبوعہ مصر۔ صـ۱۲۳۔ تفسیر روح البیان جزء رابع۔ صـ۱۶۲)۔ ترجمہ۔ امام قرطبی (ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری اندلسی قرطبی متوفی ۶۷۱ھ) نے فرمایا۔ البتہ کہا گیا ہے کہ قرأت کا ثواب قاری کے لئے ہے۔ اور مُردے کے لئے سُننے کا ثواب ہے۔ اسی واسطے مردے پر رحمت ہوتی ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ "اور جب قرآن پڑھا جائے۔ تو تم اس کے لئے کان لگاؤ اور خاموش رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ"۔ کہا امام قرطبی نے کہ اللہ تعالٰے کے کرم سے بعید نہیں کہ مُردے کو قرأت اور سُننے دونوں کا ثواب ملے۔ اور مردے کو قرأت کا ثواب جو بخشا جائے ملتا ہے خواہ وہ نہ سُنے جیسا کہ صدقہ اور دُعا انتہے۔ امام ابوبکر احمد بن محمد خلال بغدادی حنبلی (متوفی ۳۱۱ھ) نے اپنی کتاب جامع لعلوم الامام احمد بن حنبل میں بروایت امام شعبی نقل کیا ہے کہ جب انصار[۱] مدینہ منورہ میں کوئی میت ہو جاتی۔ تو وہ اس کی قبر

---

[۱] کانت الانصار اذا مات لھم المیت اختلفوا الی قبرہ یقرءون عندہ القرآن

پر جا کر قرآن پڑھا کرتے تھے (کتاب الروح لابن القیم۔ صلا۔ شرح الصدور للسیوطی۔ صلا۱۳۳) ۔ امام احمد بن حنبل کا ایک نابینا کو قبر پر قرآن پڑھنے کی اجازت دینا اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ سماع موتے کے متعلق مسئلۂ قرأت سے ملتا جلتا دفن کے بعد عمل تلقین ہے۔ چنانچہ علامہ طحطاوی اسکی بابت لکھتے ہیں۔ سئل القاضی محمد الکرمانی عنه فقال ما رآی المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن کذا فی القھستانی وکیف لا یفعل مع انه لا ضرر فیه بل فیه نفع للمیت لانه یستأنس بالذکر علی ما ورد فی بعض الاثار ففی صحیح مسلم عن عمرو بن العاص قال اذا دفنتمونی اقیموا عند قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها حتی استأنس بکم وانظر ماذا اراجع رسل ربی (حاشیہ طحطاوی علے مراقی الفلاح۔ ط۳۰۳) ۔ ترجمہ۔ قاضی محمد کرمانی سے دفن کے بعد تلقین کی نسبت دریافت کیا گیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ قہستانی میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور تلقین کیوں نہ کی جائے باوجودیکہ اس میں کوئی نقصان نہیں۔ بلکہ اس میں مُردے کے لئے فائدہ ہے۔ کیونکہ وہ ذکر سے انس و آرام پاتا ہے جیسا کہ بعض آثار میں آیا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے وصیت کی۔ کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کے پاس اتنا ٹھیرو کہ جتنی دیر میں اونٹنی ذبح کی جاتی ہے اور اُس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے اُنس پاؤں اور جان لوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دوں انتہے۔ اس حدیث مسلم سے معلوم ہو گیا کہ ذکر سے مُردے کا جی بہلتا ہے۔ اور یہ بغیر سماع کے متصور نہیں۔ اس مقام پر ایک اور فقہ کا مسئلہ قابل غور ہے۔ مراقی الفلاح میں یہ ہے۔ وکرہ قلع الحشیش الرطب وکذا الشجر من المقبرۃ لانه ما دام رطبا یسبح اللہ تعالےٰ فیونس المیت

تنزل بذکر اللہ تعالیٰ الرحمۃ (فصل فی زیارۃ القبور۔ صـ۳۴۲)

ترجمہ۔ ہری گھاس اور درخت کا مقبرے سے اکھاڑنا مکروہ ہے۔ کیونکہ جب تک وہ ہری رہتی ہے اللہ تعالےٰ کی پاکی بولتی ہے۔ پس مردے کا جی بہلاتی ہے اور اللہ تعالےٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے انتہے۔ یہی عبارت علامہ شامی نے بحوالہ امداد نقل کی ہے اور اُسے برقرار رکھا ہے (رد المحتار۔ جزء اول۔ صـ۶۶۷)۔ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ یکرہ قلع الحطب والحشیش من المقبرۃ فان کان یابسا لاباس بہ لانہ ما دام رطبا یسبح فیونس المیت (کتاب الصلوٰۃ۔ باب غسل المیت وما یتعلق بہ)

ترجمہ۔ مقبرے سے جلانے کی لکڑی اور گھاس کا اکھاڑنا مکروہ ہے۔ اگر وہ خشک ہو۔ تو اس کا کچھ ڈر نہیں۔ کیونکہ جب تک سبزو تازہ رہتی ہے۔ اللہ کی پاکی بولتی ہے۔ پس مُردے کا جی بہلاتی ہے انتہے۔ فتاوے بزازیہ میں ہے۔ قطع الحشیش الرطب من المقابر یکرہ لانہ یسبح و یندفع بہ العذاب عن المیت اویستانس بہ المیت (فتاوے بزازیہ بہامش الفتاوےٰ العالمگیریہ مطبوعہ مصر۔ جزء سادس۔ صـ۳۵) ترجمہ مقبروں سے ہری گھاس کا کاٹنا مکروہ ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی پاکی بولتی ہے۔ اور اس سے مُردے سے عذاب دور ہوتا ہے یا اس سے مُردے کا جی بہلتا ہے انتہے۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ ومکروہ است خارے یا گیاہے یا چوبے راکہ بر قبر روئیدہ برکندن۔ زیراکہ آن تسبیح میکند ما دام کہ تر است۔ و موجب تخفیف عذاب و انس میت میباشد۔ چنانچہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام دو شاخ نو از خرما بر سر قبرہا نہادہ فرمودند ما دام کہ خشک نشود بہ برکت تسبیح در عذاب ایں تخفیف ماند (فتاوے عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی۔ جلد دوم صـ۱۰۶)۔ فتاوے مولوی عبد الحی صاحب (جلد سوم۔ صـ۶) میں ہے۔ ما دام کہ تر است تسبیح میکند۔ و موجب تخفیف عذاب و انس میت میشود لہذا برکندن

آں مکروہ است۔ وہرگاہ کہ خشک شود برکندن آں درست است انتہے۔ ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ مردہ گھاس کی تسبیح تک کو سُنتا ہے۔ اور حدیث صحیح کے حوالہ سے یہہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب دفن کر کے گھر کو لوٹتے ہیں۔ تو مردہ جنازے کے ہمراہیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ شرح فقہ اکبر میں مولانا علی القاری روح کو بدن کے ساتھ پانچ طرح کا تعلق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ والرابع تعلقها به فی البرزخ فانها وان فارقته وتجردت عنه لم تفارقه فراقا کلیا بحیث لا یبقی لها الیه التفات البتة فانه ورد ردها الیه وقت سلام المسلم علیه وورد انه یسمع خفق نعالهم حین یولون عنه وهذا الرد اعادة خاصة لا یوجب حیوة البدن قبل یوم القیامة (شرح فقہ اکبر۔ مجتبائی دھلی ۔ ص۱۰۱) ترجمہ۔ چوتھا تعلق روح کا بدن کے ساتھ برزخ میں ہے۔ کیونکہ روح اگرچہ بدن سے جدا اور الگ ہو جاتی ہے۔ مگر اس طرح بالکل جدا نہیں ہوتی کہ اس کو بدن کی طرف ہرگز کوئی التفات باقی نہ رہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص مردے کو سلام کہتا ہے۔ تو روح اس کے بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جب جنازے کے ہمراہی لوگ دفن کر کے پیٹھ پھیرتے ہیں تو وہ اُن کے جوتوں کی آواز سُنتا ہے۔ یہہ روح کا لوٹایا جانا خاص اعادہ ہے جو قیامت کے دن سے پہلے بدن کی حیات کا موجب نہیں انتہے۔ حدیث سلام کو علامہ عینی یوں نقل فرماتے ہیں۔ وعند ابن عبد البر بسند صحیح ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام (عمدة القاری شرح صحیح بخاری۔ جز رابع۔ ص۶۶۹) ترجمہ ابن عبد البر کے نزدیک سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے جسے وہ دنیا میں جانتا تھا گزرتا ہے اور اُسے سلام کہتا ہے۔ وہ بھائی اُسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے انتہے۔ اسی حدیث کو علامہ طحطاوی نے یوں نقل کیا ہے۔ واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمهید

Marfat.com

بسند صحیح عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ و رد علیہ السلام (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح۔ ص۳۴۲) ترجمہ۔ ابن عبد البر مالکی (متوفی ۴۶۳ھ) نے کتاب الاستذکار اور کتاب التمہید میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے الخ۔ علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض (جزء ثالث۔ ص۵۵) میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اسی طرح شیخ ابن حجر مکی شافعی نے اسے صحیح کہا ہے (جوہر المنظم مطبوعہ مصر۔ ص۳۲)۔ ابن ابی الدنیا (متوفی ۲۸۲ھ) نے کتاب القبور باب معرفۃ الموتی بزیارۃ الاحیاء میں اس حدیث کو باسناد متصل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نقل کیا ہے (کتاب الروح لابن القیم۔ ص۵)۔ حافظ ابو محمد عبد الحق اشبیلی (متوفی ۵۸۲ھ) نے اسے احکام صغریٰ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا اسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے صحیح ہے (وفاء الوفا للسمہودی۔ جزء ثانی۔ ص۴۰۲)۔ علامہ سیوطی نے شرح الصدور ص۸۴ میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تذکرۃ الموتی والقبور ص۲۶ میں اسے نقل کیا ہے۔ اور ابن تیمیہ اور ابن قیم نے بھی اس سے استدلال کیا ہے جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔ اب فرمائیے کہ اس حدیث میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ مقتولین بدر کا قصہ جو سماع موتی پر نص ہے پہلے آچکا ہے۔ قصہ بدر سے ملتے جلتے دو اور قصے (قصہ قوم صالح اور قصہ قوم شعیب) قرآن کریم میں سے بیان ہو چکے ہیں جن سے سماع موتی اظہر من الشمس ہے۔ شیخ عبد الحق دہلوی فرماتے ہیں۔ بدانکہ تمامہ اہلسنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم و سمع مر سائر اموات را از آحاد بشر خصوصاً انبیاء را علیہم السلام (جذب القلوب مطبوعہ کلکتہ۔ ص۲۰۵)۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ واخرج الشیخ ابن حبان فی کتاب الوصایا عن قیس بن قبیصۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یوصِ لم یؤذن لہ فی الکلام مع الموتی قیل یا رسول اللہ وہل یتکلم الموتی قال نعم و یتزاورون (تنبیہ الکئیب بلقاء الحبیب بہامش شرح الصدور۔ ص۱۰)۔ ترجمہ۔ شیخ محمد بن حبان

Marfat.com

(متوفی ۹۵۵ھ) نے کتاب وصایا الاتباع و بیان الابتداع میں قیس بن قبیصہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جو ایمان نہ لایا - اُسے مُردوں کے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی - عرض کی گئی - یارسول اللہ - کیا مُردے کلام کرتے ہیں - آپ نے فرمایا - ہاں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں انتہے - امام عبد الوہاب شعرانی سیدی شمس الدین خنفی رحمہ اللہ تعالےٰ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں - وکان رضی اللہ عنہ اذا زار القرافۃ سلم علی اصحاب القبور فیردون السلام علیہ بصوت یسمعہ من معہ (طبقات الکبریٰ جزء ثانی - صفحہ) ترجمہ - سیدی شمس الدین حنفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب قرافہ (مصر) کی زیارت کرتے - تو اہل قبور کو سلام کہتے - پس وہ آپ کے سلام کا جواب ایسی آواز سے دیتے جسے آپ کے ہمراہی سن لیتے انتہے - مولوی محمد فاضل صاحب نے جو تفسیر خازن شافعی کی عبارت نقل کی ہے - اس میں میت سے مراد دھڑ ہے بے روح جو قبر میں پڑا ہے - فتاوے مولانا عبد الحی صاحب کی جو عبارت مجیب نے نقل کی ہے وہ مولانا صاحب کی نہیں - بلکہ مولوی محمد اسحاق بڑوسری بہاری کی ہے - مولانا عبد الحی صاحب تو سماع موتےٰ کے قائل ہیں - چنانچہ جامع صغیر کے حاشیہ میں آپ نے مسئلہ یمین زیر بحث پر یوں لکھا ہے - قد وجہہ اکثر الشراح بان الکلام ما یخاطب بہ للافہام والاسماع وھو غیر متصور فی المیت وفہم منہ بعض اصحاب الفتاوے انہ مبنی علی عدم سماع الموتی فنسبوہ الی القدماء ومن ثم اشتہر بین العوام ان عند الحنیفۃ لاسماع للموتےٰ والحق انہم بریئون عن ذلک کما حققہ ابن الہمام وغیرہ والمسئلۃ التی نحن فیہا لیست مبنیہ علیہ بل علی ان الکلام والخطاب فی العرف انما یطلق علی الخطاب مع الحی ومع المیت لایعرف کلاما والایمان مبنیہ علی العرف فلذا لایحنث بالکلام مع المیت اذا حلف لایکلمہ وکیف ینکر قدماء اصحابنا سماع الموتی مع ظہور النصوص الدالۃ علیہ (جامع صغیر مطبوعہ مصطفائی - صفحہ) ترجمہ - اکثر شارحین نے کلام کے حیات پر مقصور ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے - کہ کلام وہ ہے جس کے ساتھ سمجھانے

Marfat.com

اور سنانے کے لئے خطاب کیا جاتا ہے اور وہ مُردے میں متصور نہیں۔ اس تقریر سے بعض اصحاب فتاوے یہہ سمجھے ہیں کہ یہہ مسئلہ عدم سماع موتے پر مبنی ہے۔ لہذا اُنہوں نے عدم سماع کو قدماء کی طرف منسوب کر دیا۔ اور یہاں سے عوام میں مشہور ہوگیا۔ کہ حنفیہ کے نزدیک مردوں کے لئے سماع نہیں۔ اور حقیقت یہہ ہے کہ حنفیہ اس الزام سے بری ہیں جیساکہ ابن الہمام وغیرہ نے اسے تحقیق کیا ہے۔ اور مسئلہ یمین جو زیر بحث ہے۔ وہ عدم سماع پر مبنی نہیں۔ بلکہ اس امر پر مبنی ہے کہ عرف میں کلام وخطاب کا اطلاق زندہ کے ساتھ خطاب پر ہوتا ہے اور میت کے ساتھ کلام کو خطاب نہیں کہا جاتا۔ اور ایمان کا مبنی عرف پر ہوتا ہے۔ اسی واسطے جب کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا۔ تو وہ موت کے بعد اس شخص سے کلام کرنے سے حانث نہ ہوگا۔ قدماء حنفیہ سماع موتے سے کیونکر انکار کر سکتے تھے حالانکہ سماع پر دلالت کرنے والے نصوص ظاہر ہیں انتہے۔ مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالے فرماتے ہیں بالجملہ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست (فتاوے عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی۔ جلد اول۔ صـ۳۲) ۔ ترجمہ حاصل کلام یہہ کہ مُردوں کے ادراک وشعور کا انکار کرنا اگر کفر نہیں۔ تو اس کے الحاد (بیدینی) ہونے میں شک نہیں انتہے۔ بیان بالا سے ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث وفقہ واجماع اہل سنت وجماعت سے سماع موتے ثابت ہے۔ منکرین سماع جو شروح فقہ کی عبارت پیش کرتے ہیں اس میں میت سے شارحین کی مراد بے روح جسم ہے۔ یہہ ایک مسلّم امر ہے کہ حیات وممات میں علم وسمع وغیرہ ادراکات روح کا وظیفہ ہیں نہ کہ بدن کا۔ حالت حیات میں جب تک روح بدن میں مقید رہتی ہے۔ اس کے قوے محدود ہوتے ہیں اور بدن اس کے ادراکات کا آلہ ہوتا ہے۔ مگر جب موت کے سبب روح کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے قوے میں نہایت حیرت انگیز ترقی ہو جاتی ہے۔ جس کا ابن حزم ظاہری تک کو بھی اعتراف ہے۔ اس کی قوت سماع کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن وذکر تو درکنار وہ قبر پر ہری گھاس کی تسبیح تک کو سن لیتی ہے۔ اور آپ خواہ آسمانوں

Marfat.com

پر یا بہشت میں ہو۔ قبر پر سلام کہنے والے کے سلام کو سن لیتی ہے۔ اور اس کا جواب دیتی ہے۔ یہ تو عامہ مومنین کی روحوں کا حال ہے۔ آؤ ہم تمہیں اولیاء اللہ کی روحوں کا کچھ حال سنائیں۔ چونکہ بحث مسئلہ سماع میں ہے۔ لہذا یہاں نہایت اختصار سے حالت حیات و ممات میں اولیاء اللہ کے سننے اور سنانے کی قوت کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ تعالےٰ نے انہیں عطا کی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما زال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا (صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب التواضع) ترجمہ۔ اور میرا بندہ نوافل سے میری نزدیکی ڈھونڈتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ میں اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ تو میں اس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے انتہےٰ اس حدیث سے اولیاء اللہ کی قوت سماع کا اندازہ بخوبی لگ سکتا ہے۔ مولانا روم نے اسی حدیث کے مضمون کو یوں ادا کیا ہے

مطلق آں آواز خود از شہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود
گفت او را من زبان و چشم تو من حواس و من رضا و خشم تو
رو کہ بی یسمع و بی یبصر توئی سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی

اب اس حدیث کی توضیح کے لئے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اثنائے خطبہ میں آپ نے دو تین بار یوں فرمایا۔ یا ساریۃ الجبل (اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔) آپ کی یہ آواز نہاوند واقع ملک ایران میں حضرت ساریہ اور لشکر اسلام نے سن لی۔ اس قصے کا اسناد پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لہذا اعادہ کی

Marfat.com

ضرورت نہیں - مولانا عبد الرحمن جامی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات
میں لکھتے ہیں - واز آنجملہ آنست کہ جیشے بہ یکے از بلاد بعید فرستادہ بود -
روزے در مدینہ آواز بر داشت کہ یا لبیکاہ یا لبیکاہ - وہیچکس ندانست کہ آں
چیست تا بآں وقت کہ آں جیش بمدینہ مراجعت نمود - وصاحب جیش فتحہائے
را کہ خدا تعالیٰ توفیق آنش دادہ بود تعداد مے کرد - امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ
گفت - اینہا را بگذار - حال آں مرد کہ ویرا بزجر در آب فرستادی چہ شد - گفت واللہ
یا امیر المومنین کہ من بوے شرے نخواستم - بآبے رسیدم کہ غور آنرا نمیدانستم -
تا از آنجا بگذرم - وے را برہنہ ساختم و در آب فرستادم - ہوا خنک بود در وے
سرایت کرد و فریاد بر داشت کہ واعمراہ واعمراہ - و بعد ازاں از شدت سرما
ہلاک شد - چوں مردماں آنرا اشنیدند دانستند کہ لبیک وے در جواب ندائے
آں مظلوم بودہ است - بعد ازاں صاحب جیش را گفت - اگر نہ آں بودے
کہ ایں بعد از من دستورے بماندے ہر آئینہ گردن ترا بزدمے - برو و دیت ویرا
باہل وے رساں و چناں مکن کہ دیگر ترا بہ بینم - پس گفت کشتن مسلمانے پیش من
بزرگ ترست از ہلاک بسیارے (شواہد النبوۃ مطبوعہ نولکشور - ص ۱۵۲) ترجمہ حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپنے دور شہروں میں سے
ایک میں لشکر بھیجا ہوا تھا - ایک دن مدینہ منورہ میں آپ نے باواز بلند کہا - یا لبیکاہ
یا لبیکاہ (اے فلاں میں تیری طرف متوجہ ہوں - اے فلاں میں تیری طرف متوجہ ہوں)
اور کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کیا معاملہ ہے یہاں تک کہ وہ لشکر مدینہ منورہ میں واپس آگیا -
صاحب لشکر اُن فتحوں کو جو بتوفیق الٰہی اسے حاصل ہوئیں شمار کر رہا تھا - امیر المومنین
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا - ان کا ذکر چھوڑ - اُس شخص کا حال جس کو تونے جھڑک
کر پانی میں بھیجا گیا ہوا - اس نے عرض کی - اللہ کی قسم اے امیر المومنین میں نے اس کی کوئی
بدخواہی نہیں کی - میں ایک پانی پہ پہنچا جس کی تھاہ مجھے معلوم نہ تھی تا کہ وہاں سے

Marfat.com

گزر جاؤں۔ میں نے اُس کو ننگا کیا اور پانی میں بھیجا۔ ہوا ٹھنڈی تھی۔ اس میں اثر کر گئی۔ اور اس نے فریاد کی۔ واعمراہ واعمراہ (اے عمر اے عمر)۔ اور اس کے بعد وہ جاڑے کی شدت سے مر گیا۔ جب لوگوں نے یہہ حال سنا۔ تو سمجھ گئے کہ امیر المومنین کی لبیک اس مظلوم کی فریاد کے جواب میں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس کے بعد صاحب لشکر سے فرمایا۔ اگر یہہ بات نہ ہوتی کہ میرے بعد یہہ ایک قانون باقی رہجائیگا۔ میں البتہ تجھے قتل کر ڈالتا۔ جا اور اُس کا خون بہا اس کے اہل کو پہنچا دے۔ اور ایسا نہ کر کہ پھر میں تجھے دیکھوں۔ پھر فرمایا۔ میرے نزدیک ایک مسلمان کا قتل بہتوں کے ہلاک سے بڑا ہے انتہے۔

مولانا جامی حضرت ابو قرصافہ جندرہ بن جثیمہ صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حال میں لکھتے ہیں۔ وے در عسقلان بود و پسر وے قرصافہ در روم بغزا رفتہ بود۔ ہر گاہ کہ صبح شدے۔ ابو قرصافہ از عسقلان آواز دادے باآواز بلند کہ یا قرصافہ یا قرصافہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ قرصافہ از بلاد روم جواب دادے کہ لبیک یا ابتاہ۔ اصحاب وے گفتندے۔ ویحک کرا جواب میدہی۔ قرصافہ گفتے۔ پدر خود را سوگند برب الکعبہ کہ مرا از برائے نماز بیدار میکند (شواہد النبوۃ ص ۲۲۴) ترجمہ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ عسقلان میں تھے۔ اور اُن کے صاحبزادے حضرت قرصافہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جہاد پر ملک روم میں گئے ہوئے تھے۔ جس وقت صبح ہوتی۔ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ عسقلان سے باآواز بلند یوں پکارتے۔ یا قرصافہ یا قرصافہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ (اے قرصافہ اے قرصافہ نماز نماز)۔ حضرت قرصافہ روم کے شہروں سے یوں جواب دیتے۔ لبیک یا ابتاہ (میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں اے میرے باپ)۔ حضرت قرصافہ کے ہمراہی کہا کرتے۔ اے خرابی تیری تو کسے جواب دیتا ہے۔ حضرت قرصافہ فرماتے۔ اپنے باپ کو۔ رب کعبہ کی قسم کہ وہ مجھے نماز کے لئے جگاتے ہیں انتہے۔ ایک روز حضور غوث پاک قطب الاقطاب

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اثنائے وعظ میں فرمایا - قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله (میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے) - اس پر تمام حاضرین مجلس نے اپنی اپنی گردنیں حضور کے آگے جھکا دیں اور اسی وقت دنیا کے مختلف مقامات میں تین سو تیرہ اولیاء اللہ نے آپ کا یہ قول سُن کر اپنی گردنیں جُھکا دیں - جن کی تفصیل یوں ہے - حرمین شریفین ۱۷ - عراق ۶۰ - عجم ۴۰ - شام ۳۰ - مصر ۲۰ - مغرب ۲۷ - یمن ۲۳ - حبشہ ۱۱ - سدّ یاجوج و ماجوج ۷ - وادی سرندیب ۷ - کوہ قاف ۴۷ - جزائر بحر محیط ۲۴ - اس واقعہ کو شیخ شطنوفی (متوفی ۷۱۳ھ) نے باسناد متصل بہجۃ الاسرار (مطبوعہ مصر - ص ۷ تا ۱۰) میں بیان کیا ہے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن الازہری الحسینی ذکر کرتے ہیں کہ جو مشائخ بغداد میں آتے - وہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مجلس میں ضرور حاضر ہوتے - اور مجھے معلوم نہیں کہ شیخ عبد الرحمٰن طفسونجی بغداد میں آئے ہوں - مگر میں نے ان کو کئی دفعہ طفسونج (واقع عراق) میں دیکھا ہے کہ دیر تک خاموش رہتے اور فرماتے - کہ میں اس لئے چپ رہتا ہوں کہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کا کلام سنوں - اور میں نے کئی دفعہ شیخ عدی بن مسافر (متوفی ۵۵۸ھ) کو مقام بالس میں (جو دریائے فرات پر واقع ہے) دیکھا ہے کہ آپ اپنے حجرے سے نکل کر پہاڑ میں چلے جاتے - اور اپنے عصا سے دائرہ کھینچ کر اس میں داخل ہو جاتے اور فرماتے کہ جو شخص سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کا کلام سننا چاہے - وہ اس دائرے کے اندر آجائے - پس آپ کے بڑے بڑے اصحاب اس میں داخل ہو جاتے - اور آپ کا کلام سُنتے - اور بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ حاضرین میں سے کوئی شخص شیخ عدی کی تقریر کو بقید تاریخ و ماہ قلمبند کر لیتا -

Marfat.com

اور بغداد میں آ کر اس کا مقابلہ اس تحریر سے کرتا جو اہل بغداد نے اُسی دن سیدنا شیخ عبد القادر کی زبان مبارک سے سن کر لکھی ہوتی۔ تو دونوں کو بالکل یکساں پاتا۔ اور جس وقت شیخ عدی دائرے میں داخل ہوتے۔ تو سیدنا شیخ عبد القادر اپنے حاضرین مجلس سے فرماتے کہ عین شیخ عدی بن مسافر تم میں ہیں (بہجۃ الاسرار۔ صہ ۹) شیخ عبد الوہاب شعرانی سیدنا شیخ احمد بن ابی الحسین الرفاعی (متوفی ۵۷۸ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ وکان رضی اللہ عنہ اذا صعد الکرسی لایقوم قائما وانما یتحدث قاعدا وکان یسمع حدیثہ البعید مثل القریب حتی ان اھل القری التی حول ام عبیدۃ کانوا یجلسون علی سطوحھم یسمعون صوتہ ویعرفون جمیع ما یتحدث بہ حتی کان الاطروش والاصم اذا حضروا یفتح اللہ اسماعھم بکلامہ (طبقات کبرے۔ جزء اول۔ صہ ۱۲۱) ترجمہ۔ شیخ احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰے عنہ جب کرسی پر چڑھتے تو کھڑے نہ رہتے۔ اور بیٹھ کر کلام کرتے۔ اور آپ کے کلام کو دور بیٹھنے والے اسی طرح سنتے جس طرح قریب کے لوگ۔ یہانتک کہ ام عبیدہ کے گرد کے گاؤں والے اپنی اپنی چھت پر بیٹھ جاتے اور آپ کی آواز کو سُن لیتے اور آپکے تمام کلام کو سمجھ لیتے یہانتک کہ گونگے اور بہرے جب حاضر ہوتے۔ تو اللہ تعالٰے آپ کے کلام سے اُن کے کان کھول دیتا تھے۔ امام حجۃ الاسلام غزالی صوفیہ کرام کے طریقہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ومن اول الطریقۃ تبتدئ المکاشفات والمشاھدات حتی انھم فی یقظتھم یشاھدون الملائکۃ وارواح الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام ویسمعون منھم اصواتا ویقتبسون منھم فوائد ثم یترقی الحال من مشاھدۃ الصور والامثال الی درجات یضیق عنھا نطاق النطق۔ (کتاب المنقذ من الضلال مطبوعہ مصر صہ ۲۳) ترجمہ۔ اس طریقہ میں اول سے مکاشفات ومشاہدات شروع ہو جاتے ہیں۔ یہانتک کہ صوفیہ کرام حالت بیداری میں فرشتوں اور پیغمبروں کی روحوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور اُن سے آوازیں سُنتے ہیں اور اُن سے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ پھر یہ حال صور وامثال کے مشاہدے سے ترقی کرکے ایسے درجوں

Marfat.com

تک پہنچ جاتا ہے جو احاطہ بیان میں نہیں آسکتے انتھے - حضرت عمران بن حصین صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر فرشتے سلام کیا کرتے تھے اور آپ اُن کا سلام سن لیا کرتے تھے (طبقات الشافعیۃ الکبرےٰ للتاج السبکی جزء ثانی - صفحہ ۔ تنویر الحلک فی رؤیۃ النبی والملک للسیوطی صفحہ) یہ تو اولیاء اللہ کی حالت بیداری کا حال ہے - عالم خواب میں روح کے قوے اس سے بھی بڑھکر ہوتے ہیں - کیونکہ روح فرش سے عرش تک جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے - اور عالم برزخ تو عالم خواب سے بھی وسیع ہے کیونکہ اس میں بدن سے تجرد کے سبب روح کو قریباً قوت ملکیہ حاصل ہو جاتی ہے حتے کہ عامہ مومنین کی روحیں بہشت سے نائرکا سلام سن لیتی ہیں - اس سے دار برزخ میں ان ارواح طیبہ کی قوت سماع کا اندازہ ہو سکتا ہے جو دار دنیا میں مہینوں کی راہ سے سن سنا سکتی تھیں - تین طریق سے باسناد متصل مروی ہے کہ سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے چارشنبہ ۲۷ - ذی الحجہ سنہ ۵۲۹ھ میں مقابر شونیزی کی زیارت کی - آپ کے ساتھ فقہاء و فقراء کی ایک بڑی جماعت تھی - آپ شیخ حماد دباس کی قبر کے پاس بہت دیر تک کھڑے رہے - یہاں تک کہ گرمی زیادہ ہو گئی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے - پھر آپ واپس ہوئے اور آپ کے چہرے میں بشاشت تھی - آپ سے طول قیام کا سبب دریافت کیا گیا - تو آپ نے فرمایا کہ میں بغداد سے جمعہ کے دن بتاریخ ۱۵ - شعبان سنہ ۴۹۹ھ شیخ حماد دباس کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا تاکہ ہم جامع رصافہ میں نماز جمعہ پڑھیں - اور شیخ بھی ہمارے ساتھ تھے - جب ہم نہر کے پل کے پاس پہنچے - تو شیخ نے مجھے دھکیل کر پانی میں پھینک دیا - اور سردی زیادہ تھی - میں نے کہا - بسم اللہ نویت غسل الجمعۃ (بسم اللہ میں نے جمعہ کے غسل کی نیت کر لی) - مجھ پر صوف کا جبہ تھا - اور میری آستین میں کتاب کے چند اجزاء تھے - اس لئے میں نے اپنا ہاتھ اُٹھایا تاکہ بھیگ نہ جائیں - وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے - میں پانی سے نکلا - جبہ کو نچوڑا - اور اُن کے پیچھے ہو لیا - سردی سے مجھے بہت تکلیف ہوئی - شیخ کے اصحاب نے میری مدد کرنی چاہی - مگر شیخ نے انکو جھڑک دیا اور فرمایا - کہ میں نے

Marfat.com

آزمائش کے لئے اُس کو اذیت دی۔ مگر اُسے ایسا پہاڑ پایا جو حرکت نہیں کرتا۔ آج میں نے شیخ کو قبر میں دیکھا۔ کہ ان پر جواہر سے مرصع حلّہ ہے۔ سر پر یاقوت کا تاج ہے۔ ہاتھ میں سونے کے کنگن ہیں۔ پاؤں میں سونے کا پاپوش ہے مگر دہنا ہاتھ ہلا نہیں سکتے۔ میں نے پوچھا۔ یہہ کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ یہہ وہ ہاتھ ہے جس سے میں نے تجھے پانی میں دھکیلا تھا۔ کیا تو مجھے معاف کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ شیخ نے فرمایا۔ تو اللہ سے دُعا مانگ کہ وہ میرا ہاتھ درست کردے۔ پس میں دُعا کرنے کے لئے کھڑا رہا۔ اور پانچ ہزار اولیاء نے اپنی اپنی قبروں میں آمین کہی۔ اور اللہ تعالےٰ سے سوال کیا کہ وہ میری درخواست قبول کرے۔ میں اُس مقام میں اللہ سے دُعا کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے شیخ کا ہاتھ درست کردیا۔ اور شیخ نے اُسی کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور اُسے اور مجھے کمال خوشی حاصل ہوئی (بہجۃ الاسرار۔ صـ۵۳)۔

بیان بالا سے معترضین کا وہ اعتراض بھی اُٹھ گیا کہ اولیاء اللہ سے مدد کیوں مانگتے ہو۔ وہ تو سُنتے ہی نہیں۔ استمداد کی نسبت اگرچہ پہلے بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ مگر مزید توضیح کے لئے یہاں بھی کچھ اضافہ کیا جاتا ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالے تحریر فرماتے ہیں۔ حق تعالے درحق شہدا میفرماید بل احیاء عند ربھم۔ اقول مراد شاید آن باشد کہ حق تعالےٰ ارواح شاں را قوت اجساد میدہد۔ ہرجا کہ خواہند سیر کنند۔ وایں حکم مخصوص بشہدا نیست۔ انبیا و صدیقان از شہدا افضل اند۔ و اولیا ہم در حکم شہدا اند کہ جہاد با لنفس کردہ اند کہ جہاد اکبر ست۔ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر ازاں کفایت ست۔ و لہذا اولیاء اللہ گفتہ اند۔ ارواحنا اجسادنا و اجسادنا ارواحنا یعنی ارواح ما کار اجساد مے کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح مے برآید ومیگویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ارواح ایشاں در زمین و آسمان و بہشت ہرجا کہ خواہند میروند۔ و دوستان و معتقدان را در دُنیا و آخرت مددگاری

مے فرمائند۔ و دشمناں را ہلاک مے نمائند۔ وازارواح شاں بطریق اویسیہ فیض باطنی میرسد۔ وبسبب ہمیں حیات اجساد انہارا در قبر خاک نے خورد بلکہ کفن ہم مے ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت کردہ کہ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند۔ مراد از مومنین کاملین اند وحق سبحانہ تعالے اجساد ایشاں را قوت ارواح میدہد کہ در قبور نماز میخوانند و ذکر میکنند و قرآن میخواہند (تذکرۃ الموتے والقبور مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ صفحہ ۳۱) ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ شہیدوں کے حق میں فرماتا ہے۔ بل احیاء عند ربھم (بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک)۔ میں کہتا ہوں۔ شاید مراد یہ ہو کہ خدا تعالےٰ اُن کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے۔ وہ جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ اور یہ حکم شہیدوں کے لئے خاص نہیں۔ انبیا اور صدیقین شہیدوں سے افضل ہیں۔ اور اولیا بھی شہیدوں کے حکم میں ہیں کیونکہ انہوں نے نفس کے ساتھ جہاد کیا ہے جو جہاد اکبر ہے۔ حدیث میں رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر (ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے) اس کی کافی دلیل ہے۔ اسیواسطے اولیاء اللہ نے فرمایا ہے۔ ارواحنا اجسادنا واجسادنا ارواحنا یعنی ہماری روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی ہمارے جسم نہایت لطافت کے سبب برنگ ارواح ظاہر ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی روحیں زمین وآسمان وبہشت میں جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں اور دُنیا وآخرت میں اپنے دوستوں اور معتقدوں کی مدد کرتی ہیں۔ اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔ اور اُن کی روحوں سے بطریق اویسیہ باطنی فیض پہنچتا ہے۔ اور اسی حیات کے سبب قبر میں ان کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ بلکہ کفن بھی باقی رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے امام مالک رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ مومنوں کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں۔ اور خدا پاک ان کے جسموں کو روحوں کی قوت دیتا ہے کہ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ذکر الٰہی کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں

Marfat.com

امام شعرانی سیدنا شیخ ابوالمواہب شاذلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ وکان یقول من الاولیاء من ینفع مریدہ الصادق بعد موتہ اکثر ما ینفعہ حال حیاتہ ومن العباد من تولی اللہ تربیتہ بنفسہ بغیر واسطۃ ومنھم من تولاہ بواسطۃ بعض اولیائہ ولو میتا فی قبرہ فیربی مریدہ وھو فی قبرہ ویسمع مریدہ صوتہ من القبر وللہ عباد یتولی تربیتھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفسہ من غیر واسطۃ بکثرۃ صلاتھم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم (طبقات کبریٰ۔ جزء ثانی صفحہ ۲) ترجمہ۔ اور شیخ شاذلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے کہ بعض اولیاء اللہ اپنے مرید صادق کو موت کے بعد حالت حیات سے زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اور بعض بندے ایسے ہیں کہ جن کی تربیت کا متولی خود خدا تعالےٰ بغیر واسطہ ہوتا ہے اور بعضے ایسے ہیں کہ ان کی تربیت کا متولی خدا تعالےٰ کسی ولی کی وساطت سے ہوتا ہے خواہ وہ ولی بعد موت قبر میں ہو۔ وہ قبر میں سے اپنے مرید کی تربیت کرتا ہے۔ اور اس کا مرید قبر میں سے اس کی آواز سنتا ہے۔ اور خدا کے بعضے بندے ایسے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کی تربیت بذات خود بلا واسطہ فرماتے ہیں اس لئے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجتے ہیں۔

ابوالمعالی عبد الرحیم بن منظفر بن مہذب قرشی نے بیان کیا کہ حافظ ابو عبداللہ محمد بن محمود بن النجار البغدادی نے بغداد میں ہمیں خبر دی۔ کہ مجھے عبداللہ جبلی نے لکھا اور میں نے اس کے خط سے نقل کیا۔ کہ میں ہمدان میں اہل دمشق میں سے ایک شخص سے ملا جس کو ظریف کہتے تھے۔ اُس نے کہا کہ میں نیشا پور یا کہا خوارزم کے راستے میں بشر قرظی سے ملا اور اس کے ساتھ چودہ اونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے۔ اُس نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ ہم ایک خوفناک جنگل میں اُترے۔ جہاں بھائی بھائی کا ساتھ نہ دیتا تھا۔ جب ہم نے شروع رات سے بوجھ لادے۔ تو چار لدے ہوئے اونٹوں کو نہ پایا۔ میں نے ہر چند تلاش کی مگر نہ ملے۔ اور قافلہ چل دیا۔ میں اونٹوں کو ڈھونڈنے کے لئے

پیچھے رہ گیا - اور شتربان بھی مدد کے لئے میرے ساتھ ٹھہر گیا - ہم نے اونٹوں کو ڈھونڈا - مگر نہ پایا - جب صبح نمودار ہوئی - تو مجھے سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کا یہ قول یاد آیا - کہ اگر تو کسی سختی میں مبتلا ہو - تو مجھے پکار - وہ سختی جاتی رہے گی - اس لئے میں نے یوں پکارا - یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ جاتے رہے یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ جاتے رہے - پھر مشرق کی طرف جو میں نے توجہ کی - تو فجر کی روشنی میں ایک شخص کو میں نے ٹیلے پر دیکھا جو نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا - وہ اپنی آستین سے مجھے اشارہ کر رہا تھا - یعنی کہہ رہا تھا کہ ادھر آؤ - مگر جب ہم ٹیلے پر چڑھے - تو کوئی نظر نہ آیا - پھر ہم نے چاروں اونٹ ٹیلے کے نیچے جنگل میں بیٹھے دیکھے - ہم نے پکڑ لئے اور قافلہ سے جا ملے - ابو المعالی کا قول ہے کہ پھر میں شیخ ابو الحسن علی خباز کے پاس آیا اور اُس سے یہ حکایت بیان کی - اس نے کہا کہ میں نے شیخ ابو القاسم عمر بزاز کو سنا کہ کہتے تھے - میں نے شیخ محی الدین عبدالقادر کو سنا کہ فرماتے تھے - جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کی - وہ مصیبت دور ہو گئی جس نے کسی سختی میں میرا نام پکارا - وہ سختی جاتی رہی - جس نے کسی حاجت میں اللہ کی طرف میرا وسیلہ پکڑا - وہ حاجت پوری ہو گئی - (بہجۃ الاسرار - صفحہ ۱۰۲) سیدنا ابو العباس احمد زروق کے اشعار (صفحہ ۱۶۱) اور سیدنا شمس الدین محمد حنفی کی وصیت (صفحہ ۱۴۹) بھی قابل غور ہے - امام عبدالوہاب شعرانی سیدنا شیخ محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالےٰ عنہ (متوفی چند سال بعد ۸۰۰ھ) کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں - وکان رضی اللہ عنہ یقول انا من المتصرفین فی قبورہم فمن کانت لہ حاجۃ فلیأت الیٰ قبالۃ وجھی (طبقات کبریٰ جزء ثانی صفحہ ۹۳) ترجمہ - اور سیدنا شیخ محمد فرغل رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں اُن میں سے ہوں جو اپنی قبروں میں تصرف فرماتے ہیں - اس لئے جسے کوئی حاجت ہو - وہ میرے پاس میرے سامنے آئے انتہےٰ - امام موصوف سیدنا ابو العباس احمد بدوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ (متوفی ۶۷۵ھ) کے ترجمہ میں یوں لکھتے ہیں - وکان سیدی عبدالعزیز فاسئل عن سیدی احمد رضی اللہ عنہ یقول ہو بحر

لا یدرک له قرار واخباره ومجیئه بالاسری من بلاد الافرنج واغاثة
الناس عن قطاع الطریق وحیلولته بینهم وبین من استنجد به لا تحویها
الدفاتر رضی الله عنه قلت وقد شاهدت انا بعینی سنة خمس واربعین
وتسعمائة اسیرا علی منارة سیدی عبد العال رضی الله عنه مقیدا مغلولا
وهو مخبط العقل فسألته عن ذلک فقال بینا انا فی بلاد الافرنج آخر
اللیل توجهت الی سیدی احمد فاذا انا به فاخذنی وطار بی فی الهواء
فوضعنی هنا فمکث یومین ورأسه دائرة علیه من شدة الخطفة
رضی الله عنه (طبقات کبریٰ - جز اول - ص ۱۵۹) ترجمہ - اور سیدی عبدالعزیز
سے جب سیدی احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حال پوچھا جاتا - تو فرماتے - آپ بحر بے پایاں
ہیں - آپ کے اخبار اور فرنگیوں کے شہروں سے آپ کے قیدیوں کو اٹھا لانے اور
رہزنوں سے لوگوں کی فریاد اور رہزنوں اور مدد مانگنے والوں کے درمیان آپ کے
حائل ہونے کے حالات بہت سے دفتروں میں نہیں آسکتے - میں کہتا ہوں کہ میں نے
سنہ ۹۴۵ھ میں اپنی آنکھوں سے سیدی عبد العال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے منارے پر
ایک قیدی کو ہاتھ پاؤں جکڑے دیکھا جو مخبوط العقل تھا - میں نے اس سے اس کا
سبب پوچھا - اس نے کہا - جب میں رات کے اخیر حصے میں فرنگیوں کے شہروں میں
تھا - تو میں نے سیدی احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف توجہ کی - کیا دیکھتا ہوں
کہ وہ میرے پاس ہیں - انہوں نے مجھے پکڑا اور ہوا میں لے اڑے اور یہاں لاکر رکھ دیا -
پس وہ دو دن رہا - اور اس کا سر گرفت کی شدت سے چکراتا تھا انتہے -
جنوں میں بھی یہ بات ہے کہ عامل کے طلب کرنے پر خواہ وہ اقصائے مغرب
یا مشرق میں ہوں حاضر ہو جاتے ہیں - مگر ان میں یہ وصف طبعی ہے - اولیائے
کرام میں اس کا وجود اکرام و تشریف ہے - تاکہ وہ فضائل ثقلین کے جامع
بن جائیں - وذلک فضل الله یؤتیه من یشاء - خلاصہ کلام
یہ کہ حیات و ممات میں انبیائے کرام و شہدائے عظام اور اولیاء اللہ باذن

الٰہی قضائے حاجات فرماتے ہیں۔ اگر مزارات پر حاضر ہونا متعذر ہو۔ تو دُور سے باادب عرض کرنا بھی جائز و مستحسن ہے۔مثلاً

(مدینۂ منورہ کی طرف متوجّہ ہوکر)

یا رسول اللہ بفریادم برس یا نبی اللہ ندارم جز توکس
مشکلم پیش است و من در بیکسی یا رسول اللہ مارا تو بسی

(بغداد شریف کی طرف متوجّہ ہوکر)

امداد کن امداد کن از بندِ غم آزاد کن
بہرِ خدا دل شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

(بخارا شریف کی طرف متوجہ ہوکر)

یا شاہ نقشبند ببیں حالِ زارِ ما
رحمے بکن بحالتِ پر اضطرارِ ما

ھذا آخر الکلام فی ھٰذا المقام۔ والحمد للہ علیٰ حُسن الاختتام والصلوٰۃ والسلام علےٰ وسیلتنا فی الدّارین سیّدنا محمد خیر الانام وعلیٰ اٰلہ الطیبین واصحابہٖ الغر الکرام۔

ابن قیّم

جلاء الافہام اردو

فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام

الکتاب

گنج بخش روڈ - لاہور

قیمت = ۱۵/۰۰

براہ راست منگوائیں یا قریب ترین کتب فروش سے طلب فرمائیں -

Marfat.com

سیرت
رسولِ عربی ﷺ

صلی اللہ علیہ وسلم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے موضوع پر اردو میں آج تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں علامہ نور بخش توکلی کی تالیف کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اس کی چند امتیازی خصوصیات یہ ہیں:

- مؤلف نے اختصار کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا ہے تاکہ عدیم الفرصتی کے اس دور میں ہر مسلمان کو اپنے آقائے نامدار کے پیارے پیارے حالات جاننے کا موقعہ مل سکے
- اختصار کے باوجود جامعیت کا یہ عالم ہے کہ حیاتِ طیبہ کا کوئی واقعہ ایسا نہیں جو لکھنے سے رہ گیا ہو
- اندازِ بیان سادہ اور عام فہم ہے لہٰذا معمولی استعداد رکھنے والے حضرات بھی اس کتاب سے استفادہ کر سکتے ہیں
- جتنی روایات لی گئی ہیں وہ معتبر اور مستند ہیں اور مکمل حوالہ جات کے ساتھ درج کی گئی ہیں
- سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مصنف نے کچھ ایسے صدق و خلوص کے ساتھ اور عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ڈوب کر یہ کتاب لکھی ہے کہ پڑھنے والے کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں ہادیٔ برحق کی محبت راسخ ہو جاتی ہے

ان خوبیوں کی بنا پر یہ کتاب عوام اور خواص میں یکساں مقبول ہے

یاد رکھیے کہ سیرت پاک کی یہی ایک ایسی کتاب ہے جو ہر طبقے کے لیے مفید اور گھر کے ہر فرد کے مطالعہ کے لائق ہے

الکتاب نے اسے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے، اور اس کی افادیت کے پیشِ نظر قیمت انتہائی کم رکھی ہے

۵۵۰ صفحات ــــ عمدہ کاغذ ــــ صاف ستھری چھپائی

ریگزین کی مضبوط اور نہایت دیدہ زیب، مطلّا جلد

ھدیہ صرف ــــ ۱۸ روپے

Marfat.com